ہونولولو کا راجکمار

کرشن چندر

ہونولولو کا راج کمار

کرشن چندر

12-6-1995

ایک اصلاحی معاشرتی ناول

ہونولولو کا راج کمار

کرشن چندر

☆

مکتبہ القریش چوک اردو بازار، لاہور ۲

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر ——— محمد علی قریشی
مطبع ——— منظور پرنٹنگ پریس
تعداد ——— ایک ہزار
بار اوّل ——— جولائی ۱۹۷۳ء
بار دوم ——— جنوری ۱۹۸۶ء
قیمت ———

مکتبہ القریش، چوک اردو بازار، لاہور

پہلا باب

پورنیما ٹینس گراؤنڈ کے کنارے ایک بیرنگی دھوپ چھتری کے نیچے بیٹھی ہوئی بے چین ہو رہی تھی اور بار بار اپنی کلائی کی طرف دیکھ رہی تھی اور اپنے بے چین اور بور ہونے کا ثبوت دے رہی تھی۔

دلیپ کمار نے اپنے دوست ہریش سے کہا۔ لگتا ہے، میرا ایکڈ فائینل لمبا کھنچے گا۔ ہمارے مخالف اجیت اور سونیا۔ تم اچھی طرح جانتے ہو یہ دونوں ولڈ اسٹائل کی گھسی گھسی ٹینس کھیلنے کے عادی ہیں۔ اس میچ سے پورنیما اور بھی بور ہو گی۔

اتنا کہہ کر دلیپ کمار نے پورنیما کی طرف دیکھا جو [illegible] کر منہ بنا رہی تھی۔

دیوکمار نے پربھا سے کہا
" تم ایسا کرو۔ جب تک میں میچ ختم کرتا ہوں۔ تم گھر سے کپڑے بدل کر آجاؤ۔ پھر پکچر چلیں گے ۔ "
" گھر گئی تو پھر لوگ واپس نہیں آنے دیں گے ۔"
" تو پھر ۔ ؟" دیوکمار نے ایک انگلی کا ناخن دانت میں دبا کے اپنے دوست ہرلش کی طرف دیکھا۔ یکایک اسے ایک ترکیب سوجھی اور وہ مسکرا اٹھا۔
" تم ایسا کرو ہرلش پربھا کو میرے گھر پہنچا دو۔ وہاں یہ نہا دھو لے گی میری سسٹر کی وارڈ روب سے اپنی پسند کی ساڑھی پہن لے گی۔"
" جو ساڑھی اس وقت پہن رکھی ہے۔ یہ حد شاندار ہے ۔"
" اونہہ ۔" پربھا ایڑی کے قریب سے ساڑھی ذرا سی اٹھا کر بولی۔
" اسی ساڑی کا ایک کونہ ایڑی کے نیچے آنے سے پھٹ گیا ہے دیکھو ۔"
وہ پھٹا کونہ دکھانے لگی۔ دونوں نوجوان اس کا خوبصورت گول ٹخنہ دیکھنے لگے۔ جلدی سے پربھا نے ساڑھی نیچے کرلی۔
" پکچر ہاؤس میں کون دیکھے گا ۔ ؟ "
" کوئی نہ دیکھے۔ مجھے تو ہر دم محسوس ہوتا رہے گا ۔"
" تو میری سسٹر کی وارڈ روب جو ہے۔ بھاری سے بھاری ساڑی

پہن لینا اپنی پسند کی۔ اوں ــ ؟ "

دیو کمار نے انتہائی قریب سے اپنے وکٹ سے پربھا کے موزوں کولہوں کو چھو کر بھینچ دیا۔

"میں میچ ختم ہوتے ہی آجاؤں گا۔ پھر اکٹھے پکچر چلیں گے۔ ٹھیک ہے نا" دیو کمار نے پربھا سے پوچھا۔ جب پربھا نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو اس نے نیم رضامندی سمجھ کر ہریش سے کہا۔

"تم میری گاڑی لے جاؤ ــــ"

"نہیں میری موٹر سائیکل جو ہے ــــ"

"اچھا" دیو کمار نے پیار بھری نظروں سے پربھا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بائی بائی میں اس فائینل کو جیت کر ابھی آتا ہوں"

پربھا ہریش کے ساتھ ساتھ لان کے کنارے کنارے چلنے لگی۔ ہریش کو احساس ہوا کہ پربھا اپنے لانبے قد۔ موزوں خدو خال۔ دلکش گمبھیر چال کے ساتھ اس کے قدم بہ قدم چلتے ہوئے کتنی دلکش معلوم ہو رہی ہے۔ بلکہ دوسرے دیکھنے والوں کو وہ دونوں ہی کس قدر عمدہ اور موزوں اور ایک دوسرے کے لیے کس قدر مناسب معلوم ہوتے ہوں گے۔

ہریش نے دل ہی دل میں ایک آہ سی بھری۔ سوچنا فضول ہے کیونکہ پربھا تو دیو کمار پہ مرمٹی ہے۔ اسے چاہتی ہے۔ حالانکہ کالج میں

ہریش بھی لڑکیوں میں کافی مقبول تھا۔ دیوکمار سے کچھ زیادہ ہی مقبول تھا۔ دونوں ٹینس کے بے حد عمدہ کھلاڑی تھے۔ چمپئن شپ کبھی ہریش کے ہاتھ میں رہتی تو کبھی دیوکمار کے ہاتھ میں۔

دونوں لڑکے پڑھائی میں بھی بے حد تیز تھے۔ اور چھیڑ چھاڑ کے ماہر۔ مگر بدمعاش اور بدکردار نہیں تھے۔ ان کی چھیڑ چھاڑ صرف (LIGHTFB BLIRLATION) تک محدود رہتی تھی۔ دونوں گھر کے امیر تھے۔ مگر دیوکمار ہریش سے زیادہ تھا۔ کیونکہ کمار کا باپ لکھ پتی تھا۔ مگر ہریش کا باپ محض ایک اچھا کھاتا پیتا دوکاندار۔ اس لیے صرف ایک موٹر سائیکل ہی رکھ سکتا تھا۔ حالانکہ دیوکمار کے پاس دو کاریں تھیں۔ مگر دوسری طرف یہ بات بھی تھی کہ ہریش خوب صورتی اور وجاہت کے اعتبار سے دیوکمار سے بہتر تھا اور لڑکیوں میں بے حد پاپولر تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے بے حد اچھے دوست تھے۔ مگر لڑکیوں کے معاملے میں چلتی تھی۔ اس بار دیوکمار نے پربھا کے معاملے میں ہریش کو زک دے دی تھی۔

ہریش نے اس ہار کو بری طرح محسوس کیا تھا۔ کیونکہ پربھا کالج کی حسین ترین لڑکی تھی۔ ویسے عام بول چال میں ظاہری برتاؤ میں پربھا کا رویہ بہت عمدہ تھا۔ اور ہریش بھی کسی طرح کی شکایت نہ کرسکتا تھا۔

موٹر سائیکل اڑا جا رہا تھا۔ پربھا کے دونوں سڈول سنہرے بازو ہریش کی کمر کے گرد حمائل تھے۔ وہ ان کے گرم لمس کو محسوس کر رہا تھا۔ اس کے دل میں خوشی کے بلبلے اٹھنے لگے۔

"تم آج پہلی بار میری موٹر سائیکل پر بیٹھی ہو ——— ؟" ہریش نے کہا۔

"اور آخری بار ——" پربھا ہنس کر بولی۔

"آخری بار کیوں ——— ؟ اس قدر نفرت ہے مجھ سے —— ؟"

"نفرت تو نہیں ——"

"پھر کیا ہے —— ؟"

پربھا نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔

موٹر سائیکل اب سلیمان روڈ کا ناکہ کاٹ کر پارک ایونیو میں داخل ہو رہا تھا۔ کشادہ سڑک کے دو رویہ فیشن ایبل جدید ڈیزائن کے بنگلوں کی قطاریں تھیں۔ جن کے سامنے کے باغیچوں میں بوگن ویلیا۔ رات کی رانی۔ ڈھلیا۔ کارنیشن۔ چنبیلی۔ بیلا اور شوکتی نہ آم۔ جامن۔ رائیل پام۔ رنگا رنگ پھول بڑے بڑے ہرے پتوں والی جھولتی ہوئی بیلیں۔ گھنیری سایہ دار شاخیں۔ دودھیا گلاب۔ اور گیٹ کے باہر ابھرے ہوئے حروف میں تختیوں پر نام مکانوں کے اور مکینوں کے نگاہ میں تیرتے ہوئے . . . . . گل بدن . . . . . . دل آرام۔ آشا نواس۔ سیٹھ قادر بخش۔ داؤ بخش چھدا رام۔ بھدا رام۔ کانسی مل بھگومیا۔ رام ناتھ لاکا۔ کھٹوری داس ٹانگا۔ غریبوں کے گھر فاقہ . . . . . . اسے وہ دن یاد آئے جب اس کا باپ غریب تھا۔ اور وہ لوگ ایک گندی گلی میں رہتے تھے۔ جیسے سبھی لوگ رہتے ہیں۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے جنت تو کسی کسی کو ملتی ہے اور ان لوگوں کے نام اچھے نہیں ہوتے۔ ہریش نے اکثر اس بات پر

غور کیا تھا۔ اچھے اور خوب صورت نام رکھنے والے بالعموم غریب ہوتے ہیں۔ شاید وہ خوب صورت نام رکھ کر دیگر خوب صورتیوں کی تلافی کر لیتے ہیں جنہیں صرف دولت ہی خرید سکتی ہے۔ بہت دن نہیں گزرے جب اس کا باپ بھی غریب تھا۔ مگر اب تو وہ اس کیچڑ سے نکل آئے تھے۔ اس کا باپ اسے اعلیٰ تعلیم دلوا رہا تھا۔ کیونکہ وہ خود شوبھا کے باپ کی طرح ان پڑھ رہا تھا۔

پربھا اور ہریش کے ماں باپ ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ لیکن اس رسم و راہ کے باوجود پربھا نے ہریش کی جانب زیادہ التفات نہیں کیا تھا۔ کیونکہ پربھا کا باپ پچھلے چند سالوں کے ٹھیکوں میں بے حد امیر ہو گیا تھا۔ جبکہ ہریش کا باپ کی امارت محض درمیانے درجے کی تھی۔ امیروں کے بھی درجے ہوتے ہیں۔ اور پھر ان سے بھی نیچے غریب امیر ہوتے ہیں۔ یعنی یہی پانچ سات لاکھ والے۔ ان غریب امیروں کو بڑے امیر اتنا ہی کم تر جانتے ہیں جیسے ہم لوگ نوکر پیشہ لوگوں کو رذیل اور اسفل سمجھتے ہیں۔ شاید اسی لیے پربھا نے دیوکمار سے زیادہ رسم و راہ بڑھائی تھی۔ کیونکہ منجملہ دیگر خوبیوں کے اس میں بڑے امیر ہونے کا وصف بھی شامل تھا۔ مگر کیا پریشانی ہے۔ یکایک ہریش نے موٹر کی رفتار بدلتے ہوئے اپنے خیالات کا دھارا بھی بدلا۔ دنیا جوان ہے۔ اس کے باپ کا بزنس بڑھ رہا ہے۔ وہ خوب صورت اور وجیہہ اور تندرست۔ چاک چوبند۔ محنتی اور ہنس مکھ بھی ہے۔ کالج میں اس کی شرارتوں کی دھوم ہے۔

اور کوئی اسے اس لیے بھی بُرا نہیں کہتا کہ پڑھائی میں بھی وہ سب سے آگے رہتا ہے۔ کھیل میں بھی صرف دیو کمار سے مات کھاتا ہے۔ اور دنیا میں پربھا سے بھی حسین لڑکیاں موجود ہوں گی۔

"گدگدی مت کرو" ہریش نے پربھا کو مذاق مذاق میں دھمکایا۔

"کون گدگدی کر رہا ہے۔؟"

پربھا نے تنک کر کہا "لو اور سنو۔ میں اور گدگدی کروں گی۔ وہ بھی تمہارے"

"کیوں مجھ میں کیا برائی ہے۔؟"

پربھا نے اس سوال کا جواب نہ دے کر اس سے پوچھا

"تمہاری مس تیواری کا کیا حال ہے۔؟"

"کون سی مس تیواری۔؟"

ہریش نے پوچھا۔

دو مس تیواری تھیں۔ ایک شیاملا تیواری، دوسری رجنی تیواری۔ شیاملا اچھا گاتی تھی۔ رجنی ڈانس کرتی تھی۔ دونوں انگریزی بے حد اچھی بولتی تھیں۔ دونوں سے آجکل ہریش فلرٹ کر رہا تھا۔

"وہی جس کے بال کٹے ہوئے ہیں۔"

"رجنی"۔ ہوں تو رجنی سے جلتی ہے۔ عورتیں کتنی جلدی سانپ بن جاتی ہیں۔ دراصل یہ تھا بھی سچ۔ دونوں تیواری لڑکیوں میں ہریش کو رجنی زیادہ پسند تھی۔ اس میں ایک انوکھی ادا تھی۔ اور ٹانگیں بڑی سڈول تھیں۔

نابیٹ چوڑی وار میں وہ اندازہ کر سکتا تھا۔

"اچھا اچھا وہ خوبصورت ٹانگوں والی تیواری یعنی رجنی ....."

ہریش نے بظاہر لاپرواہی سے کہا۔ مگر پربھا رجنی کی خوبصورت ٹانگوں کا ذکر سن کر جل گئی۔ ہونٹ چباتی رہی۔ اور نام پڑھتی رہی۔ آشیانہ بھبکم داس مردانہ۔ کچی پڈی۔ تلوڑی بچر سنگھ۔ بھوشم۔ پائیں آر کی ٹیکٹ۔

قاضی موسیٰ شوربھرے

ڈاکٹر ٹی۔ ایس۔ چودھری گھرے

گوکل دھام ... بلنکے بہاری۔ لال چومکھیا۔

عشرت کدہ۔ برج ولاس۔

"روکو۔ روکو" پربھا چلائی۔ دیوکمار کا گھر آگیا تھا۔ برج ولاس۔

ہریش نے گیٹ کے باہر گاڑی روکی۔ کیونکہ گیٹ بند تھا۔ گیٹ کے ادھر گورکھا پہرہ دے رہا تھا۔ ہریش نے گورکھے سے دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔

"گورکھا بولا" شاب گھر میں کوئی نہیں ہے۔"

"جودھا بہن جی کہاں گئیں ہے؟"

پربھا نے پوچھا۔

"وہ تو ٹیلر کی دکان پر گئی ہیں۔"

"اور نوکر؟" ہریش نے پوچھا۔

"باورچی سودا لانے گیا ہے۔ منڈو آٹا پسوانے گیا ہے۔ نوکرانی

تھانے میں گئی ہے ۔۔۔"

"تھانے میں کیوں ۔۔۔ ؟"

"رپٹ لکھانے۔ اس کے سنگ پان والے کی دوکان پر کسی نے مسکری کی تھی۔"

"گھر میں کوئی نہیں ہے ۔۔۔ ؟"

"نہیں جی تالا لگا کے گئی ہیں ۔۔"

پربھا نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"تو اب کیا کریں ۔۔۔ ؟"

"بیٹھو واپس موٹر سائیکل پر لیتا ہوں ۔۔"

پربھا ساڑی سنبھال کر پھر پیچھے بیٹھ گئی۔ اس کے ہاتھ پھر ہریش کی کمر پر آگئے۔ ہریش نے موٹر سائیکل آگے نکالی۔ آہستہ آہستہ رفتار تیز کر دی۔ گلیں۔ سڑکیں۔ بازار۔ بنگلوں کی قطاریں۔ مکان۔ مکانات پیچھے رہ گئے۔ اب دور دور تک کھیت تھے۔ اور پیڑوں کی قطاریں ۔۔ پربھا کو تشویش ہونے لگی ۔۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں ۔۔۔ ؟"

"جہاں جا رہے ہیں ۔۔ وہاں جانا پسند نہ ہو تو موٹر سائیکل سے اتر جاؤ۔ تاکہ ہڈی پسلی ٹوٹ جائیں ۔۔"

پربھا نے غصّے سے پوچھا۔ اور اپنی گرفت ہریش کی کمر کے گرد اور مضبوط کر دی۔

"بہت ہوشیار معلوم ہوتی ہو"

"موٹر سائیکل واپس کر لو۔ میں اپنے گھر جاؤں گی ——"

"گھر بھی لے چلیں گے مگر۔۔۔۔۔؟"

"مگر کیا ——؟" پربھا وحشتناک لہجہ میں بولی۔

"کچھ نہیں" ہریش کی آواز میں ہنسی تھی۔ ایسی ہنسی جو پربھا کو بہت بُری معلوم ہوئی۔

اب چھدرے جنگل کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ سڑک بل کھاتی ہوئی ایک پہاڑی کے دامن سے لگی لگی اونچائی پر جانے لگی۔ اونچائی سے پھر نشیب کو ہوئی۔ درخت گھنے ہوتے گئے۔ ہرا ہرا خوشگوار سناٹا اور خنک ہوا۔ اور —— اور کہیں کہیں نظر نہ آنے والے پرندے کی صدا فضا میں ابھر کر ڈوبتی ہوئی محسوس ہوئی۔

پربھا مسکرا دی۔ یکایک دُور نیچے اسے چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے دامن میں نیلے پانیوں والی جھیل کی جھلک دکھائی دی۔ پھر چاروں طرف گھومتا ہوا جنگل چھا گیا۔ ہریش نے اب اپنے موٹر سائیکل کی رفتار دھیمی کر دی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چکر کھاتی ہوئی سڑک پر نشیب میں اتر رہا تھا۔ یک وقت ایک موڑ پر نیا منظر کھل گیا۔

سامنے صاف شفاف نو تسر جھیل چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے دامن میں لبالب بھری نظر آ رہی تھی۔ چاروں طرف پہاڑیوں کا سلسلہ تھا۔ اور ہرے بھرے مرغزار اور جنگل۔ ہریش نے کیفے ٹیریا کے پاس اپنی موٹر سائیکل

کھڑی کی اور اتر کر بولا۔
"کچھ سنیکس SNAKS لے لیں۔"
پربھا نے کوئی جواب نہ دیا۔ ہریش نے چند لفافے تھیلیوں میں کچھ کھانے کی چیزیں لے لیں۔ یونہی ٹونگنے کے لیے کچھ چپس، سینڈوچ۔ کچھ کاجو کچھ سموسے۔ دال موٹ تھیلیاں لے کر واپس آیا۔ تو اس کی موٹر سائیکل کے پاس پربھا نہ تھی۔
یکایک اس کی نگاہ کچی پگڈنڈی پر پڑی۔ جس کے دو رویہ گل مہر کے پیڑوں سے گھرے ہوئے ٹیڑھے ٹیڑھے راستہ پر پربھا چلی جا رہی تھی۔ اس نے تیز تیز قدم بڑھا کر اسے جا لیا۔
"معلوم ہوتا ہے اس سے پہلے بھی تم یہاں کسی کے ساتھ آچکی ہو"
"اور تم نہیں آئے ہو کیا ؟"
"میں بھی آچکا ہوں"
پربھا بولی "آج کل عشق ہو۔ ریپ ہو۔ خودکشی ہو۔ کسی حرکت میں کوئی مزہ ہی نہیں رہا۔ سب جگہیں جانی پہچانی ہیں۔ وہی طریقے۔ وہی باتیں۔ وہی نتیجے، ایسے میں کوئی کرے تو کیا کرے۔"
"کاجو کھاؤ۔" ہریش نے بھنے ہوئے کاجو کی ایک تھیلی آگے بڑھا دی۔
پربھا نے تھیلی کو ایک جگہ سے دانت سے کاٹ کر سوراخ کیا۔ اور کاجو نکال کر ہتھیلی پہ رکھے۔ پھر منہ میں رکھ لیے۔ ہولے ہولے چبانے لگی۔

اور چلتے چلتے ایک چھوٹے سے خوبصورت مرغزار کی طرف دیکھ کر بولی۔

"ڈیپ کے لیے یہ جگہ کیسی رہے گی ــــ ؟"

ہریش نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔

"چاروں طرف سے کھلی ہے ــــ"

پربھا آگے بڑھ گئی۔ بولی۔

"اب ایک چکن سینڈوچ بھی دے دو۔ بھوک لگ رہی ہے"

ہریش نے سینڈوچ اس کے ہاتھ پر رکھے۔ وہ ہولے ہولے سینڈوچ کھٹکنے لگی۔ ترچھی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی

"اب یہاں سے ذرا بائیں کو چلیں اوپر۔"

"چلو" ہریش نے آہستہ سے کہا۔

درخت گھنے ہوتے جا رہے تھے۔ جنگلی آم۔ اور دسبیٹ اور ڈھاس کے بڑے پتوں والے پیڑ اور جھاڑیوں پر گہری بیلیں۔ اور اونچے اونچے ٹیلوں پر ناگ پھنی کی خاردار جھاڑیاں اور ان سب کے بیچ میں ہری ہری دوب کا ایک خوبصورت قطعہ۔ . . . . . .

"یہ ــــ ؟" پربھا نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے ترچھی نگاہوں سے ہریش کو دیکھا۔

"ہاں یہ آئیڈیل جگہ ہے ــــ"

ہریش نے مسکرا کر کہا " مگر تمہیں کیسے معلوم ــــ ؟"

"میں ایک ماڈرن لڑکی ہوں۔"

پربھا بولی "مجھے سب معلوم رہتا ہے۔"

"تو آؤ یہاں بیٹھ جائیں ——"

"ہاں پہلے بیٹھ جائیں۔ اچھی اچھی میٹھی میٹھی باتیں کریں۔"

"پربھا بولی۔ دلوں کو گرمائیں۔ فضا کو مہکائیں۔ آنکھوں میں کیفیت لائیں۔"

ہریش نے جیب سے رومال نکال کر پربھا کے لیے بچھا دیا۔

پربھا بولی "اس تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔"

مگر رومال پر بیٹھ گئی۔ پھر بولی۔

"سب سے پہلے ایک آہ کھینچو۔ پھر ایک شعر پڑھو۔"

"پھر ——" ہریش نے پوچھا۔

"پھر میرا ہاتھ پکڑ کر ہونٹوں تک لے جاؤ۔ میں انکار کروں۔ تو اصرار کرو۔ اور پھر ——"

وہ چپ ہو گئی۔

"پھر ——؟" ہریش نے پھر مسکرا کر پوچھا۔

"پھر میرے کان کے قریب اپنے ہونٹ لے جا کر ازلی اور ابدی محبت کی وہ تقریر دہراؤ جو تم نے ایسے موقعوں کے لئے رٹ رکھی ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی سانسوں کے درمیان سرگوشیوں میں شہد بھرے لہجہ میں یاس و حسرت سے چور آواز میں وہ سب کچھ کہہ ڈالو جو ایسے موقعوں کے لیے کہا جاتا ہے۔"

ہرلیش نے پربھا کے قریب جا کر کہا۔

" اور اس پر بھی اگر تم نہ مانو تو — ؟ "

" تو بس۔ ایک ہی راستہ ہے۔ ریپ "

پربھا کے قدرے ترش لہجہ نے جیسے ہرلیش کو ڈس لیا ہو۔ وہ ذرا سا پرے ہو گیا۔

بولا " سچ سچ بتاؤ۔ تم مجھ سے پہلے یہاں کس کے ساتھ آچکی ہو — ؟ "

" کوئی ایک ہو تو بتاؤں — "

ہرلیش حیرت زدہ ہو کر پربھا کی طرف دیکھنے لگا۔

ہرلیش اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

پربھا بیٹھی رہی۔ بیٹھے بیٹھے اس نے ابرو اٹھا کے دیکھا۔

بولی " کیا ہوا ارادہ بدل دیا — ؟ "

ہرلیش گھوم گیا۔ مرغزار سے باہر نکل گیا۔ پربھا کچھ حیرت سے کچھ مسرت سے مسکرائی۔ پھر وہ بھی اٹھ کر اس کے پیچھے ہولی۔

ہرلیش لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا جھیل کے کنارے کنارے جا رہا تھا۔

پربھا بھاگ کر اس سے جا ملی۔

" خفا کیوں ہوتے ہو " پربھا نے چہک کر کہا۔

" ہم کوئی دوسری جگہ دیکھ سکتے ہیں۔ جہاں آج تک کوئی ریپ نہ ہوا ہو؟ "

" اس کی کیا گارنٹی ہے۔ دراصل آج کل سب خوبصورت جگہیں ہم سے پہلے دوسرے لوگوں کے مصرف میں آچکی ہیں۔ اس جھیل کے پانی میں

کتنی ہی پرانی محبتوں کا عکس ہے۔ اس کی فضا میں کتنے دہرائے ہوئے فقرے بور ہو کر گھوم رہے ہیں۔ ان مرغزاروں کی گھاس پر کتنے اقرار۔ کتنے ریپ۔ کتنے وصال باسی ہو کر اپنے پرانے پوشیدہ زرد چہرے لیے ہانپ رہے ہیں۔ میں انہیں تقریباً دیکھ سکتی ہوں۔ اور وہ ہم دونوں کو دیکھ رہے ہیں کہ کیا یہ لوگ بھی وہی حرکت کرنے والے ہیں۔ ؟ لگتا ہے وہ ابھی قہقہہ مار کر ہم دونوں پر ہنس دیں گے۔ میرا خیال ہے۔ وہ ہنس رہے ہیں۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ جیسے کان لگا کر سُن رہی ہو"

پھر بولی۔

"سُنا تم نے۔ ؟ وہ قہقہہ۔۔۔۔ ؟"

ہرلیش خاموشی سے آگے چلتا گیا۔ آگے ذرا اونچائی تھی۔ اس کنارے پر جھیل کے اندر کوئی ایک فرلانگ تک ایک پُل چلا گیا تھا۔ یہاں سے جھیل کا منظر سب سے اچھا دکھائی دیتا تھا۔

پربھا جنگلے پر جھک کر نیچے دیکھنے لگی۔ کئی پل خاموش دیکھنے کے بعد ایک عجیب سے گھٹے ہوئے لہجہ میں بولی۔

"تانیا۔ باہر نکل آؤ۔"

"تانیا۔ ؟" ہرلیش کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"ہاں تانیا شولز۔۔۔۔ میری سہیلی تھی۔ صوفیا میں تھی۔ دیو کمار سے اس کی بڑی گہری دوستی تھی۔ وہ مرغزار جو میں نے تمہیں دکھایا۔ وہ ان ہی کی دوستی کی یادگار ہے۔" وہ رک گئی۔

"پھر — اس پُل سے چھلانگ لگا کر اس نے خودکشی کی تھی۔ اس نے فقرہ ختم کر دیا۔ اور جنگلے سے مُڑ کر سیدھے ہرلیش کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

ہرلیش نے ساری تھیلیاں جھیل میں گرا دیں۔ ایک ایک کر کے سنیکس پانی میں ڈوبنے لگے۔ وہ اخبار میں تانیا کی خودکشی کی خبر پڑھ چکا تھا وجہ آج معلوم ہوئی۔

پربھا نے پوچھا "یہ کیا کیا تم نے —؟"

"مچھلیاں کھائیں گی" وہ بولا۔

"آؤ واپس چلیں" وہ بولی "خالی ہاتھ۔ چچ چچ .... تھو ہے تمہاری مردانگی پر"

ہرلیش نے پلٹ کر اسے زور سے دونوں بازوؤں میں جکڑ لیا۔ "تانیا اور دیو کمار کا قصہ معلوم ہے۔ اس پر بھی تم دیو کمار پر مرتی ہو —؟"

"آجکل کوئی کسی پر نہیں مرتا۔ میں نے تو دیو کمار سے اس لیے دوستی کی ہے کہ اسے تانیا کی خودکشی کا مزہ چکھاؤں گی۔ ورنہ میں دیو کمار سے تمہی محبت کرتی ہوں جتنی تم رجنی تیواری سے کرتے ہو"

"میں تو نہیں کرتا"

"تو پھر کس سے کرتے ہو —؟"

"جس سے کرتا ہوں۔ اُسے آج دل کی بات کہنے کو یہاں لایا تھا مگر ....."

"مگر کیا — ؟" پربھا ہریش کا سنجیدہ چہرہ دیکھ کر گھبرا گئی۔

"مگر وہ کہتی ہے کہ یہ سب لفظ پرانے ہیں۔ تو میں کیا کروں نئے لفظ کہاں سے لاؤں۔ اس دنیا میں سارے لفظ پرانے ہیں۔ سارے جذبے قدیم ہیں۔ سارے بوسے پہلے کے چکھے ہوئے ہیں —"

"کوئی نئی بات کرو تو جانو تم سچے ہو۔ ایسے تو آج تک تم نے کبھی میری طرف نگاہ بھی نہیں ڈالی —"

"تم کہاں مجھے لفٹ دیتی تھیں۔ کالج کے دوسرے چھوکروں کے سنگ گھومتی تھیں۔

"میں اس لیے گھومتی تھی کہ تم دوسری لڑکیوں پر زیادہ توجہ دیتے تھے۔"

"یعنی —" ہریش کا چہرہ کھل گیا۔

"کیا تم بھی دل ہی دل میں — ؟"

"ہرگز نہیں —" پربھا فوراً بول اٹھی۔ ہریش نے خوشی سے اسے بازوؤں میں اٹھا لیا۔

"ارے ارے کیا کرتے ہو —" وہ خوف سے چلّائی۔

ہریش نے اسے اٹھا کر پل پر سے نیچے جھیل کے پانی میں پھینک دیا۔ پربھا جھیل کے پانیوں میں ڈوب گئی۔

پھر دوسرے لمحہ ہریش نے بھی پانی میں چھلانگ لگا دی۔ دونوں پانی کے اندر مل گئے۔ ہریش نے کمال مشّاقی سے پربھا کے جسم کو اپنی بانہوں کا سہارا دے کر پانی کی سطح سے اوپر لا کر کہا۔

"اب لو لو ہو گئی نئی بات ——؟"

پربھا نے منہ کھول کر پانی کی پچکاری ہریش کے منہ پر چھوڑ دی۔ ہریش نے پھر اسے غوطہ دیا۔ مگر پربھا بھی بہت اچھی تیراک تھی۔ اب وہ تڑپ کر اس کی گرفت سے نکل گئی اور تیرتے تیرتے کنارے کی طرف جانے لگی۔ جاتے جاتے بولی۔

"میری ساڑی اتر گئی ہے اسے لیتے آؤ ——"

"رہنے دو پانی میں ——" ہریش بازو زور زور سے چلاتے ہوئے بولا۔

"کوئی جل پری پہن لے گی ——"

"کیوں کیا میں تمہیں اس وقت جل پری نہیں دکھائی دیتی ہوں ——؟"

"واہ —— کیا جل پری بھی پیٹی کوٹ پہنتی ہے ——"

"بے شرم ——" پربھا نے پانی کی ایک اچھال اس کی طرف پھینکی۔ اور جانے کیا سوچ کر پربھا کے گال گلابی ہوتے گئے اور ان گلابی شرم سے لالہ گوں رخساروں کو دیکھ کر جانے کس طرح ہریش کو بھی شرم سی آ گئی۔ وہ پربھا سے دور کنارے پر رکا۔ اور جلدی جلدی چلتا ہوا آگل مہر کے ایک پیڑ سے ٹیک لگا پربھا کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گیا۔ پربھا کی ساڑی اس نے کنارے پر پھینک دی تھی۔ اس کے بعد پربھا اس کے پاس آئی۔ اس نے وہی گیلی ساڑی پہن رکھی تھی۔ جو اب اس قابل ہو گئی تھی کہ اسے پہنا جا سکے۔ پھر بھی بدن سے چپک رہی تھی۔ پربھا نے اکڑوں بیٹھے ہوئے ہریش کے کھردرے سوکھے بالوں کو سہلاتے

ہوئے پوچھا۔

"اب گھر نہیں چلوگے ــــ ؟"

ہریش اٹھ بیٹھا۔ اب کچھ شرم سار معلوم ہوتا تھا۔ پربھا کی طرف بالکل نہیں دیکھ رہا تھا۔ پربھا کو اس وقت اس کا نہ دیکھنا بہت اچھا لگا۔

موٹر سائیکل پر بٹھا کر وہ اسے اپنے گھر لے گیا۔ تاکہ پربھا یہ گیلی ساڑی اتار کے کوئی دوسری ساڑی پہن سکے۔ راستہ میں کوئی بات نہ ہوئی۔ اس کی ماں نے پربھا کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس کے لیے اپنی لڑکی کا بلاؤز اور اچھی ساڑی نکال کے دی۔ غسل خانے میں لے گئی۔ نیا تولیہ اور صابن نکال کر دیا۔

اچھی طرح بن سنور کے پربھا جب باہر سے تیار ہوئی۔ بولی۔

"وہ دیوبے چارا اپنے گھر پر میرا انتظار کرتا ہوگا۔"

ہریش نے کہا۔

"اسے ٹیلی فون کر دو۔"

ہریش نے ٹیلیفون کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

پربھا ٹیلی فون کی طرف بڑھ گئی۔

ہریش نے پوچھا

"کیا کہوگی ــــ ؟"

پربھا نے مڑ کر اس کی طرف بڑے گمبھیر لہجہ میں کہا۔

"کہوں گی جانا تھا تمہارے گھر آگئی کسی اور کے گھر ــــ"

دوسرا باب

نوکروں کی ایک قسم ہوتی ہے۔ جو نوکروں اور دوست کے بیچ کی ہوتی ہے، یعنی جب چاہا اسے دوست بنا کے صوفے پر بٹھا لیا۔ جب چاہا اسے سامنے کھڑا کر کے نوکروں کی طرح ڈانٹ دیا۔ ہریش بابو کے یہاں بالو کی تقرری یہی پوزیشن تھی۔ وہ دسویں جماعت پاس تھا۔ اور بے حد ذہین۔ چالاک۔ باتونی اور پھرتیلا تھا۔ اسی لیے ہریش کا منہ چڑھا تھا۔

بالو نے ہریش بابو کو اس قدر شیشے میں اتار لیا تھا۔ کہ وہ ہر بات میں اس سے صلاح لیتے تھے۔ گھر بھر میں وہی اس کا ہم راز تھا۔ گھر کے دوسرے نوکر بالو کی تحویل میں تھے۔

اسے سب سے زیادہ تنخواہ ملتی تھی۔ اس پر ہریش ہر ماہ اسے اپنی جیب سے الگ دیتے تھے۔ بالو اس قدر ہوشیار تھا کہ اس نے ہریش بابو

کے علاوہ ان کے ماں باپ کو بھی اپنی مٹھی میں کر رکھا تھا۔
اور سب سے بڑی چالاکی اس میں یہ تھی کہ بے حد ایماندار نوکر تھا۔ کبھی ایک پائی ادھر سے ادھر نہ کرتا تھا۔ جو نوکر ایماندار نہیں ہوتے وہ بڑے بے وقوف ہوتے ہیں۔ بالو نے دو تین غلط تجربے کر کے ایمانداری کو اپنا لیا تھا۔ ایمانداری غریبوں میں ایک اعلیٰ وصف ہے۔ امیروں میں ایک ناقابل معافی کمزوری ..... بالو نے ویسے ہی نہیں بلکہ خوب سوچ سمجھ کے اپنی حیثیت دیکھ کر ایمانداری کا سہارا لیا تھا۔

ہریش بابو کے غسل خانے کا داش بیسن ٹوٹ گیا تھا۔ بالو پلمبر کو کل آنے کے لیئے کہہ کر واپس آ رہا تھا۔ جب اس نے گھر کے باہر ہریش بابو کو کسی لڑکی کے ساتھ کھڑے باتیں کرتے دیکھا۔ ہریش بابو کی ماں بھی اس لڑکی کے قریب کھڑی اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہہ رہی تھی۔

"پربھا بیٹی تیری ماں تو آج کل ہم سے نہیں ملتی۔ کبھی ہم دونوں بہت پکی سہیلیاں تھیں۔ ان سے کہنا کہ اگلی ایکادشی میں اکٹھے برت رکھیں گے اور مندر چلیں گے۔

"اچھا ماں جی کہہ دوں گی ــــ" کہہ کر پربھا نے جھک کر ہریش کی ماں کا آشیرواد لیا۔ پھر ساڑی کا پلو کھینچ کر سر پر رکھا اور جانے کے لیے مڑی۔

اتنے میں ہریش کی نظر بالو پر پڑ گئی بولا۔

"پربھا تم بالو کو ساتھ لیتی جاؤ۔ شام گہری ہوتی جا رہی ہے۔"

"کہو تو ٹیکسی منگا دوں ۔"

"نہیں ٹیکسی کی ضرورت نہیں ہے ۔"

پربھا بولی "گھر کون سا دور ہے ۔ یہ دو قدم پر تو ہے ۔ تمہارا نوکر ساتھ لیے جاتی ہوں ۔"

کہنے کو تو دو قدم کا فاصلہ تھا ۔ مگر یوں دوری بہت تھی ۔ کیوں کہ ہریش کا گھر وہاں واقع تھا جہاں شہر ختم ہوتا تھا اور پربھا کے ماں باپ کا گھر وہاں تھا جہاں سے سول لائنز کا علاقہ شروع ہوتا تھا ۔ ہریش کے باپ کی حویلی تھی ۔ اور پربھا کے باپ کی کوٹھی تھی ۔ اور حویلی اور کوٹھی چاہے پاس پاس ہوں فاصلہ بہت بڑھ جاتا ہے ۔

مگر یہ لڑکی ہے کون ۔" ؟ بالو پربھا کے ساتھ چلتے چلتے سوچنے لگا ۔ میں نے اسے آج تک اپنے گھر میں آتے نہیں دیکھا ۔ یوں تو ہریش بابو کے سنگ ایک سے ایک طرح دار لڑکی گھومتی تھی مگر اس لڑکی کی بات ہی کچھ اور ہے اور اس کی چال ہر قدم پر فتنے جگاتی ہے ۔

دراصل ایسی لڑکی کو کبھی موٹر یا ٹیکسی میں نہیں بیٹھنا چاہیئے ۔ صرف پیدل چلنا چاہیئے اور پھر بلوے کو روکنے کے لیئے پولیس کو بلوانا چاہیئے ۔

"مگر یہ لڑکی ہے کون ۔"؟ آخر بالو نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا ۔

"بی بی جی ۔ آپ کیا ہریش بابو کے سنگ کالج میں پڑھتی ہیں ۔ ؟"

"ہاں ۔" پربھا بولی ۔ مگر ان سے ایک کلاس پیچھے ہوں ۔"

"جبھی " بالو سر ہلا کے بولا۔

"آپ کو اس سے پہلے کبھی اپنے گھر آتے نہیں دیکھا۔؟"

"کیا ان کی کلاس کی بہت سی لڑکیاں ہرلیش بالو کے گھر آتی ہیں۔"؟ پربھا نے پوچھا۔

پربھا نے بہت کوشش کی کہ اس کا لہجہ غیر معمولی نہ سنائی دے۔ اس پر بھی بالو اُس کے لہجہ میں چھپی ہوئی اقامت بھانپ گیا۔

بولا۔" آتی تو بہت تھیں پر۔" اتنا کہہ کر رُک گیا اور پربھا کا سر سے پاؤں تک جائزہ لے کر بولا۔

"پر اب شاید کوئی نہ آئے گی۔"

پربھا خوشی سے کھل گئی۔ مگر اس نے منہ پھیر لیا۔ کہیں بالو اس کے چہرے کی سُرخی نہ دیکھ لے۔ کچھ عرصہ تک دونوں خاموش رہے چلے۔ پھر بالو نے بڑے مسکین لہجہ میں پوچھا۔

"بی بی جی ۔آپ شاید دیو کی نندن بالو کی لڑکی ہیں۔ جن کی ریڈیو کی ایجنسی ہے۔؟"

"نہیں رے " پربھا جلدی سے ہاتھ ہلا کے بولی" میں سیٹھ ڈھیرومل کی بیٹی ہوں۔"

"اوہ " بالو نے مرعوب ہو کر کہا۔

"جو بڑے ٹھیکیدار ہیں۔ جن کے کئی سرکاری بلڈنگوں کے ٹھیکے چلتے ہیں" پربھا نے بڑے فخر سے سر ہلایا۔

وہی نا — ؟ بیربل روڈ پر جن کی بڑی کوٹھی ہے ۔

" ہاں وہی وہی — " پربھا نے دوبارہ سر ہلا کے کہا ۔

اس کوٹھی کو بالو اچھی طرح سے پہچانتا تھا ۔ کیونکہ اس کوٹھی سے اکثر ایک شوخ رشنگ لونڈیا ہاتھوں میں رنگین پلاسٹک کا تھیلہ لیئے نکلا کرتی تھی ۔ بڑی تیز اور طرارہ لونڈیا تھی ، نوکر پیشہ میں اس کی بڑی دھوم تھی ۔ چمیلی نام تھا ۔ اکثر بازار میں مارکیٹ میں ۔ پان والے کی دکان پر بالو کو مل جایا کرتی تھی ۔ مگر پھٹے پہ ہاتھ نہیں رکھنے دیتی تھی ۔ بالو نے اس سے راہ و رسم بڑھانے کی کئی بار کوشش کی ۔ مگر چمیلی ہمیشہ اس کا منہ چڑا کر چلی گئی ۔ کبھی یونہی بھی بھولی بن کر ایسے انجان بننے میں اپنی بڑی بڑی آنکھیں اس کی آنکھوں میں ڈال کے دیکھتی تھی ۔ کہ دل بے قابو ہونے لگتا تھا ۔ اسے دل لینے کی سب ادائیں یاد تھیں ۔ خوبصورت عورتیں شاید جنم ہی سے من موہنی اداؤں کا کورس پاس کر کے آتی ہیں ۔ کپڑے بھی اس کے عمدہ ہوتے تھے ۔ بالکل بالو کے جوڑ کی تھی ۔ مگر بالو کو منہ نہیں لگاتی تھی ۔ ہر وار خالی دیتی تھی ۔ جانے کیوں — ؟ کسی دوسرے کے سنگ بھی اس کی کوئی بات نہیں سنی گئی ۔

اب دیکھیں گے — بالو نے سوچا ۔ پہلے تو دونوں گھروں میں آنا جانا نہیں تھا ۔ ٹھیک سے بات چیت کرنے کا موقع بھی نہ ملتا تھا ۔ اب دیکھیں گے یہی سوچتے سوچتے بیربل روڈ کا ناکہ آ گیا ۔

سیٹھ ڈھیرو مل کی کوٹھی میں اندھیرا تھا ۔ چمیلی باہر سنگِ مرمر

کے زینے پر کھڑی قدم بڑھانے کو ہی تھی کہ سامنے سے پربھا کو آتے دیکھ کر رک گئی۔

"کوٹھی میں اندھیرا کیوں ہے ۔ ؟"

پربھا نے آتے ہی پوچھا۔

"شاید مین فیوز اڑ گیا ہے"

چمیلی بولی۔

"تو اب تک کسی بجلی والے کو کیوں نہیں بلایا ۔ ؟"

"کم بخت فون بھی خراب ہے ۔"

چمیلی ذرا اٹھلا کر بولی۔

"اب جا رہی تھی کسی کو بلانے ۔ اوہ .... یکایک اس نے بالو کو دیکھ لیا جو پربھا کے ساتھ پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ چمیلی ٹھٹھک گئی۔

پربھا نے بالو کی طرف دیکھ کر کہا۔ "تم جا سکتے ہو۔"

بالو بولا۔ "میں فیوز لگا لیتا ہوں۔ بجلی کا سب کام جانتا ہوں"

پربھا نے اطمینان کا ایک سانس لے کر کہا۔

"تو اندر چلو"

ہال کمرے میں بھی گھپ اندھیرا تھا۔

"مین سوئچ کدھر ہے ۔ ؟" بالو نے پوچھا۔

"ادھر سیڑھیوں کے پیچھے ہے ۔"

پربھا نے جواب دیا۔

"سیڑھیاں کدھر ہیں ــــ"؟ بالو کو اس اندھیرے میں کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا۔

"دیاسلائی۔ دیاسلائی ــــ"

پربھا نے حکم دیا۔

بالو نے جیب سے دیا سلائی نکال کر جلائی۔ پربھا نے اس روشنی میں سیڑھیوں کے پہلے زینے کو جالیا۔ یہ سیڑھیاں چکر کھاتی ہوئی اوپر کی منزل کو جارہی تھیں۔

پربھا نے ریلنگ پر ہاتھ رکھ کر چمیلی سے کہا "اسے مین سوئچ دکھاؤ" اور اوپر جانے لگی۔ اس کے اپنے گھر کی سیڑھیاں تھیں۔ وہ اندھیرے میں بھی اوپر جاسکتی تھی۔ مگر بالو دیاسلائی جلا جلا کر اسے راستہ دکھاتا رہا۔ جب پربھا اوپر کی منزل میں غائب ہوگئی۔ تو اس کی دیاسلائی بجھ گئی۔ اور اس نے اپنے پاس کھڑی چمیلی کی کمر میں ہاتھ ڈال لیا۔

"ہشت ــــ" چمیلی نے اندھیرے میں اس کا ہاتھ پرے دھکیلنے کی کوشش کی۔ مگر بالو کے ہاتھ کی گرفت کمر پر اور مضبوط ہوگئی۔

"ارے کیا کر رہے تم ــــ"؟ چمیلی خفا ہوکر سرگوشی میں اس سے بولی۔

"مین سوئچ ڈھونڈ رہا ہوں ــــ"

بالو بولا۔

"وہ تو سیڑھیوں کے پیچھے ہے ادھر ــــ"

"میں راستہ نہیں جانتا۔ تم دکھاؤ۔"
"دکھاتی ہوں۔ پر تم ہاتھ یہاں تو نہ رکھو۔ کوئی دیکھ لے گا۔"
"اس اندھیرے میں کون دیکھتا ہے۔" بالو ذرا سا ہنسا۔
"آج فالو میں آئی ہو۔"
"میں چیخ دوں گی۔" چمیلی نے دھمکی دی۔
"واقعی چیخ تو سکتی ہے۔ فضیحتا ہو جائے گا۔"
بالو نے سوچا۔ اور سوچ کر فوراً تو نہیں مگر آہستہ سے اس کی کمر چھوڑ دی۔ اور ہاتھ پکڑ لیا۔ بولا۔
"کم بخت اس اندھیرے میں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ چلو اب تم میں سوئچ دکھاؤ۔"
چمیلی اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر چلی۔ چلتے چلتے دبی ہوئی ہنسی میں بولی۔ "ڈر گئے۔"
بالو کو محسوس ہوا کہ اس نے کمر چھوڑ کر غلطی کی۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ چپ رہا۔ چند قدم چلنے کے بعد چمیلی رک گئی۔
"دیا سلائی جلاؤ۔"
بالو نے دیا سلائی جلائی۔ اس کی روشنی میں چمیلی نے اشارہ کر کے کہا۔
"وہ رہا میں سوئچ۔"
پھر دیا سلائی بجھ گئی۔
اب بالو اور چمیلی سیڑھیوں کے تاریک عقبی گوشے میں کھڑے تھے۔

بالو نے کھینچ کر چمیلی کو اپنے بے حد قریب کر لیا۔ چمیلی نے تڑپ کر نکلنے کی بہت کوشش کی۔ مگر بالو نے اسے اپنے سینے سے لپٹا کر اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیئے۔

بہت دیر کے بعد چمیلی نے بالو سے پوچھا۔

"تمہارے ہونٹ جلتے کیوں ہیں ـــــ؟"

"پیاسے جو ہیں ـــ"

چمیلی کچھ دیر اس کے ساتھ لگی کھڑی رہی۔ پھر آہستہ سے اس الگ ہو کر بولی۔

"ٹھہرو میں بیٹری لاتی ہوں ـــــ"

"لے آؤ ـــ" ویسے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر میں ایک تار بجلی کا تمہاری دائیں آنکھ کے کونے سے اور دوسرا تار بائیں آنکھ کے کونے سے لگا دوں تو سارے گھر میں چکا چوند ہو جائے۔

جس گھر میں یہ دو آنکھیں ہوں وہاں روشنی کی کیا ضرورت ہے۔

"معلوم ہوتا ہے تم بجلی وجلی کا کام نہیں جانتے ـــ" چمیلی نے تنک کر کہا۔

"محض مجھے دیکھ کر تم نے بہانہ کر لیا تھا ـــ"

"نہیں تم بیٹری لے کے آؤ۔ میں دیکھ لیتا ہوں ـــ کہاں فیوز اڑا ہے"

"تمہارے دماغ کا فیوز اُڑ گیا ہے۔"

چمیلی نے ہاتھ چھڑا کر اس سے کہا۔

اور بیٹری لانے اوپر چلی گئی۔ مگر جب چمیلی اوپر سے آئی۔ بالو نے دیا سلائی کی روشنی میں دیکھ لیا تھا کہ کہاں خرابی ہے۔ اور جب چمیلی بیٹری لے کر آہستہ آہستہ مٹک مٹک کر سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ تو یکا یک اس کے چاروں طرف روشنی پھیل گئی۔

"فیوز بھی نہیں اڑا تھا" بالو نے سیڑھیوں کے پیچھے سے نکلتے ہوئے اسے بتایا۔

"پھر کیا ہوا تھا ——؟"

"ایک پیچ ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ میں نے چاقو کی نوک سے کس دیا۔"

"تمہارے دماغ کے پیچ بھی کسنے والے ہیں ——"

جواب میں بالو نے چاقو اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

"چلو۔ چلو" چمیلی نے اسے ہال کمرے سے باہر نکلنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اب گھر جاؤ۔ بہت پھسلنے لگے ہو تم"

بالو نے کہا۔

"اب تو ملاقات ہوا کرے گی"

"کیوں ——" چمیلی کی بھنویں تن گئیں۔

"اک ذرا سا اندھیرے سے کیا فائدہ اٹھا لیا کہ قبضہ ہی جمانے لگے"

"تمہاری پربھا دیوی ہمارے ہریش بالو سے مل کر آئی ہیں۔ اس لیے

آنا جانا تو شروع ہو ہی جائے گا۔ خط پتر تو بندہ ہی لائے گا۔ اور سرکار کے ہاتھ میں تھما دیا کرے گا۔ اس لیے بھی ہمارا اور آپ کا میل جول ضروری ہے۔"

"ارے واہ" چمیلی بالو کو دروازے سے دھکیل کر بولی۔

"ہماری پربھا رانی ایسی نہیں ہیں۔ کسی کام گئی ہوں گی۔ ایک دنیا ان کے پیچھے دیوانی ہے۔"

"ہمارے ہریش بالو بھی کوئی ایسے ویسے نہیں ہیں۔ لڑکیاں قطار باندھے کھڑی رہتی ہیں۔"

"ارے جاؤ — جاؤ — کیا تم کیا تمہارے ہریش بالو۔ دیکھ لیں گے دونوں کو —"

بالو نے چمیلی کے پھڑکتے ہونٹوں کو دیکھ کر کہا۔

"پر میرے ہونٹ ابھی تک جلتے ہیں۔"

چمیلی نے اسے دھکا دے کر کہا دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ مگر اس کی جرأت پر مسکرا دی۔

بالو عام نوکروں کی طرح نہ تھا۔ انہیں تو وہ لفٹ ہی نہ دیتی تھی۔ مگر یہ پڑھا لکھا بھی معلوم دیتا ہے۔ مگر ہے بڑا چالاک۔ بہت ہوشیاری کے ساتھ اس کے سنگ کھیل کھیلنا ہوگا ورنہ راستہ ہی میں لٹ جاؤ گی چمپو رانی سمجھیں چمیلی نے اپنے آپ کو سمجھاتے ہوئے سیڑھیوں کے اوپر مٹک مٹک کر چڑھنے لگی۔ حالانکہ کوئی دیکھ نہیں رہا تھا۔ مگر عادت جو پڑ گئی تھی۔

تیسرا باب

"تم پھر آ گئے ——"

بالو کو دیکھ کر چمیلی نے کہا۔

پچھلے دو تین مہینے سے چمیلی کا یہ وطیرہ ہو گیا تھا۔ کہ جونہی بالو اس سے ملنے کے لیے آتا۔ وہ اس سے یہ سوال ضرور کرتی تھی۔ اور بالو بھی کسی نہ کسی بہانے تیسرے چوتھے روز کوٹھی میں آ ہی جاتا تھا۔

کبھی ہرلیش بالو کا کوئی پیغام لے کر۔ کبھی دوسرا بہانہ کر کے۔ اور آتے ہی ہر بار چمیلی اس سے یہ سوال ضرور کر بیٹھتی تھی۔

"تم پھر آ گئے ——"

"آ گئے ہیں تو م کام سے آئے ہیں۔ نہیں تو کیا تیری صورت دیکھنے آئے ہیں؟" بالو نے بھی اسی تیزی سے جواب دیا۔ جس تیزی سے چمیلی نے سوال

کیا تھا۔

پھر جیب سے ایک چٹھی نکال کر چمیلی کو دی۔ اور بولا۔

"اپنی میم صاحب کو پہنچا دو۔ مگر کسی کو پتہ نہ چلے۔ جواب بھی مانگا ہے"

چمیلی چٹھی لے کر اوپر چلی۔ چلتے چلتے رک گئی۔ دوسرے ہاتھ میں جھولتا ہوا جھاڑن بالو کے کندھے پر رکھ کر بولی۔

"جب تک تم اس ہال کے فرنیچر کی جھاڑ پونچھ کرو"

بالو کے چہرے پر ایک مجبور سی مسکراہٹ آئی۔ اس نے جھاڑن ہاتھ میں لے لیا۔ چمیلی کو لہے مٹکاتی چلی۔ بالو نے آواز دے کر کہا۔

"ذرا سنبھل کے موری سانولی۔ ذرا سنبھل کے"

سیڑھیوں پر چڑھتے چڑھتے چمیلی نے مکا دکھایا "میں مار بیٹھوں گی"

مگر یکایک وہ سنجیدہ ہو گئی۔ اور مسکین چال چلنے لگی۔ کیونکہ اوپر سے سیٹھ ڈھیرومل کوئی پینتیس چالیس سال کے ایک بانکے چھبیلے کے ساتھ چلے آ رہے تھے۔ اور سیڑھیاں اترنے کے لیے قدم رکھ ہی رہے تھے۔

ان دونوں کو دیکھ کر بالو جلدی سے سیڑھیوں کی اوٹ میں ہو گیا۔ جہاں مین سوئچ کا تاریک گوشہ تھا۔

جب سیٹھ ڈھیرومل جو اس کوٹھی کے مالک تھے اور پربھا کے باپ تھے۔ اس ادھیڑ عمر کے بانکے چھبیلے کو لے کر ہال سے باہر چلے گئے تو بالو خاموشی سے دبے پاؤں اس تاریک گوشے سے باہر نکلا اور بے آواز قدموں سے فرنیچر کی جھاڑ پونچھ کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد چمیلی بھی گلابی

رنگ کا ایک چھوٹا سا لفافہ انگلیوں میں ٹکائے واپس آگئی۔ اور بالو کو دیکھ کر بولی۔

"لو"

بالو نے چٹھی اندر کی جیب میں احتیاط سے رکھی بولا۔

"اور تم یہ لو" اس نے جھاڑو واپس دینے کی کوشش کی۔

چمیلی نے سر ہلا کے کہا۔

"جو کام شروع کیا ہے اسے پورا تو کرتے جاؤ"

"یعنی پورے کمرے میں جھاڑو کٹکا کرنا ہوگا۔؟" بالو نے پوچھا۔

"اور کیا۔" چمیلی اٹھلا کے بولی۔

"اپنے گھر پر تو کبھی یہ کام میں نے کیا نہیں۔"

"یہاں کرنا ہوگا۔"

"کریں گے میم صاحب ضرور کریں گے۔ اپنی غرض کو کریں گے۔"

"وہ غرض تمہاری پوری نہیں ہوگی۔ بھول جاؤ اس دن کو" چمیلی چہک کر بولی۔

"اس دن تمہارے قابو میں آگئی تھی۔ پر اب ایسا موقعہ نہ آنے دوں گی"

اور واقعی اس دن کے بعد چمیلی نے بالو کو کبھی قریب پھٹکنے نہ دیا۔ بس بات چیت ہوتی تھی۔ مگر چمیلی نے جتا دیا تھا اشاروں اشاروں میں کہ دور دور رہنا ہوگا۔ ہاں ذرا قاعدے اور قرینے سے۔ یہ ہاتھا پائی نہیں چلے گی۔

"میں کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں" چمیلی نے سنجیدہ ہو کر اس سے کہا۔ تھا۔ سوگند لے لو جو آج تک تمہارے سوا کسی نے میرے انگ کو رنگ لگایا ہو۔ چمیلی نے کچھ ایسے لجائے شرمائے لہجہ میں بات کہی تھی۔ کہ بالو کو اس پر یقین آ گیا تھا۔ اور اس لمحہ سے وہ اس کی محبت کا دم بھرنے لگا تھا۔ اور اب چمیلی بھی محسوس کرنے لگی تھی۔

جوں جوں وہ دیکھتی کہ اس کی مالکن کے تعلقات بالو کے مالک سے گہرے ہوتے جا رہے ہیں وہ بھی بالو کے لیے ایک طرح کی اپنائیت اور انسیت محسوس کرنے لگی تھی۔ اور بالو نے بھی اس دن کے بعد سے دست درازی کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس بات نے بھی چمیلی کے دل میں بالو کے لیے جگہ پیدا کر دی تھی۔

ہال کا سارا فرنیچر نیا معلوم پڑتا ہے۔"

بالو نے ایک سیٹی کو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"ہمارے سیٹھ ڈھیرومل کو اس عمر میں فیشن ایبل ہونے کا شوق چرایا ہے"۔ چمیلی ناک سکوڑ کر بولی۔

"بڑی مالکن تو ان سب نئے فیشنوں کے سخت خلاف ہیں۔ مگر پربھا دیوی کو یہ سب پسند ہے۔ باپ بیٹی دونوں مل گئے ہیں۔"

"یہ ابھی تمہارے سیٹھ کے ساتھ کون تھا" بالو نے پوچھا۔

"کون تھا"؟ چمیلی نے پوچھا۔

"کب کی بات کر رہے ہو تم۔۔۔؟"

ابھی ابھی ایک ادھیڑ عمر کا بالکا چھبیلا ان کے ساتھ سیڑھیوں سے اتر کے باہر گیا ہے ــــ

"مجھے ایسا لگا جیسے دیوان جی ہوں ــــ"

"دیوان جی ہوں گے۔ آج کل وہ بہت آتے جاتے ہیں ــــ"

"کب سے ان کا آنا جانا شروع ہوا ہے ــــ"

"کوئی ایک سال سے۔ کیوں ــــ ؟"

"تم دیوان جی کو کیسے جانتے ہو ــــ ؟"

چمیلی نے پوچھا۔

"میں ان کے یہاں ملازم رہ چکا ہوں۔ بڑا گھرانا ہے ان کا۔ سات پشتوں سے جاگیردار چلے آرہے ہیں۔ مگر آجکل کھکھ ہو رہے۔ بہت سے ملازم نکال دیئے۔ ان میں ایک میں بھی تھا۔

"اچھا ــــ ؟" چمیلی نے حیرت سے پوچھا ــــ

"مگر یہاں تو بہت شان و شوکت دکھاتے ہیں ــــ"

"سب اوپر کا دکھاوا ہے ــــ" بالو نے چمیلی کو بتایا ــــ

"آجکل ہوا گڑھ کی مہارانی کے ساتھ ان کا عشق چل رہا ہے ــــ"

"وہ بھی تو سنا ہے بہت دھن دولت والی ہیں ــــ"

"یہ سب رہنے دو چمو جانی۔ ریاستوں کے ختم ہوتے ہی وہ کروفر بھی گئی۔ اور وہ امارت بھی ختم ہو گئی۔ اب تو اوپر کی ٹیپ ٹاپ باقی ہے۔ کچھ سلیقہ۔ کچھ آداب۔ کچھ شائستگی۔ مگر اندر سے .... ؟"

"تھو تھا چنا باجے گھنا" چمیلی ہنس کر بولی۔
"دیکھو جی۔ ہمیں چمو جانی نہ کہا کرو۔
"تو کیا کہا کروں۔؟ بالو نے پوچھا۔
"پھر خود ہی کہنے لگا۔
"میرا تو جی چاہتا ہے۔ تمہیں ہر دم چمو جانی کہا کروں۔ بلکہ ایک ایسا ہی خط لکھ کر تمہیں بھیج دوں۔ جیسے ہمارے مالک ہریش بابو نے تمہاری مالکن کو لکھا ہے۔ اور اس کے جواب میں تم ویسا ہی گلابی لفافہ"
"اس کے جواب میں ایک چانٹا۔"
چمیلی اسے ہاتھ دکھا کے کہنے لگی۔
اس نے پھر زبان نکال کر اس کا منہ چڑایا۔
بالو کچھ کہنے کو تھا کہ سیڑھیوں کے اوپر سے کسی کے ٹپ ٹپ چلنے رکنے اور پھر آواز دینے کی صدا آئی۔
"چمیلی۔ اری مردار کہاں جا کے مر گئی۔
یہ پربھا کی آواز تھی۔
جلدی سے چمیلی نے جھاڑن بالو کے ہاتھ سے چھین لیا اور بولی۔
"آئی بی بی جی۔ ذرا نیچے ہال کمرے میں جھاڑ پونچھ کر رہی ہوں"
اتنا کہہ کر جلدی جلدی سیڑھیوں کے اوپر چڑھنے لگی۔
اب کے اس نے ایک بار بھی پلٹ کے نہیں دیکھا۔
بالو بھی جلدی سے سر جھکائے باہر نکل گیا۔

چمیلی روٹھی روٹھی گھوم رہی تھی۔ اس کی بڑی بڑی گہرائی آنکھوں میں غصّے کی بجلیاں چمک چمک جاتی تھیں۔ بالو لب سے اس کے آگے پیچھے گھوم رہا تھا۔ مگر وہ اس سے بات کرنے کی روادار نہ تھی۔

آخر کار وہ اس کا ہاتھ پکڑنے میں کامیاب ہوگیا۔

چمیلی نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ جھڑک کر بولی۔

"اتنے دن کہاں رہے — ؟"

"وہی تو بتانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ تم سنتی تو ہو نہیں۔" بالو لجاجت سے بولا۔

"کیا میرا دل آنے کو نہیں چاہتا تھا۔ پر ایسا ہوا کہ مجھے ہریش بابو کے پتا کے ساتھ دوسرے شہر جانا پڑا — دو دن کا کام تھا۔ وہاں دس بارہ دن لگ گئے۔"

"تو مجھ سے بول کے جاتے۔"

"یہ غلطی ضرور ہوئی۔ مگر فوراً کے فوراً پروگرام بن گیا۔ میں منع بھی نہ نہ کر سکا۔ کیونکہ گھر بھر میں سبھی لوگ مجھ پر زیادہ بھروسہ کرتے ہیں۔"

"جانے کیسے کرتے ہیں ایک نمبر کے جھوٹے ہو —" چمیلی نے شوخ لہجہ میں کہا۔

بالو حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔
چمیلی قہقہہ مار کے ہنس پڑی۔
بالو کی جان میں جان آئی۔
دونوں نے ہال کا ٹیبل سنٹر جو پیتل کا۔ مراد آبادی نقشین اور بیحد حسین تھا۔ اور جسے چمیلی بالو کے آنے سے پہلے برا سوسے صاف کر رہی تھی۔ اب نیچے زمین پر کھسکا لیا۔ اور خالیچے پر بیٹھ کر صاف کرنے لگے۔ اور باتیں کرنے لگے۔
اتنے میں اوپر سے آواز آئی۔
"اے چمیلی"
چمیلی نے اوپر دیکھا۔ فوراً اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔
بڑی مالکن رکمنی بائی سیڑھیوں پر کھڑی تھیں۔
انہیں دیکھ کر بالو بھی کھڑا ہو گیا۔ رکمنی بائی بولیں۔
"اوپر ٹنکی میں پانی بالکل نہیں ہے۔ باورچی کھانا پکا رہا ہے۔ گھینو بازار گیا ہے۔ نتھو انجار میں پڑا ہے۔ اور مالی ہسپتال گیا ہے۔ اپنی جورو کو دیکھنے۔ اور اوپر ٹنکی میں ایک بوند پانی نہیں ہے۔ بس اس سے آگے رکمنی بائی نے کچھ نہیں کہا۔ واپس چلی گئیں۔
نیچے چند لمحوں کے لیے سناٹا ہو گیا۔
"سنتے ہو اس کا کیا مطلب ہے۔
چمیلی ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"ہاں ٹنکی میں پانی بھرنا ہوگا۔"

بالو بولا۔

"ہاں ٹنکی میں پانی بھرنا ہوگا۔" چمیلی اس کی بات کو طنزاً دہراتے ہوئے بولی۔

"کتنی آسانی سے تم نے کہہ دیا۔ جانتے ہو کتنی بالٹی پانی اس موئی ٹنکی میں آتا ہے۔" "کتنی۔"

"کوئی دو سو بالٹی۔"

"تو بھرو۔" بالو نے جواب دیا۔

"تمہارا فرض ہے۔ جو مالکن کہے کرو۔"

"میں کیوں بھروں۔ تم بھروگے۔"

چمیلی لچک کر بولی۔

"کون میں۔؟"

"ہاں تم۔؟" چمیلی نے بھروسے بھرے لہجہ میں کہا۔ پھر دانتوں میں انگلی دبا کر بولی۔

"نہیں بھروگے جانی۔؟"

یکایک چمیلی کا میٹھا التجا بھرا سوال عاشق کے دل کو چھو گیا۔

وہ اٹھ کر بولا "پانی ہے کہاں۔؟"

"باہر باغیچے میں نل لگا ہے۔ نیچے پریشر کافی ہوتا ہے۔ یہ موٹی دھار آتی ہے۔ ایک چھوٹا ڈرام بھی رکھا ہے۔ بس ڈرام بھر کے اوپر چھت پر

ٹنکی میں ڈالتے جانا ہے۔ بس اتنا سا کام ہے۔"

"اور اس بیچ میں اگر میری مالکن آ گئیں۔؟"

بالو نے سوال کیا۔

بالو اس بار اپنے گھر کی مالکن سیوا بائی کے ساتھ آیا تھا۔ وہ رکمنی بائی سے ملنے آئی تھیں۔ کافی دیر سے بیٹھی تھیں۔

چمیلی بالو کو باہر باغ میں لے گئی۔ پانی کا نل دکھایا۔ ڈرام دکھایا۔ بالو پانی بھرنے لگا۔ اس کا خیال تھا۔ بیس پچیس ڈرام بھرنے کے بعد تو اس کی مالکن واپس جانے کے لیے نیچے آ جائیں گی۔ اور اسے اس تکلیف دہ مصیبت سے نجات مل جائے گی۔ مگر چالیس ڈرام ہو گئے۔ اس کی مالکن نہیں آئیں۔ پچاسویں ڈرام پر تو وہ بالکل چکنا چور ہو گیا سیڑھیوں پر ڈرام رکھ کے بولا۔

"بعض آئے ایسی محبت سے"

"بس اتنے ہی میں ہار گئے۔"

چمیلی بولی۔

"اور میں نے سنا ہے۔ ایک کوئی فرہاد بھی تھا جس نے اپنی پریمکا کے لئے پہاڑوں سے نہر کاٹ کے رکھ دی تھی۔ ایک تیشے سے۔"

"محض گپ ہے جناب" بالو بولا۔

"ایک تیشے سے اتنی بڑی نہر کیسے کاٹی جا سکتی ہے۔ کوئی انجینئر ہو گا۔ ضرور سینکڑوں مزدوروں سے اس نے مدد لی ہو گی۔ جیسے اس وقت

اگر تم میری مدد کرتیں تو اس وقت آدھی ٹنکی بھر گئی ہوتی ۔"

"نہیں جناب بالکل اکیلا تھا۔ اس نے کسی کی مدد نہیں لی۔ اکیلے ہی اس نے نہر کاٹی تھی ۔"

چمیلی بولی "عشق میں کوئی کسی کو ساجھے دار نہیں بناتا۔ وہ شیریں کا سچا عاشق تھا ۔

"سچا عاشق تھا ۔"؟ بالو پانی ڈھوتے ڈھوتے جھلا گیا تھا۔ اس لئے "اتنے سال نہر کھودتا رہا۔ اور کسی دوسری عورت کو نہیں دیکھا اس نے۔ یہ کیسے ممکن ہے جبکہ شیریں بھی اس کے پاس نہیں تھی ۔"

"شیریں اس کے پاس نہیں تھی تو کیا ہوا۔ اس کا خیال تو تھا ۔"

"خیال سے کیا ہوتا ہے چمو بی بی۔ خیال سے وصال نہیں ہوتا۔ مرد کو عورت ملنی چاہیئے۔ میں مان ہی نہیں سکتا۔ جواں سال فرہاد اتنے برس نہر کھودتا رہا۔ اور کنوارا رہا۔ جہاں جہاں نہر کھودتا ہوگا۔ راستہ میں اسے رات بھی پڑتی ہوگی۔ کسی گاؤں میں جا کر سوتا بھی ہوگا۔ کسی کسان کے گھر کا دروازہ بھی کھٹکھٹاتا ہوگا۔ کسی خوبصورت گاؤں کی چھوکری کے ساتھ۔؟ رات کے اندھیرے میں کون وفاداری دیکھنے آتا ہے ۔"

"چھی ۔ کیسی گندی باتیں کرتے ہو ۔"

چمیلی کے لہجہ سے معلوم ہو رہا تھا کہ اسے بالو کی باتوں سے واقعی دکھ ہوا ہے۔ فرہاد سچا عاشق تھا۔ اس نے نہر کاٹ کے رکھ دی۔

"اسے پانی کی بالٹیاں کبھی ڈھونی نہیں پڑیں ۔" بالو سنجیدہ لہجہ میں بولا۔

"ورنہ بچہ جی سارا عشق بھول جاتے۔ باہر نل سے پانی بھرو۔ وزنی ڈرم کو باہر باغیچے سے اٹھا کے اندر لاؤ۔ اور دو منزلہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر کی چھت کی ٹنکی میں ڈالو۔ فرہاد کو یہ سب کچھ کرنا پڑتا۔ تو دسویں بالٹی پر چیں بول جاتا۔ سڑک کاٹنا کیا مشکل ہے۔ لیا تیشہ اور زمین چلانے لگے۔ تھک گئے تو سستانے لگے۔ مگر بالٹی بھر کر اوپر دو منزلہ پر لے جانا...؟"

چمو بائی.... ؟؟ بالو نے تھک کر ایک لمبا سانس لیا۔

چمو بائی نے خوش ہو کر بالو کے ماتھے کا پسینہ پونچھا اور بولی۔

"ایک مجنوں تھا۔ بے چارا۔ لیلیٰ کے غم میں چودہ برس جنگلوں کی خاک چھانتا رہا۔ ایک تم ہو۔"

مجنوں کی بات مت کرو۔ مجنوں میری جگہ ہوتا تو پانی کی ایک بالٹی نہ اٹھا سکتا۔ میرا خیال ہے اس کی لیلیٰ نے اسے پانی کی بالٹیاں بھرنے کو کہا ہوگا۔ جبھی تو جنگل میں بھاگ گیا۔ اس خیال کے آتے ہی بالو زور زور سے ہنسنے لگا۔ اور اپنی مصیبت بھول گیا۔

"سچا عاشق تھا وہ۔"

"جی ہاں۔ بے حد سچا عاشق تھا۔ جبھی تو لیلیٰ کے مرنے کے بعد بھی کئی سال زندہ رہا۔"

"یہ جھوٹ ہے۔" چمیلی بھڑک کر بولی۔

"تجھے کیا معلوم۔" بالو بولا۔

"مجھے ہریش بابو بتاتے تھے۔ انہوں نے کسی کتاب میں پڑھا تھا۔"

"یہ ہرلیش بابو کی ماں اتنی دیر سے ہماری مالکن سے کیا باتیں کر رہی ہیں — ؟"

بالو نے چمیلی کے کان میں پڑے ہوئے گول آویزے کو جھلایا۔ آہستہ سے بولا۔

"وہ آج پیغام دینے آئی ہیں — ؟"

"شادی کا — ؟" بالو اس کے قریب کھسک آیا۔

"ہاں —" بالو نے موقعہ غنیمت جان کر اس کی کمر میں ہاتھ رکھ دیا۔

چمیلی نے کچھ نہیں کہا۔ وہ خیالوں میں کھو گئی۔ پھر ایک ٹھنڈی آہ بھر کے بولی۔

"کوئی ہمارا بھی ہوتا۔ کوئی ماں۔ کوئی باپ۔ تم اسے پیغام دیتے..."

پھر اپنا تو کوئی بھی نہیں۔ نہ ماں۔ نہ باپ —"

وہ چپ ہو گئی۔ دو ہاتھ گھٹنوں پر رکھے۔ سیڑھیوں پر بیٹھی بیٹھی اداس ہوتی گئی۔ آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے۔

بالو نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"گھبراؤ نہیں۔ آجکل ماں باپ کرائے پر بھی ملتے ہیں —"

"ہٹو —" چمیلی جھلا کر بولی۔ اور اس نے بالو کا ہاتھ اپنی کمر پہ سے ہٹا دیا۔

"نہیں سچ کہتا ہوں —" ہرلیش بابو کہتے تھے۔ بولتے تھے۔ غم تو کسی بات کا نہ کرنا چاہیئے۔ اور عشق میں تو بالکل غم نہ کرنا چاہیئے ہنستے، بولتے

چالتے کھیلتے۔ بھاگتے لڑکی پٹ جائے تو ٹھیک ہے ورنہ مارو گولی سے"

"تمہارے ہریش بابو نے کبھی سچا پریم نہیں کیا۔ نہ تم نے۔۔۔۔"

چمیلی تڑپ کر اٹھ بیٹھی۔ اور انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

اٹھاؤ ڈرم۔

بالو نے ڈرم اٹھا کر سر پر رکھ لیا "تمہارے ماں باپ نہیں ہیں تو کیا ہوا۔ میرے تو ہیں وہ تمہیں آ کے پیغام دے جائیں گے۔۔"

چمیلی کی پلکیں شرم سے جھکنے لگیں۔ کمزور آواز میں بولی۔

"کیا ہی اچھا ہو۔ ادھر ہریش بابو کی ہماری مالکن سے شادی ہو ادھر۔؟

وہ چور نگاہوں سے دیکھ کر شرما دی۔ ہریش اور پربھا کی شادی کا ذکر سن کر چمیلی کا دل بے طرح پگھلنے لگا۔ بالو ڈرم لے کر سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

چند دن بعد جب بالو پھر چمیلی کی کوٹھی میں آیا تو اس نے چمیلی کا رخ ہی بدلا بدلا پایا۔ وہ دراصل اسے ایک خوشخبری دینے آیا تھا۔ مگر چمیلی کا رویہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔

چمیلی نے اسے بات بتائی۔

ہمارے سیٹھ نے تمہارے ہریش بابو کا رشتہ نامنظور کر دیا ہے"

"نامنظور کر دیا ہے۔؟" بالو حیرت سے بولا۔ پھر توقف کے بعد

کہنے لگا۔

"تو اس سے مجھ پر اور تم پر کیا اثر پڑتا ہے۔"

"سیٹھ بول رہے تھے۔ ہریش بابو کے پتا ہمارے جوڑ کے نہیں ہیں۔ ان کے گھر میں نہ کار ہے، نہ کوئی اتنا بڑا بزنس ہے جتنا ہمارے سیٹھ کا ہے۔ پیسہ بھی واجبی سا ہی ہے۔"

"پر اس سے ہمیں تمہیں کیا۔؟"

"وہ جانے۔ اوپر کے بڑے لوگ۔ پر بھاجانے۔ ہریش جانے۔ سو بار ملیں گے۔ ہمیں تمہیں کیا۔"

پھر وہ چمیلی کے قریب جا کر بولا۔

"سنو چمیلی میں نے اپنی ماں کو لکھا تھا۔"

بالو کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑنے لگی اور وہ شادی کا سندیسہ؟"

مگر چمیلی نے اس کا فقرہ پورا نہ ہونے دیا۔ ایکدم چہک کر بولی۔

"ارے جا میں تیرے جیسے پھکڑ سے شادی کروں گی۔ تیرے مالک کے گھر میں نہ کار ہے نہ ایر کنڈیشنڈ اور پیسہ بھی واجبی....."

وہ پلٹ کر سیڑھیاں چڑھتی ہوئی اوپر چلی گئی۔

نیچے بالو ہکا بکا حیران کھڑا رہ گیا۔

چوتھا باب

سیڑھیاں چڑھ کر پہلی منزل پر سب سے پہلے سیٹھ ڈھیرومل کا ڈرائینگ روم نظر آتا ہے پہلے اس میں پرانا فرنیچر بکھرا ہوا تھا۔ اب اس میں آہستہ آہستہ نیا فرنیچر داخل ہو رہا تھا۔ دراصل سیٹھ اس معاملہ میں اور نرنس کو چھوڑ کر باقی تمام معاملوں میں واجبی شُدبُد رکھتے تھے۔ اور زیادہ تر دوسروں کی عقل سے کام لیتے تھے۔ اس پر بے حد وہمی شکی اور ڈھلمل یقین رکھنے والے انسان تھے۔ اس لیے ان کا وسیع عریض ڈرائینگ روم بھانت بھانت کے فرنیچر سے بھر گیا تھا۔ ماڈرن سینی اور صوفہ کے علاوہ ایک طرف چاندی کے پایوں والا پرانا تخت بھی بچھا ہوا تھا اور ایک پرانی چوب کاری کے کام کی سکرین بھی تھی۔ نیرو کٹورین تھی۔ اور سامنے کی کرسی کلدار اور بالکل نئے ڈیزائن کی۔ جگہ جگہ

چھوٹے چھوٹے غالیچے بچھے ہوئے تھے۔ کہیں ایرانی تو کہیں کشمیری تو کہیں مرزاپوری۔ دراصل سیٹھ ڈھیرو مل اپنے بہی کھاتے کا حساب ایک دوسرے چھوٹے سے کمرے میں رکھتے تھے۔ جہاں وہ دھوتی پہن کر فرشی گاؤ تکیے سے ٹیک لگا کر کام کرتے تھے۔ مگر جب سے ٹھیکیداری کا کام چمکا تھا اور انہیں بڑے بڑے افسروں سے ملنا پڑتا تو ان کے دل میں نہ صرف اپنی کوٹھی کا ساز و سامان بلکہ اپنے آپ کو بھی بدلنے کی ضرورت پیش آنے لگی۔ ان دنوں شہر میں کلچر کا بہت شہرہ تھا۔ اس لیے سیٹھ ڈھیرو مل نے جلدی سے کلچر حاصل کرنے کے لئے دیوان جی کو اس کا ٹھیکہ دے دیا تھا۔ یعنی یہ کام دیوان جی کے سپرد کر دیا تھا۔ اور انہوں نے سیٹھ ڈھیرو مل کی تربیت کے لئے گانا سکھانے کے لیے مشہور استاد میر مشتاق محمد خاں اور ناچ سکھانے کے لیے گورو بھوشن مہاراج اور ان کے ساتھ دوسرے استاد بھی ملازم کروا دیئے تھے۔ جو صبح اشنان کے بعد ہی کوٹھی میں حاضر ہو جاتے تھے۔ ایک دن سیٹھ ڈھیرو مل کو ایک سرکاری افسر کے ساتھ ایک مشاعرے میں جانے کا اتفاق ہوا۔ جس انداز سے وہاں شاعر لوگ شعر پڑھتے تھے اور داد وصول کرتے تھے۔ اور جس طرح مشاعرے میں لوگ مصرعہ اٹھاتے تھے اور شعر دہراتے تھے وہ سب باتیں سیٹھ ڈھیرو مل کو بہت بھلی معلوم ہوئیں۔ اور انہوں نے سوچا۔ کہ یہ کام بھی لگے ہاتھوں سیکھ لینا چاہیئے۔ سیٹھ جی نے میر بسمل بشنکر میر مشتاق محمد خاں سے کہا۔ تو انہوں نے اپنے ایک شاعر کو لانے کا وعدہ کیا۔

آج صبح صبح جب میر مشتاق محمد خاں اپنے سازندوں کے ہمراہ سیٹھ ڈھیرومل کے وسیع ڈرائینگ روم میں داخل ہوئے تو ان کی نظر سب سے پہلے نظیر ناروی پر پڑی جسے انہوں نے آج سیٹھ جی سے ملاقات کرانے کے لئے بلوایا تھا۔ نظیر ناروی ذرا وقت سے پہلے آ گیا۔ اور اس وقت ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ڈرائینگ روم کے ایک کونے میں مشق سخن کر رہا تھا۔ جب میر مشتاق محمد خاں اپنے گل مچھے سنوارتے ہوئے اس کی طرف بڑھے دبلے پتلے نظیر ناروی نے اٹھ کر استاد کو تسلیم دی۔ استاد نے جوابی آداب کے بعد کے بعد سازندوں کو ایک غالیچے پر بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ دونوں تنبورے والے ستار یے۔ سارنگی والے۔ میاں چھیدر۔ اور فلوٹ والے ترن بوس ایک طرف مہذب ہو کر استاد کی بتائی ہوئی جگہ پر بیٹھ گئے۔ اور آہستہ آہستہ ساز ٹھیک کرنے لگے۔

پھر میر صاحب نے نظیر ناروی کے قریب جا کر پوچھا۔

"کہو بیٹا غزل ہو گئی۔؟"

نظیر ناروی نے کرسی سے اٹھ کر پھر اسے تسلیم دی۔ آہستہ سے بولا۔

"بس مقطع کی فکر میں ہوں میر صاحب۔"

"ذرا دکھاؤ تو۔" میر صاحب نے اشارہ کیا۔

نظیر ناروی نے غزل کا کاغذ آگے بڑھا دیا۔ میر صاحب نے کاغذ ہاتھ میں لے کر غزل کے اشعار کو منہ ہی منہ میں گنگنایا۔

"ماما مم مم ماما مم مم ما۔ ہاں دھن میں بیٹھے گی۔ جلدی سے ختم کرو۔"

اس کے بعد وہ پلٹ کر اپنے سازندوں سے کچھ کہنے ہی والے تھے کہ گورو بھوشن مہاراج کو ڈرائینگ روم میں داخل ہوتے دیکھ کر رک گئے۔

گورو بھوشن مہاراج شہر کے نامی کلاکار تھے۔ اور نرت کلا میں ان کا وہی درجہ اور مرتبہ تھا جو سنگیت میں میر صاحب کا تھا۔ گورو بھوشن مہاراج کو اپنی آنکھوں میں کاجل لگانے کا بہت شوق تھا۔ یوں آنکھیں بھی ان ٹیڑھی میڑھی تھیں۔ اس پر دھوتی کرتا۔ ریشمی شال۔ کندھوں تک کھولے ہوئے بال۔ آنکھوں میں کاجل۔ منہ میں پان۔ بدن بالکل دھان پان۔

ان کے پیچھے ان کے چیلے ڈھولک پکھاوج۔ مردنگ گھنگھرو۔ مجیرے لیے داخل ہوئے۔

گورو مہاراج نے سب سے پہلے نظر ڈالی اور معلوم کر لیا کہ میر صاحب کے شاگرد کدھر بیٹھے ہیں۔ ان کی بالکل مخالف سمت میں دوسرے غالیچے پر انہوں نے اپنے چیلوں کو بٹھا دیا۔ دونوں ٹولیاں ایک دوسرے سے دور بیٹھی ہوئی معاندانہ طریقے سے ایک دوسرے کا خاموشی سے جائزہ لینے لگیں۔ اتنے میں گورو مہاراج نے میر صاحب کی طرف دیکھ کر جو گورو مہاراج کو اندر آتے دیکھ کر ہی پیٹھ موڑ کر نظیر نارووی سے باتیں کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔

کہا۔

"کہیئے میر صاحب کیا ہو رہا ہے ــــ ؟"

اس پر میر صاحب اپنی شیروانی کے بٹن ٹھیک کرتے ہوئے آہستہ

سے گھومے۔ گورو مہاراج کو دیکھ کر چونکے۔ گویا انہیں پہلی بار دیکھ رہے ہوں۔ پھر باچھیں کھلا کر نقلی مسرت سے چہکے۔

"آئیے۔ آئیے۔ گورو نمسکار— ایک دھن پر نظیر ناروی صاحب سے غزل کے شعر کہلوا رہا ہوں"

اپنا نام سُن کر اور گورو بھوشن مہاراج کو دیکھ کر نظیر ناروی نے نمسکار کیا۔

گورو جی نے غزل دیکھنے کے لیے اشتیاق ظاہر کیا تو نظیر ناروی میر صاحب کا خاموش اشارہ پا کر بولے۔

"ابھی غزل مقطعے باقی ہے۔ ہو جائے تو دیکھ لیجیئے گا"

گورو جی نے دیوار گیر کلاک دیکھ کر پوچھا۔

"ابھی سیٹھ جی تشریف نہیں لائے — ؟"

میر صاحب نے بتایا۔

"میں نے ایک نوکر سے دریافت کیا تھا۔ وہ ابھی غسل خانے میں ہیں"

نظیر ناروی نے کہا "آدھے گھنٹے سے غسل خانے میں ہیں—"

میر صاحب کچھ اس طرح کھانسے جیسے نظیر ناروی کو تنبیہہ کر رہے ہوں۔ کہ تمہیں اس طرح کا مذاق نہیں کرنا چاہیئے۔ پھر اپنے سفید براق پائجامے سے ایک خیالی مکھی اڑانے میں مصروف ہو گئے۔ گورو نے پوچھا۔

"کہیئے میر صاحب کام دھندا کیسا چل رہا ہے—"

میر صاحب بولے "اللہ کا فضل ہے۔ گورو جی آپ تو جانتے ہیں۔

آزادی سے پہلے ہمارے سیٹھ صاحب کی کوچہ فقیراں میں نکڑ پر پر چون کی ایک چھوٹی سی دکان تھی۔ آزادی کے بعد انہیں جو ٹھیکے پر ٹھیکے ملنے شروع ہوئے تو۔ اللہ کی شان اس کے حکم میں کوئی نہیں بول سکتا۔ اب تو لاکھوں لاکھ کما ئے ہیں ہمارے سیٹھ جی نے۔ اور اب اس عمر میں انہیں اونچی سوسائٹی میں قدم رکھنے کا خیال ہے۔ چنانچہ اب رات دن اپنے آپ پر سر سے پاؤں تک تہذیب کا پالش کرا رہے ہیں۔ اللہ بڑا کارساز ہے۔

اس نے ہم سے راجے مہاراجے نواب اور جاگیردار چھین لیے تو اس کے بدلے یہ ٹھیکے دار۔ کارخانے دار۔ فلم ساز بزنس مین اور دوسرے لکھ پتی عنایت کر دیئے۔ جو آرٹ اور کلا کی دھن میں اس لیے روپیہ پانی کی طرح بہا رہے ہیں۔ مبادا کوئی انہیں پاگنوار نہ سمجھ لے۔ اس لیے تو سیٹھ ڈھبرومل "

گورو جی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

"سیٹھ جی کی دوسری سب باتیں مجھے پسند ہیں۔ بس جو بات کھلتی ہے میر صاحب وہ ان کی۔ کلا کے گیان کی کمی ہے"

"میں مانتا ہوں" میر صاحب بولے۔

"ان کے ہاں کلا کا گیان بہت کم ہے۔ مگر دیکھیئے نا روپیہ کم نہیں ہے اور اس مہنگائی کے زمانے میں ہم غریب کلا کار اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔"

"وہ بات تو آپ ٹھیک کہتے ہیں" گوروجی سر ہلا کے بولے۔
پھر یہ کتھن بھی اپنی جگہ ستیہ ہے کہ کلا کی سچی پرشنسا میں جو آنند ملتا ہے۔ وہ ان بے وقوف احمقوں کے سامنے اپنی کلا کو پیش کرنے میں نہیں ملتا۔ میراجی ان لوگوں کے لیے کام کرنے میں بہت خوش رہتا ہے جو نرت کلا کی باریکیاں سمجھتے ہیں۔ اور صحیح داد دیتے ہیں۔ سچی تعریف سنتے ہی من میں آنند کی لہریں اٹھنے لگتی ہیں۔ یہ تو آپ بھی مانیں گے۔"
"مانتا ہوں۔ مانتا ہوں" میر صاحب خضاب سے رنگے ہوئے خوبصورت انداز سے کترے ہوئے گل مچھے سنوارتے ہوئے بولے۔
"گوروجی فن اور آرٹ کی سچی تعریف و ثنا سے دل کو جو مسرت ملتی ہے۔ اس کا جواب کہیں نہیں ہے۔ لیکن یہ بات تو آپ بھی سویکار کریں گے۔ گوروجی کہ سچی تعریف سے کسی کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اور آجکل آٹا روپیہ کا ڈیڑھ کلو۔ سوا کلو" نظیر ناروی نے بتایا۔ استاد اس دخل در معقولات سے برہم ہو گئے۔ بھڑک کر بولے۔
"توڑوں کی باتوں میں مت بولا کرے"
بے چارہ نوجوان شاعر جھینپ گیا۔ سر جھکا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ کاغذ سامنے رکھے اور پنسل دانتوں میں داب لی۔ اور مقطعے کی فکر کرنے لگا۔
میر صاحب بولے۔
"ہاں تو میں کہہ رہا تھا۔"
گوروجی نے کہا۔

"بات آرٹ سے آٹے تک پہنچ گئی تھی۔

"جی ہاں۔ شکریہ۔" میر صاحب مسکرائے۔

بولے "میں کہہ رہا تھا کہ آج آٹا روپے کا ڈیڑھ کلو یا سوا کلو یا دو کلو ملتا ہے۔ ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ ہم لوگ یعنی کلاکار سچی تعریف اور پرشنسار کے شبدوں کو کھا نہیں سکتے۔ میں کہتا ہوں سچی تعریف وہی ہے جو جیب سے نکلے اور سکوں کی کھنکے۔ اب اپنے سیٹھ ڈھیرو مل ہی کو لیجیئے۔"

اتنا کہہ کر میر صاحب نے چاروں طرف غور سے دیکھا۔ کہیں چپکے سے سیٹھ ڈھیرو مل آ تو نہیں گئے۔ پھر دروازے پر نگاہ ڈالی۔ اور میدان خالی پاکر ذرا آہستہ سے مدھم آواز میں کہنے لگے۔

"میں مانتا ہوں سیٹھ ڈھیرو مل مہامورکھ ہے۔ آرٹ۔ کلا۔ سنگیت۔ نرت۔ شاعری کی اسے کچھ سمجھ نہیں مگر اسے روپے پیسے کی بڑی سمجھ ہے۔ اس کی تعریف لفظوں کی صورت میں نہیں نوٹوں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔

گوروجی کے چہرے پر بیزاری کے اثرات نمایاں ہونے لگے۔ کیونکہ میر صاحب ان کے چیلوں کے سامنے ان کے دلائل کاٹ رہے تھے اور دونوں ٹولیاں آمنے سامنے بیٹھی دونوں استادوں کی لفظی جنگ کو بڑے غور سے سن رہی تھیں۔ مگر گوروجی یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ سب کے سامنے یوں بڑے کلاکاروں میں تو تو مَیں مَیں ہو۔ اس لئے انہوں نے اپنے دلی جذبات دباتے ہوئے بڑے دھیرج سے کہا۔

"جو تم کہتے ہو وہ کسی حد تک ٹھیک تو ہے۔"

اب کے پہلی بار گفتگو میں گوروجی نے میر صاحب کو تم کا لفظ استعمال کیا تھا اور جان بوجھ کر "مگر" تم" روپے پیسے کی حیثیت کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہو۔ سچا کلاکار کبھی روپے پیسے کی پرواہ نہیں کرتا۔

میر صاحب کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ آنے لگی۔ اسے دیکھ کر گوروجی رک گئے۔ بولے۔

"کیوں۔ کوئی بات کہہ دی میں نے ——؟"

میر صاحب مسکراتے ہوئے طنزیہ لہجے میں بولے۔

"میں اس دن کو یاد کر رہا ہوں۔ جس دن تم نے کبھی روپے لینے کے لئے انکار کیا ہو ——"

گوروجی چڑ گئے۔ شال کو کندھے پر پھینکتے ہوئے کہنے لگے۔

"کچھ بھی ہو۔ مجھے ضرور یہ چاہتا ہے کاش سیٹھ جی میں کلا اور آرٹ کا گیان ذرا سا اور ہوتا ——"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ جو تم چاہتے ہو" میر صاحب نے جواب دیا۔ اسی کے لئے تو ہم دونوں یہاں بلائے گئے ہیں اور رات دن ایک کر رہے ہیں۔ اس کوشش ....."

پھر گوروجی کے قریب جا کر میر صاحب نے آہستہ سے کہا۔

"بھوشن مہاراج زندہ رہنے کا یہی طریقہ ہے کہ آجکل سیٹھ جی سے روپیہ اینٹھو اور سچی تعریف دوسروں سے سنو۔ اور" ابھی میر

صاحب کچھ اور کہنے والے تھے کہ گورو بھوشن مہاراج نے انہیں چپ کراتے ہوئے اور اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

"شش۔ شش۔ چپ ہو جاؤ وہ آ رہا ہے"۔

اتنے میں سیٹھ ڈھیرو مل اپنے دو مصاحبوں کو دائیں بائیں میں رکھتے ہوئے داخل ہوئے۔ قد چھوٹا۔ جسم پھولا ہوا۔ پیٹ کسی قدر بڑھا ہوا۔ چہرے پر طمانیت اور حماقت بھی کسی قدر اور تھوڑی سی چالاکی بھی سیٹھ ڈھیرو مل نے اس وقت سر پر ایک پھولدار نائٹ کیپ پہن رکھی تھی جس کپڑے کی ٹوپی تھی۔ اسی کپڑے کا بھڑک دار ریشمی گون بھی پہن رکھا تھا۔ جو اس کی عمر اور قد کو دیکھتے ہی میل نہیں کھاتا تھا۔

گاؤن کے نیچے ہری ساٹن کا پائجامہ اور پاؤں میں سلیم شاہی جوتے عجیب بے ہنگم انداز میں چلتے ہوئے سیٹھ ڈھیرو مل نے اندر آ کر بے حد خوشی سے چاروں طرف دیکھا۔ میر صاحب اور گورو مہاراج کو موجود دیکھ کر مسرور ہوا۔ اور آگے بڑھ کر ان سے زور زور سے مصافحہ کرنے لگا۔

"نمسکار۔ نمسکار۔ آداب، ارج ہے۔ جناب میر صاحب۔

پھر سازندوں سے مخاطب ہو کر بولا۔

"آج تم لوگ کیا ٹانا ٹوم ٹوم کرنے والا ہے ——"

میر صاحب نے چونک کر پوچھا۔

"ٹانا ٹوم کیا —— ؟" میر صاحب کی آنکھوں میں۔ وحشت آنے لگی۔ آج تک انھوں نے سنگیت کے لیے ایسے لفظ کبھی نہ سنے تھے۔ جی میں

آیا کہ ۔ مگر بس پی کر رہ گئے۔

سیٹھ جی کو گمان ہوا۔ شاید انہوں نے کوئی غلط بات کہہ دی ہے بات بنانے کی کوشش کرتے ہوئے بولے ۔

"آ۔ میرا مطلب ہے۔ تم کیا یعنی آپ۔ لوگ آج کس جات کا میوزک اور ڈینس (ڈانس) بانچیں گا ۔۔۔ ؟"

ڈانس یا نچنا سن کر گورو مہاراج نے منہ پھیر لیا۔ اسی میں خیریت تھی۔ میر صاحب نے جلدی سے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا ۔

ہم لوگ ایک عرصے سے آپ کی راہ دیکھ رہے تھے سیٹھ جی "

سیٹھ ڈھیرو مل نے اپنی پھولدار ٹوپی سر سے اتار کر اس کے اندر دیکھا۔ پھر اسے اپنے سر پر رکھ لیا۔

"مجھے افسوس ہے۔ بہت افسوس ہے۔ آپ کو میرے لیئے بہت انتجار کرنا پڑا۔ مجھے باتھ روم میں بہت دیر ہو گئی ۔

اتنا کہہ کر سیٹھ ڈھیرو مل نے ایک کار لے کر اپنے گول گول پیٹ پر ہاتھ پھیرا۔ پھر خوشی سے کھل کر گورو جی سے مخاطب ہو کر بولے ۔

"رحمان ٹیلر ماسٹر نے یہ نیا گون مجھ کو بھیجا ہے۔ ہم نے سوچا۔ آج اس کو پہن کر جنٹلمین کے مافق آپ کے سامنے آوے۔ ابھی تھوڑی دیر میں اجیج (عزیز بخش) بکس ٹیلر ایک نو اسوٹ ٹرپائی کے لیے لانے والا ہے ۔۔۔"

بڑی خوشی کی بات ہے ۔" گورو ہاتھ جوڑ کر بولے ۔

"مسرت کا مقام ہے" میر صاحب نے لقمہ دیا۔
سیٹھ جی خوش ہو کر بولے۔
"تم دونوں ماسٹر لوگ ایچ ٹیکس کے آنے تک ادھر ہی ٹھہرو۔ دیکھ کر بتانا۔ میں سوٹ پہن کر کیسا لگتا ہوں ـــ ؟" میر جی کورنش بجا لائے۔ بولے "ہم خدمت کے لیے حاضر ہیں ـــ"
"آپ کی سیوا میں" گورو جی نے لقمہ دیا۔
سیٹھ ڈھیرو مل نے کچھ فخر سے کچھ شرماتے ہوئے اپنا گون دکھا کے کہا۔
" اس گون کا ڈیزائن میں نے خود بنایا ہے۔ کیسا لگتا ہے ـــ ؟"
"غضب کا" میر صاحب بولے۔
"کلاسک ـــ" گورو جی کہاں پیچھے رہنے والے تھے۔
سیٹھ نے کہا "رحمان ٹیلر ماسٹر بولتا ایسے۔ آجکل جنٹلمین لوگ صبح میں ایسا ہی گون پہنتے ہیں ـــ"
"واقعی" میر صاحب غور سے دیکھتے ہوئے بولے۔
سیٹھ جی نے یکایک زور سے پکارا "اودھو جی۔ مادھو جی۔"
اودھو جی۔ مادھو جی سیٹھ جی کے دونوں مصاحب تھے جو اس وقت سیٹھ جی کو میر صاحب گورو جی سے بات کرتے دیکھ کر ذرا دور جا کر کھڑے ہو گئے تھے۔ آواز سن کر دونوں بھاگے آئے۔ قریب آکر ادب سے کھڑے ہو گئے۔ دونوں تقریباً ایک ساتھ بولے۔

"فرمایئے۔"

"کچھ نہیں ——" سیٹھ جی بڑی رسانیت سے بولے۔

"میں تو کھالی یہ دیکھتا تھا کہ تم دونوں میری حاجری میں حاجر ہو کہ نہیں۔ جاؤ۔"

دونوں مصاحب اپنی جگہ پر چلے گئے۔

سیٹھ جی نے گون کی پیٹی کھول کر اندر کا حصہ دکھایا۔ سیٹھ جی نے گون کے اندر گہرے پیلے رنگ کے ریشم کی ایک عجیب سی چیز پہن رکھی تھی جو دیکھنے میں قمیض بھی معلوم ہوتی تھی اور بلاؤز بھی۔ سیٹھ جی نے اسے دکھاتے ہوئے پوچھا۔

"اور یہ قمیض کیسا ہے۔؟"

"آپ کا مطلب اس بلاوز سے ہے۔" میر جی نے پوچھا۔

"آن — یہ بلاوج — رات کو اس گون کے اندر سب بڑے لوگ آجکل یہی پہنتے ہیں۔ کیسی ہے۔"

"سندر۔ اتی سندر۔" گورو جی مسکرائے۔

"خوبصورت — بے حد خوبصورت —"

میر جی نے چٹکی بھر کے کہا۔ "واہ۔"

سیٹھ جی نے پھر ایک مصاحب کو آواز دی۔

"اے۔"

فوراً ایک مصاحب دوڑتا ہوا آیا۔ سیٹھ جی نے اسے دیکھ کر کہا۔
"تم نہیں دوسرا۔"
دوسرا مصاحب بھی آگیا۔ تو سیٹھ جی بولے۔
"میرا ڈریسنگ گون اتار دیو جی ——"
دونوں مصاحب فوراً ڈریسنگ گون اتارنے میں ½ جُٹ گئے۔
ڈریسنگ گون اتار کر دونوں مصاحبوں نے آدھا آدھا گون اپنے پاس سنبھالے رکھا یعنی جو حصہ جس نے اتارا تھا وہ اس نے پکڑ کر اپنے ہاتھوں میں رکھ لیا۔ دوسرے مصاحب نے بھی یہی کہا۔
ڈریسنگ گون اتارنے کے بعد سیٹھ جی نے اپنی چھاتی دونوں استادوں کو دکھائی اور بولے
"اب میں کیسا لگتا ہوں؟"
اس کے بعد سیٹھ جی مڑ گئے۔ اور اپنی پیٹھ بھی دکھانے لگے۔
تھل تھل کرتی ہوئی بھاری کولہوں والی پیٹھ دیکھ کر میر صاحب حیرت میں غوطہ کھاتے ہوئے بولے۔
"سرکار ایسی پیٹھ تو میں نے آج تک نہیں دیکھی"
گورو جی بولے۔
"بھارت ورش کا پورا اتہاس اس پر لکھا جا سکتا ہے۔"
اب سیٹھ جی کو جا کے کہیں اطمینان ہوا۔ چنانچہ انہوں نے ایک ڈکار لے کر بے حد طمانیت سے کہا۔

"اچھا۔ اب تم لوگ اپنی تا تا ری ری شروع ۔"
"میر صاحب نے فوراً تالی بجا کر اپنے سازندوں سے کہا۔
"تم لوگ تیار ہو جاؤ۔"
دراصل گورو جی پہلے اپنے ناچ کا آئیٹم دکھانا چاہتے تھے۔ مگر میر صاحب تالی بجا کر بازی لے گئے۔
گورو جی زہر کا گھونٹ پی کر رہ گئے۔
میر صاحب نے اشارے سے نظیر ناروی کو اپنے پاس بلایا۔ اور سیٹھ جی کی طرف دیکھ کر بولے۔
"سب سے پہلے ان سے ملاقات کیجئے سیٹھ جی۔ یہ میرے شاگرد جناب نظیر ناروی ہیں۔ انہوں نے میری دھن پر جو غزل لکھی ہے۔ وہ ابھی آپ کو سنائی جائے گی۔ جناب نظیر ناروی۔
سیٹھ جی نے بے حد خوش ہو کر نظیر ناروی سے ہاتھ ملایا۔ اور ان کا ہاتھ جھلاتے ہوئے بولے۔
"آپ ناروے کے رہنے والے ہیں۔ ؟ ہیں جی۔ ؟" تب تو آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ ادھر ناروے سے ہم بہت پیپر منگاتا ہے۔ ڈگ جارمسن کی کمپنی سے آپ ناروے کے رہنے والے ہیں تو ان کو ضرور جانتے ہوں گے۔
مسٹر ڈگ جارمسن کو۔ ؟
میر جی فوراً تصحیح کرتے ہوئے بولے۔

"نہیں سیٹھ جی - یہ یورپ کے ملک ناروے کے رہنے والے نہیں ہیں - اپنے ادھر کے قصبے ناروے کے رہنے والے ہیں ۔"

سیٹھ جی نے فوراً ہاتھ چھوڑ دیا - کسی قدر حقارت سے نظیر ناروی کی طرف دیکھ کر بولے ۔

"اوہ — تو ایک گجل لکھنے کے لیے آپ نے اپنے ایک شاگرد کو کیوں رکھا ۔

"آپ تو خود استاد ہیں - آپ نے خود گجل کیوں نہیں لکھی ؟" میر صاحب بولے ۔

"یہ شاگرد کا لفظ تو میں نے ازراہ تکلف استعمال کیا ہے ۔ دراصل آجکل کے شاگرد اتنا ہی جانتے ہیں جتنا کہ استاد —

"پھر فوراً سنبھل کر بولے "یعنی قریب قریب اتنا ہی - پھر فوراً انہیں تشریح کرنا پڑی - کیونکہ انہوں نے سوچا - کہ کہیں اگر میں نے استاد شاگرد کو ایک ہی بریکٹ میں رکھ دیا تو کل کلاں کو سیٹھ جی میری جگہ پر کہیں نظیر ناروی کو نہ رکھ لیں - اس لیئے بڑھاتے ہوئے بولے ۔

"قریب قریب اتنا ہی یعنی بس ایک انچ کی کمی رہ جاتی ہے - اور وہ ہم استاد لوگ کبھی نہیں بتاتے - ہی ہی ہی ۔۔۔۔۔۔۔۔"

خیر اب آپ سے سنیئے ۔"

"کیا بولا - آپ نے گجل ہے کہ کوالی ۔"

"ہے تو غزل مگر قوالی کی دھن پر ہے —"

"ہاں آجکل سب بڑا بڑا لوگ کوالی سنتا ہے۔ اور سر دھنتا ہے۔
یہ آپ نے بہت اچھا کیا جو گجل کو کوالی کی دھن میں باندھ دیا سناؤ جی
بجیر نورئی صاحب۔ بولو گجل اپنی —"

نظیر ناروی نے جھک کر آداب بجا لاتے ہوئے کہا۔

"عرض کرتا ہوں۔"

"ٹھہرو —"

سیٹھ جی دیوان پہ بیٹھ گئے تھے۔ پہلو بدل کر بولے۔

"میں اپنا گون پہن لوں —"

دونوں مصاحبوں نے گون پہنانا شروع کر دیا۔ کافی محنت کے بعد
ان کے بھاری بدن پر گون فٹ کیا گیا۔ تو سیٹھ جی ایک لمبی سانس لے کر
بولے۔

"ہاں۔ اب سناؤ"

نظیر ناروی نے پھر آداب کیا۔

بولے "عرض کیا ہے"

داماں تار تار ہے

دل سخت سخت ہے

نظیر ناروی نے ابھی پہلا مصرعہ ہی کہا تھا کہ سیٹھ جی اپنی جگہ پر کسمسا
کر بولے۔

"میرا خیال ہے اسے پہن ہی لوں۔ لاؤ مجھے واپس دو —"

نظیر زہر کا گھونٹ پی کر رہ گئے۔

مصاحب پھر وہی گون سیٹھ کو پہنانے لگے۔ اب کی مرتبہ سیٹھ جی نے گون پہن کر اسے اتارنے کا ذکر نہیں کیا۔ اس لیے نظیر ناروی کو غزل کا پہلا شعر سازندوں کے ہمراہ گانے کا موقع مل گیا۔

نظیر ناروی نے بہت عمدہ آواز پائی تھی۔ اس پر میر صاحب کنڈکٹر کی طرح بازو پھیلا پھیلا کر سازندوں کو آرکسٹرا کی طرح رہنمائی کرتے ہوئے خاصے مضحکہ خیز معلوم ہو رہے تھے۔ مگر سیٹھ جی بڑے دھیان سے غزل سن رہے تھے۔

"عرض کیا ہے سیٹھ جی ــــ"

دامان تار تار ہے ــــ دل سخت ہے
تقریرِ عشق زہرہ وفشاں کتنی سخت ہے

سیٹھ جی فوراً چلا پڑے "اجی یہ گیجل تو بہت سخت ہے۔ سچ مچ اسے سن کر تو مجھے نیند آنے لگی۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا میر صاحب کہ تم اسے تھوڑا سا ادھر ادھر سے کھینچ کھانچ کر ایک پھڑکتی ہوئی کوالی بنا دو"

میر صاحب نے سازندوں کو مسلسل بجاتے رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "آپ آگے تو سنئیے۔"

نظیر ناروی نے دوسرا شعر گایا۔

ہونٹوں کی تازگی ہے بہاروں کا کاروانِ راہ
آنکھوں کا حسن چاند ستاروں کا رخت ہے

پھر تیسرا۔ پھر چوتھا۔۔۔۔۔۔

سایہ نہ کوئی شاخِ ثمر دار ہے کہیں
کتنا عجیب تیری وفا کا درخت ہے

پنبۂ بگوش کس لیے رہتی ہے مرگ بھی آواز ساز زیست کی کرخت ہے۔۔''

مگر ہر شعر پر سیٹھ جی کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ انہوں نے نظیر ناردی کو قطعے تک نہ پہنچنے دیا۔ ہاتھ اٹھا کر بولے۔

"بہت سخت ہے۔ بہت سخت ہے۔ کیسی دھن ہے اس کی رے؟"

میر صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سرکار دھن غزل کے مصرعے سے لگ کر ہی تو چلے گی۔"

"اسے مگر یہ تو بہت کر کے ٹھس اور بھاری ہے" پھر سیٹھ جی اپنے سینے پر ہاتھ کر بڑی اداسی سے بولے۔

"یہاں آ کر بیٹھ جاتی ہے۔ بہت برس ہوئے میں نے ایک کوالی سنی اپنے قصبے والے ہیں۔ ادھر ایک بیجارہیں ناچنے والی آئی تھی۔ اس نے سنائی تھی۔ کیا بول تھے۔ کیا بول تھے۔ ٹھہرو۔ یاد کر لوں تو سناؤں۔

"ہوں۔ سنو۔"

میر صاحب اور گورو جی۔ نظیر ناروی اور تمام سازندے ہمہ تن گوش ہو گئے۔

سیٹھ جی نے گانا شروع کیا۔

"مان مان میری جان — تو میری شان
میں تری جان مان مان .....

سیٹھ جی مہک مہک کر اپنی پھٹی آواز میں گانے لگے۔ ساتھ میں میر صاحب کی طرح سازندوں کو اشارہ کرنے لگے۔ بیچارے سازندوں نے سیٹھ جی کی آواز کا ساتھ دینے کی بہت کوشش کی۔ مگر بے سود۔ ساز کہیں جا رہے تھے سیٹھ جی کی آواز کہیں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد سیٹھ جی کا دم پھول گیا۔ ہانپنے لگے۔ رومال سے پسینہ پونچھ کر بولے۔

"کیسی رہی —؟"

میر صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

"ایسی جذباتی قوالی میں نے آج تک نہیں سنی۔ دل کے تاروں کو چھو لیتی ہے —"

"کیا آواز پائی ہے آپ نے"

نظیر نارووی نے حیرت سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

سیٹھ جی نے فخریہ انداز سے اپنے مصاحبوں کی طرف دیکھا۔ پھر مسکرا کر بولے۔

"مگر میں بولوں آپ کو۔ میں نے آج تک کسی سے گانا نہیں سیکھا۔"

"آپ کو سنگیت بھی سیکھنا چاہیئے —"

میر صاحب فوراً بولے۔

"جس طرح آپ ڈانس سیکھ رہے ہیں۔ اسی طرح سنگیت بھی باقاعدگی سے سیکھئے۔ سنگیت اور نرت دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں ــــ"

"جی ہاں" گورو جی بولے۔

"دونوں مانو کی آتما میں کلا کا جادو جگاتے ہیں" میر صاحب پھر اصرار کرتے ہوئے بولے۔

"ناچ تو آپ سیکھ ہی رہے ہیں۔ مگر جنٹلمین بننے کے لئے ایک شریف مہذب انسان کہلانے کے لئے موسیقی کا مطالعہ بہت ضروری ہے"

سیٹھ جی گھڑی دیکھ کر سر ہلا کے بولے۔

"مگر سمجھ میں نہیں آتا۔ اتنی ساری چیزیں میں اکٹھا کیسے سیکھ پاؤں گا جی۔؟ میرے پاس ٹیم کدھر ہے۔؟ ایک تو روز صبح میں گتکا کا سبق لیتا ہوں۔ پھر اب ایک پھلاسفر کو بھی میں نے نوکر رکھ لیا ہے۔ سنا ہے آجکل ہائی کلاس سوسیٹی میں پھلاسفی بہت چل رہی ہے۔ کوئی ایک فلاسفر ہیں۔ ایک سوتر صاحب ہیں۔ دوسرے کو موتر۔"

نظیر ناردی نے تصحیح کی "جی فرانس کے سارستر۔ بہت بڑے فلاسفر دوسرے کامو۔ وہ بھی بہت بڑے۔ بہت بڑے۔ ان کی فلاسفی"

میر صاحب نے سوچا۔ یہ بات کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی۔ فوراً قطع کلام کرتے ہوئے بولے۔

"فلاسفی بے شک۔ بہت عمدہ ہے۔ مگر موسیقی جناب پھر موسیقی ہے

گورو جی نے کہا۔
"موسیقی کے ساتھ نرت بے حد ضروری ہے۔ مگر زندگی میں سنگیت سے بہتر کچھ نہیں ہے۔"
"اجی نرت سے بڑھیا کلا کوئی نہیں ہے۔"
گورو جی کہاں پیچھے رہنے والے تھے۔
"سیٹھ جی میں کہتا ہوں۔" میر صاحب اپنی مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے بولے۔
"موسیقی کے بغیر یہ دنیا ایک دن نہیں چل سکتی۔"
"اور میں کہتا ہوں۔ گورو جی بولے۔ جو انسان نرت نہیں جانتا وہ بے کار ہے۔ محض بیکار ہے۔"
میر صاحب نے گھور کر گورو جی کی طرف دیکھا۔ گورو جی بھی پلیٹ کر اسی طرح آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر میر صاحب کی طرف دیکھتے رہے اب دونوں میں ٹھن گئی۔ میر صاحب بولے۔
اس دنیا میں اب تک جتنے جھگڑے ہوئے ہیں۔ جتنی جنگیں ہوئی ہیں ان کی وجہ صرف وہ لوگ تھے۔ جو سنگیت نہیں جانتے تھے۔ ہلاکو کو لیجئے۔ چنگیز کو لیجئے۔ ہٹلر کو لیجئے۔ یہ لوگ موسیقی سے کورے تھے۔"
گورو مہاراج بولے۔
"میں تو صرف اتنا جانتا ہوں۔ ہماری ساری دارگھٹنائیں۔ اتہاس کی ساری بربادیاں سیاسی لیڈروں اور نیتاؤں کی ساری کمزوریوں،

کی جڑ ہے۔ نرت سے ناواقفیت ۔۔۔ "

" وہ کیسے جی ۔ " ؟ سیٹھ جی ایک دم بول پڑے ۔

میر صاحب فوراً ہی بیچ میں کود پڑے " دیکھیے سیٹھ جی جنگ کیا اس وقت شروع نہیں ہوتی ہے۔ جب انسانوں اور ان کی قوموں کا باہمی توازن بگڑتا ہے۔ جب وہ ایک تال یا سُر میں نہیں رہتے ۔۔۔ "

" ہیں جی ۔۔۔ ؟ " سیٹھ جی غور کرتے ہوئے بولے ۔

" یہ تو تم ٹھیک بولتے ہو ۔۔۔ "

" اور سیٹھ جی ۔۔۔ فوراً گورو جی بولے ۔

" اور سیٹھ جی کوئی آدمی بھاری غلطی کرتا ہے۔ گھر پر یا راج نیتی یا جنگ میں ۔ تو کیا ہم یہ نہیں کہتے کہ اس نے یہ غلط قدم اٹھایا ۔

" ہاں کہتے تو ہیں ۔۔۔ "

میر صاحب بولے " سیٹھ جی ۔ اگر ساری دنیا کے لوگ سنگیت سیکھ لیں ۔ تو ان کی قومیں کبھی بے سری نہ ہوں ۔ اور جب وہ بے سری نہ ہوں گی ایک تال میں چلیں گی تو باہمی توازن کبھی نہ بگڑ پائے گا ۔ جنگ کبھی نہ ہو گی ۔۔۔ "

" اور غلط قدم انسان وہی اٹھاتا ہے جو نرت کلا سے واقف نہیں ہوتا ۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ ہر آدمی کے لیے نرت کا گیان بہت ضروری ہے ۔

" بالکل ٹھیک ۔ بالکل ٹھیک " سیٹھ جی سر ہلا کے بولے ۔ تم دونوں بالکل ٹھیک کہتے ہو ۔۔۔ "

"تو سیٹھ جی آپ سمجھ گئے۔ کہ سنگیت اور نرت دونوں کا گیان آپ کو ہونا چاہیئے" گورو جی مہاراج نے دلائل کے چوکھٹے میں آخری کیل گاڑ دی۔

"بالکل۔ بالکل۔ بالکل" سیٹھ جی ہاں میں سر ہلا کے بولے۔

"میر صاحب نے کہا" تو اب اجازت دیجئے تاکہ ہم اپنا اپنا پروگرام آپ کے سامنے پیش کر سکیں۔ پہلے میں آپ کے سامنے درباری کی ایک چھوٹی سی چیز پیش کرتا ہوں"

"درباری ——؟" سیٹھ جی چونکے۔

"جی ہاں آپ جیسے بڑے سیٹھ کے سامنے درباری سے کم کوئی چیز کیسے پیش کی جا سکتی ہے۔ بڑے بڑے راجاؤں۔ مہاراجوں نوابوں حتیٰ کہ مغل بادشاہوں کے دربار میں بھی درباری گائی جاتی تھی۔ اس کا ٹھاٹ بھی شاہی ہے جبھی تو اس کو درباری بولتے ہیں"

"تب تو ضرور سنیں گے درباری ——"

سیٹھ جی نے فخر اور غرور سے ملے جلے جذبات سے اپنے مصاحبوں کی طرف دیکھا۔ اور آلتی پالتی مار کر ایک مغل شہزادے کی طرح سامنے تخت پر بیٹھ گئے۔ اور اپنے دونوں مصاحبوں اودھو جی اور مادھو جی کو دائیں بائیں کھڑے ہونے کا اشارہ کیا۔ اور بولے۔

"تو لگاؤ درباری" سیٹھ جی نے سوچا جیسے دربار لگتا ہے ویسے ہی درباری لگتی ہوگی"

میر صاحب نے درباری شروع کی۔

"اسے ری۔ میری تال کٹوری۔ پنیاں بھرن گئی۔ سکھیاں سنگ گگریا موری پھوری۔ کمبخت بالم آ آ آ ۔۔۔ ای ای ای اوا و او۔۔۔۔۔"

میر صاحب راگ الاپتے رہے۔ سازندے ساز بجاتے رہے سیٹھ جی غلط سلط تال دیتے رہے۔ یکایک سم پہ آکر میر جی نے توڑ دیا۔ اور چپ ہو گئے۔ سیٹھ جی ابھی تال دے ہی رہے تھے۔ اس لئے کچھ مایوس ہو کر بولے۔

"اِیں کیا ختم ہو گیا۔ ؟"

"جی ہاں" میر صاحب نے کہا۔ اور داد طلب نگاہوں سے سیٹھ ڈھیر و مل کی طرف دیکھنے لگے۔

سیٹھ جی کی سمجھ میں تو خاک نہ آیا۔ مگر دانت نکوس کر بولے۔

"اچھا تھا۔ اچھا تھا" پھر ایکدم سر ہلا کے "بہت اچھا تھا"

میر صاحب ابھی کچھ اور شروع کرنے والے تھے کہ گورو جی نے بے صبری سے کہا۔

"اب پرستنت ہے کتھک کا ایک آئیٹم"

"کتھا۔۔۔" سیٹھ جی حیران ہو کر بولے۔

"کیا کتھا کرنے چلے ہو رامائن کی۔ یہ کون سا ٹائیم ہے"

"کتھا نہیں سیٹھ جی کتھک۔ یہ ناچ کی ایک قسم ہے۔" میر صاحب نے سمجھایا۔

"اور بہت سندر ہے۔" گوروجی بولے۔ "دیکھتے جائیے۔"
اس پر گوروجی نے اپنے سازندوں کو ہوشیار کیا۔ جواب تک تقریباً اونگھ میں آ چلے تھے۔ اور جلدی جلدی سے گھنگھرو باندھ کر ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے۔
کتھک یہ آئیٹم کچھ اس قسم کا تھا جیسے شو کا تانڈو نرت یا کسی گوالے کا پرمسرت رقص۔ اس میں بہت اچھلنا کودنا تھا۔ اور خاص طور پر ٹانگیں بار بار اٹھا کر سیٹھ جی کی طرف اس اس انداز سے گھمانے کہ سیٹھ جی پریشان ہو کر پیچھے ہٹ جاتے۔ انہیں ہر بار یہ خیال ہوتا کہ اب لات ان کے منہ پر آ کے لگی۔ کہ اب لگی۔ مگر چونکہ معاملہ کلچر کا تھا۔ اور سیٹھ جی پر آجکل کلچر ہضم کرنے کا شوق چرایا تھا۔ اس لئے گوروجی کو کتھک بند کرنے کے لیے نہ کہہ سکتے تھے۔ اور خود پیچھے ہٹ سکتے تھے۔ طوعاً کرہاً اپنی جگہ پر ڈٹے رہے اور جب ناچ ختم ہوا تو ذرا اطمینان کا سانس لے کر تالی بجا کر بولے۔
"ہاں یہ بھی بہت مزے دار تھا۔ مگر کچھ ... تھا۔" پھر رک کر بولے۔
"ایک بات ہو دوا گڑھ کی رانی جی کو ہم کھانے پر بلائیں گے۔ اس موقع پر تم دونوں اپنا پروگرام دینا۔ ہیں جی ---؟"
"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بہت بڑھیا پروگرام دیں گے۔"
میر صاحب بولے۔ "مگر یہ کافی نہیں ہے سیٹھ جی۔ آپ جیسے بڑے آدمیوں کو جو صحیح معنوں میں کلا کے سرپرست کہے جا سکتے ہیں۔ آپ کو تو ہر ہفتے اپنے گھر پر سنگیت کی ایک بڑی محفل رکھنی چاہیئے۔" میر صاحب نے

مشورہ دیا۔

"کیا جنٹلمین لوگ ہر ہفتے ایسا ہی کرتے ہیں" سیٹھ جی نے سوچا۔

"جی ہاں" گوروجی بولے۔

"اور سنگیت کے ساتھ نرت کی بھی محفل ہونی چاہیئے"

"تب تو ہووے گی جرور"

سیٹھ جی سر ہلاتے ہوئے بولے "ہر بدھ کو رکھیں گے ایسی محفل"

"اور منگل کو ایک مشاعرہ بھی ہو"۔ نظیر نادری نے بھی اپنا رنگ جمانا چاہا۔

"تم سے کہا ہے بڑے آدمیوں کی باتوں میں نہیں بولتے۔"

میر صاحب نے فوراً اسے ڈانٹ دیا۔ کم بخت یہ نظیر نادری اپنا الگ سے رنگ جمانا چاہتا ہے مگر میں نے نہ جمنے دیا۔ کوئی ایسی کچی گولی نہیں کھیلے ہیں۔ ہم۔ میر صاحب نے سوچا۔ پھر ڈانٹ کر اس سے کہا۔

"اب آپ کا کام ختم ہو چکا ہے۔ تشریف لے جائیے۔"

نظیر نادری بے چارہ بالکل جھینپ گیا۔ چند لمحے سر جھکائے کھڑا رہا۔ پھر آہستہ سے سلام کر کے رخصت ہو گیا۔

اس کے جاتے ہی میر صاحب نے جیب سے کاغذ پنسل نکال کر کہا۔

"ہاں جی سیٹھ جی اگلے بدھ وار کو پروگرام طے ہو جائے۔ اس کے لیے دس سازندوں اور چار گویوں کو بلانا ہو گا۔ ایک ستار بجانے والا۔ دو گٹار بجانے والے۔ دو پکھاوج والے۔ ایک مردنگ والا۔ دو تانپورے

والے۔۔"

گورو جی بیچ میں بول پڑے "۔ اور مس جے مالا میرے ساتھ ناچنے سکے لئے۔ رادھا کرشن کا ناچ ہوگا۔ اس دن۔ اور ہاں ایک ڈھولک اور ایک طبلے والا۔

سیٹھ جی بولے۔" اور دو شنکھ بجانے والے۔"

"بالکل۔" سیٹھ جی نے اہمیت بھرے لہجہ میں کہا "بچپن میں۔ میں جس گلی میں۔ آ۔ میرا مطلب ہے۔ جس بنگلے میں ہم رہتے تھے اس کے سامنے ایک مندر تھا۔ اس میں دو پجاری بہت اچھا شنکھ بجاتے تھے اور آرتی کرتے تھے۔ وہ آواز مجھ کو اب تک یاد ہے۔ کچھ ایسا بجاتے تھے۔ اتنا کہہ کر سیٹھ جی نے دونوں ہاتھ ایک خاص پوز میں اپنے منہ پر رکھ لیے۔ اور لگے شنکھ کی آواز نکالنے۔ جو سارے ڈرائینگ روم میں گونج گئی۔ سیٹھ جی کے چہرے پر بچوں کی سی پُرمسّرت کیفیت طاری ہو گئی۔ شنکھ بجاتے بجاتے ان کا دم پھول گیا۔ میر صاحب پر بھیانک ردّعمل تھا۔ مگر وہ کسی طرح اپنے جذبات چھپا کر بولے۔

"وہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہم پر چھوڑ دیں۔"

"جی ہاں۔" گورو جی نے تائید فرماتے ہوئے کہا "ہم دونوں مل کر عمدہ پروگرام طے کریں گے۔" "بیچ بیچ میں ڈانس کے توڑے۔"

"توڑے؟ واہ۔ واہ توڑوں کا تو میں رسیا ہوں۔" سیٹھ جی لہک لہک کر بولے۔

"جرا میرا ناچ دیکھو۔ جو میں گوروجی سے سیکھتا ہوں۔ ہیں جی۔؟ میر صاحب جی۔؟ دیکھو جرا میرا ناچ۔" پھر گوروجی سے مخاطب ہو کر بولے۔

"چلو گوروجی ہم کو ریہرسل کراؤ۔"

گوروجی نے سیٹھ کے بھاری موٹے بدن کو ڈرائینگ روم کے بیچ ایک پوز دیا۔ اور لگے ریہرسل کرانے۔ بیچ بیچ میں خود ہی ٹکڑے بولتے جاتے تھے۔ اور مشورہ دیتے جاتے تھے۔ تک تک تھیا۔ تک تھیا۔ تھیا تھیا تک تھیا۔ تک تھیا۔ تھیا تھیا تک تھیا۔ کندھے یوں نے ہلاؤ بھیا۔ دھنا دھنا دھن۔ کدھر جاتا ہے تمہارا بدن۔ ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ ایک۔۔۔۔ دو۔۔۔۔ تین۔۔۔۔ چار۔ سر اونچا سینہ باہر۔ کرت گنجا۔ کرت گنجا۔ کرت گنجا۔ مانس کیدھا۔ جسم رکھو سیدھا۔۔۔۔۔۔ سیدھا۔۔۔۔۔ سیدھا۔۔"

سیٹھ جی اپنی پھولتی ہوئی سانس زور سے باہر پھینک کر بولے۔

"فو۔"

اور دھم سے ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔

گوروجی نے تال بجا کر سم پر ختم کیا۔ بولے۔

"اچھا چل رہا ہے۔ اچھا۔ اچھا۔۔۔۔۔۔ اسی طرح پریکٹس کرنے سے اور بھی اچھا ہو جائے گا۔ مگر وقت لگتا ہے۔ اس میں۔"

یکایک سیٹھ جی کو کچھ یاد آیا۔ ایکدم گھبرا گئے۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر

گورو جی اور میر صاحب کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر بولے۔

"مجھے یاد آیا جب رانی جی مہاراج یہاں آویں گی۔ تو ان کو پرنام کیسے کیا جاوے گا۔"

گورو جی نے کچھ کہنے سے پہلے اپنے سازندوں کی طرف دیکھا اور بولے

"تم لوگوں کا کام ختم ہوگیا۔ اب تم جاؤ۔"

میر صاحب نے بھی سازندوں کو چلتا کیا۔ جب دونوں ٹولیاں اُٹھ گئیں۔ تو گورو جی نے بڑی ادا سے دونوں ہاتھ پھیلا کر انہیں قریب لاتے ہوئے۔ بڑی بانکی ادا سے دونوں ہاتھ جوڑ کر نمسکار کرنے کا ڈھنگ بتایا۔ مگر سیٹھ جی کے چہرے پر ناامیدی کے گہرے آثار نمودار ہونے لگے۔ بولے۔

"نہیں جی۔ آجکل ایسا نہیں ہووے ہے۔ آجکل تو پہلے ایک پاؤں پیچھے ہٹاتے ہیں۔ پھر دو تین بار آگے جھک کر ہاتھ کو ماتھے تک لے جاوے ہیں۔ آجکل ہائی سوسیٹی میں یہی چلتا ہے۔"

میر صاحب بولے۔

"میں بتاتا ہوں۔ میں بتاتا ہوں۔ سیٹھ جی کورنس بجالانے کا طریقہ کچھ اور ہی ہے۔ مگر پہلے یہ بتایئے۔ کہ وہ ہے کون ——؟"

"میرا مطلب ہے۔ اس کی حیثیت اور مرتبہ کیا ہے۔ آداب حیثیت اور مرتبے کے حساب سے بدلتا رہتا ہے۔ سیٹھ جی —— اس لئے آپ کو بتانا ہوگا۔"

سیٹھ جی بولے ۔" ہوراگڑھ کی رانی جی ہیں - پدما بائی - اور کون ہو سکتی ہیں جی ۔ ؟"

میر صاحب نے سر ہلا کے کہا ۔" وہ ہیں تو بڑی عزت سے کورنش بجالانا چاہیئے - پہلے یوں ایک بار پیچھے ہٹئے پیچھے ہٹ کر پھر آگے جائیے ۔ تین قدم لیجیئے ۔ ایک - دو - تین قدم پر جھک جائیے - ذرا سا جھک کر - دائیں ہاتھ کو اٹھا کر ماتھے کے ذرا نیچے لے جا کر تین بار ہلا کے آداب کہیئے ۔" میر صاحب نے کر کے دکھایا ۔ اور اس قدر پھرتی اور مشاقی سے کہ سیٹھ جی دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے ۔ بالکل بھونچکے ہو کر بولے ۔

" ایں ۔ ؟ پھر کر کے دکھاؤ جی ۔"

میر صاحب نے دو تین بار کر کے دکھایا ۔ پھر بولے ۔

" اب آپ پریکٹس کیجیئے ۔"

سیٹھ کورنش بجالانے کا طریقہ سیکھنے کے لیئے اٹھے ہی تھے کہ اتنے میں مادھو - تیزی سے چلتے ہوئے آئے ۔ اور سیٹھ جی کے قریب آ کے بولے ۔

" حضور گتکا ماسٹر آپ کا باہر لان میں انتظار کر رہے ہیں ۔"

" انہیں یہیں لے آؤ ۔ آج گتکے کا سبق ادھر ہی سیکھیں گے ہم ۔"

" جی بہت اچھا ۔"

جب مادھو جی اور ان کے ساتھ اودھو جی بھی باہر چلے گئے تو گورو جی نے حیرت زدہ ہو کے پوچھا ۔

"گتکا کیوں سیکھ رہے ہیں آپ — ؟"

سیٹھ جی بولے۔

"دیکھتے نہیں ہو۔ ملک میں آجکل دنگا فساد ہو رہا ہے۔ کہیں پر ہندو مسلمان کا جھگڑا ہے۔ کہیں پر مجور اور مل مالک کا جھگڑا ہے۔ کہیں پر ٹھیکیدار اور اس کے گینگ مینوں کا جھگڑا ہے۔ اس واسطے میں گتکا سیکھتا ہوں۔ سُنا ہے جس آدمی کو گتکا آوے ہے۔ وہ ایکدم بیس پچیس گنڈوں کو پچھاڑ کے نکل جاوے ہے۔

سیٹھ جی اسی طرح گورو جی کو گتکے کے گن سمجھا رہے تھے کہ سامنے سے گتکا ماسٹر آتے دکھائی دیئے۔ گہرا سانولہ رنگ۔ اکہرا بدن۔ سیدھے۔ فوجی انداز میں کھڑے ہونے کا ڈھنگ۔ ہٹلر ٹائپ مونچھیں۔ جسم سے عجیب سی بو آ رہی تھی۔ نیکر پہنے تھے۔ ان کے دائیں بائیں اودھو جی اور مادھو جی لاٹھیاں سنبھالے چل رہے تھے۔

گتکا ماسٹر نے اندر آتے ہی سر کی خفیف سی جنبش لے کر حاضرین کو سلام کیا۔ اور اودھو جی کے ہاتھ سے لاٹھی لی۔ اور اسے کچھ کہے بغیر سیٹھ صاحب کے ہاتھ میں دے دیا۔ دوسری لاٹھی مادھو جی کے ہاتھ سے لے کر خود اپنے ہاتھ میں لے لی۔ گورو جی اور میر صاحب دونوں نے جلدی سے یہاں کھسک جانے پر آمادگی ظاہر کی۔ مگر سیٹھ جی نے انہیں روک دیا۔ اور اپنے گتکے کی مشاقی دیکھنے کے لیے ٹھہرا لیا۔ اور گتکا ماسٹر سے پریکٹس کرانے کے لیے کہہ دیا۔

گنگا ماسٹر نے لاٹھی گھماتے ہوئے کہا۔
"پہلے نمسکار (لاٹھی سے)
یوں۔ پھر۔ جسم سیدھا۔ شریر کا بوجھ بائیں پیر پر۔ ٹانگیں زیادہ کھلی ہوئی نہیں۔"
سیٹھ جی نے فوراً پاؤں اندر کئے۔
"پاؤں ایک لائن میں۔" سیٹھ جی نے جلدی سے پاؤں ایک لائن میں کرنے کے لئے اور بھی ٹیڑھے کر لیے۔ گنگا ماسٹر بولے جا رہا تھا اور سیٹھ جی غلط ایکشن کئے جا رہے تھے۔
"لاٹھی کا نچلا سرا کولہے سے لگا ہوا رکھو۔ اوپر والا سرا کندھے تک لے جاؤ۔ کندھے سے باہر۔ باہر اندر نہیں۔ دایاں ہاتھ آنکھ تک اونچا۔ اٹھاؤ۔ سر تک نہیں آنکھ تک۔ بایاں کندھا ٹیڑھا مت کرو۔ تھوڑا اور ٹھیک کرو۔ تھوڑا اور۔ سرا اونچا۔ نیچے کہاں گھستے ہو۔ چہرے پر سختی لاؤ۔ بھوندو پن غائب کرو۔ آگے بڑھو۔ یوں جھول جھول کر مست ہاتھی کی طرح مت چلو۔ پہلے اڑا دار۔ پھر ترچھی دھار۔ آخر میں کھٹک کی مار۔ ایک دو۔ ایک دو۔ کھٹ کھٹ پیچھے ہٹ۔ ایک دو۔ ایک دو۔ بدن سیدھا بدن سیدھا۔ پیٹ اندر۔ پیٹ اندر۔ پیٹ اندر۔
سیٹھ جی ہانپتے ہوئے بولے۔
"اس سے زیادہ اندر نہیں جا سکتا۔"
پھر لاٹھی پھینک دی اور سانس زور زور سے باہر نکال کے بولے۔

"تو ــــ"

ان کے ہونٹوں پر جھاگ تھا۔ اور بدن پسینے میں تر بتر۔

اودھو جی اور مادھو جی پسینہ پونچھنے لگے۔ گتکا ماسٹر بولے۔

"بہت اچھا ہے۔ بہت اچھا ہے۔ تھوڑی سی پریکٹس کی ضرورت ہے۔ جیسا میں نے آپ کو بتایا ہے۔ گتکے کا سارا راز دو باتوں میں چھپا ہوا ہے۔ پہلا، خود مارو۔ دوسرا۔ دوسرے کو مت مارنے دو۔ جیسا اس دن میں نے پریکٹس کرتے ہوئے آپ کو دکھا کر ثابت کر دیا تھا۔ کہ اگر آپ گتکا جانتے ہیں۔ تو آپ کسی دوسرے کی لاٹھی۔ بھالے۔ تیر۔ تلوار۔ چاقو خنجر کا شکار نہیں ہو سکتے۔ اگر آپ حملہ کرنے والے کی لاٹھی یا بھالے کی دھار کا رخ اپنی لاٹھی کی ہلکی سی حرکت سے اپنے جسم کی سیدھی لائن سے ذرا پلٹ دیں۔ یوں۔ کلائی کی ذرا سی حرکت سے کبھی باہر کو۔ کبھی اندر کو۔ یوں پہلے اڑا دار۔ دوسرا ترچھی دھار۔ تیسری کھٹک کی مار"۔

گتکا ماسٹر نے تین چار بار کلائی موڑ کر۔ ہاتھ گھما گھما کر۔ لاٹھی کا رخ بدل کر دکھایا۔ اور پھر پوچھا۔

"سمجھ گئے۔؟"

سیٹھ جی بولے "یعنی اگر میں اس کو سیکھ جاؤں۔ تو کوئی بڑے سے بڑا گنڈہ۔ بڑے سے بڑا پہلوان مجھ کو نہیں مار سکتا۔ لیکن میں اس کو مار سکتا ہوں۔؟ ہیں جی ــــ؟"

گتکا ماسٹر بولا۔

"کیا میں نے آپ کو گنتکا چلا کے ثابت کر کے نہیں دکھایا ہے؟"

"وہ تو دکھایا ہے۔ صاف دکھایا ہے۔" سیٹھ جی نے ہاں میں سر ہلایا۔

گنتکا ماسٹر خوش ہو کر بولا۔

"اسی لیے تو میں کہتا ہوں۔ کہ آج جبکہ ہمارا دیش چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرا ہوا ہے۔ آج ہر بھارتی کا فرض ہے کہ وہ گنتکا سیکھے بجائے اس کے کہ وہ اپنا وقت سنگیت اور نرت اور اس قسم کی واہیات باتوں میں ضائع کرے۔"

گورو جی ایک دم بھڑک کر بولے۔

"ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ اے گنتکا ماسٹر۔ نرت کلا کا نام عزت سے لو۔"

"اور فن موسیقی کا احترام بھی لازمی ہے۔"

میر صاحب نے گل مچھے سنوارے۔ گنتکا ماسٹر نے بڑی تحقیر سے ان دونوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیا آپ گنتکے ایسے فوجی کھیل کا مقابلہ کر کے اپنی ٹوں ٹھک تھیا سے کرنا چاہتے ہیں۔؟"

میر صاحب گورو جی سے بولے۔

"دیکھا آپ نے۔ اس گنتکا ماسٹر کا مزاج اس وقت عرش پر چلا جا رہا ہے۔"

گورو مہاراج ہاتھ جھاڑتے ہوئے بولے۔

"اور سینہ کیسے پھلائے ہوئے ہے جیسے کچرے کا ڈرم۔"
گتکا ماسٹر نے آگے بڑھ کر کہا۔

"خبردار۔ میری شان کے خلاف ایک لفظ ادر منہ سے نکلا تو ہوش ٹھکانے لگا دوں گا۔ سمجھئے۔" وہ گرو جی کی طرف دیکھ کر بولا۔ "ایسا تگنی کا ناچ دکھاؤں گا۔ کہ سچ مچ میں چکر یاں کھانے لگو گے۔"
پھر وہ میر صاحب کی طرف مڑا۔ اور بولا "تم بھی اچھی طرح سے سن لو گو تیے۔ کان کھول کے سن لو۔ میرے گتکے کو کچھ نہ کہنا۔ ورنہ وہ چار چوٹ کی مار دوں گا۔ کہ ساتوں سر کھول جاؤ گے۔"

یہ بات سُن کر گورو جی آپے سے باہر ہو گئے۔ چلا کر بولے۔
"اُف۔ اُف۔ تم جانتے نہیں ہو۔ میں کون ہوں۔ گورو بھوشن مہاراج۔ نرت کلا کے مہان کلا کار تم نے شاید میرا ٹانڈو نرت نہیں دیکھا ہے۔ وہ لات مار دوں گا کہ سات پٹخنیاں کھاتے نظر آؤ گے۔"

اب گورو جی کو برستے دیکھ کر میر صاحب بھی جلال میں آ گئے۔ آستین چڑھاتے ہوئے بولے۔

"اور تو جانتا نہیں ہے۔ میں کون ہوں۔ سنگیت سمراٹ موسیقار اعظم میر محمد مشتاق احمد خاں غصے میں آ جاؤں۔ تو ایسا سر لگاؤں۔ کہ زمین پھٹ پڑے۔ آسمان دھک سے رہ جائے۔ اور تو ہمارے منہ آتا ہے۔ سالے گوالے۔"

"کل تک دو پیسے میں دودھ بیچتا تھا۔" گورو مہاراج بولے۔

"آج بڑا گتکا ماسٹر بنا پھرتا ہے۔"
سیٹھ جی گھبرا کر بولے۔
"ایسا مت کہو۔ ایسا مت کہو۔ یہ گتکا ماسٹر بہت بھیانک ہے اس کے آڑے وار اور ترچھی وار اور کھٹک کی مار کا جواب نہیں ہے۔"
گورو جی نے انگلیاں نچا کر کہا۔
"اجی چھوڑیئے۔ ایسے لٹھیا چلانے والے گنوار بہت دیکھے ہیں۔"
سیٹھ جی گھبرا کر بولے "ناں۔ ناں۔ ایسا مت کہو۔ بہت خوفناک ہے۔ مار ڈالے گا۔"
گتکا ماسٹر آگے بڑھ کر بولا۔
"کیوں بے رنڈیوں کے لے پالک۔"
"دتے۔" گورو جی نے جواب دیا۔
"دھاکڑ" میر صاحب گرجے۔
"دھورت۔"
"دھونیئے۔"
"گھس بیٹھیئے۔"
سیٹھ جی نے بیچ بچاؤ کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔
"چھی۔ چھی۔ آپ جیسے مہذب لوگوں کو کلچر کی شکتا۔"
گورو جی کا پارہ آسمان پر تھا۔ ہاتھ نچاتے ہوئے بولے۔
"گوبر کھانے والے گنوار۔"

گنگا ماسٹر نے دانت پیس کر کہا "میری لٹھیا کے ایک ہی وار سے،
گوروجی لات اٹھائے بولے۔
"میری لات کے ایک ہی وار سے
"دیکھو دیکھو صاحبان" سیٹھ جی گھبرا کر بولے۔
"آپ تینوں تشریف آدمی یعنی جنٹلمین ——"
"ارے تیری بدھیاں بیٹھا دوں گا" گنگا ماسٹر چلا کر میر صاحب سے
کہنے لگا ——
"تیری کھال میں بھُس بھر دوں گا" میر صاحب گرجے۔
"نہیں۔ نہیں کلچرڈ لوگ اس طرح۔ ذرا میری سنو۔ جناب ——"
"اجی اس کا مزاج درست کرنے دو سیٹھ جی" میر صاحب طنز بھرے
لہجہ میں بولے۔
"جب تک یہ میرے منجھے ہوئے ہاتھ سے دو چار گھونسے نہیں کھالے
گا۔ اسے چین نہیں آئے گا ——"
"بھگوان کے لئے میر صاحب"
سیٹھ ڈھیر و مل ہاتھ جوڑتے ہوئے بولے۔
"میر صاحب جرا اپنا مجاز اتنا گرم مت کرو ——"
عین اسی وقت پر ایک انتہائی دُبلا پتلا آدمی گوروجی سے بھی آدھا۔ مگر
قامت میں تاڑ کے پیڑ کی طرح لمبا۔ آنکھوں پر چشمہ لگائے۔ بغل میں بہت
سی کتابیں دابے۔ داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر سیٹھ صاحب کی جان میں جان

آ گئی تھی، تھل تھل کرتے بھاگتے ہوئے ہانپتے ہوئے اس کے پاس گئے اور بولے۔

"بہت اچھا ہوا۔ آپ آ گئے۔ ہم کو اس سمے آپ کی فلاسفی کی ضرورت تھی۔ بھلا سفر صاحب یہ تینوں بیکار میں جھگڑ رہے ہیں۔ ان کو ٹھنڈا کیجئے۔"

فلاسفر نے جیب سے نسوار کی ایک چھوٹی سی ڈبیا نکالی۔ چٹکی بھر کے نتھنوں میں سرک لی۔ بڑے اطمینان سے بولے۔

"بچ بچ گھبرائیے نہیں ابھی سارا معاملہ ٹھیک کئے دیتا ہوں۔ ایسے ہی موقعوں پر تو ہماری فلاسفی کام آتی ہے۔" اتنا کہہ کر وہ تینوں کو مخاطب کر کے بولا۔

"کہئے کیا ماجرا ہے۔ حضرات آپ لوگ کس بات پر جھگڑ رہے ہیں۔"

فلاسفر آہستہ سے ایک طنز بھرے حقارت آمیز تبسم سے کہنے لگا۔

"ارے رے رے آپ لوگ اتنی سی بات پر آگ بگولہ ہو رہے ہیں۔ اور اپنے بچگانہ پن کا مظاہرہ فرما رہے ہیں۔ کیا آپ سوامی مکتا نند کا وہ کتھن بھول گئے۔ یا افلاطون کا وہ سبق۔ یا سنیکا کا وہ قول کہ غصہ آدمی کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ غصہ مہذب سے مہذب انسان کو جانور بنا دیتا ہے اور۔"

گورو جی قطع کلام کرتے ہوئے بولے۔

"مگر اس نے ہماری بے عزتی کی ہے۔"

"ہمارے فن کی شان میں گستاخی کی ہے۔" میر صاحب نے تائید کی۔ فلاسفر بے حد نرم لہجہ میں سمجھاتے ہوئے بولا۔ "ایک عقلمند دانشور گیانی ان تمام چھوٹی

چھوٹی باتوں سے بہت اوپر اُٹھ کے سوچتے ہے۔ اس قسم کی خفیف الحرکتی کا ایک ہی جواب ہے جوابی حملے سے گریز کرو۔ بھول جاؤ معاف کر دو۔"

"جی کیسے بھول جائیں فلاسفر صاحب۔ اس کی یہ ہمت یہ اپنے گھلے کا مقابلہ ہماری نرت کلا سے کرتا ہے۔ کیا اس کو معلوم ہے؟ ہماری نرت کلا وہ کلا ہے جس کے آگے بڑے بڑے رشی منیوں نے سیس نوایا ہے۔"

"اور میں یہ کہتا ہوں" میر صاحب بولے۔

"صرف موسیقی وہ آرٹ ہے جو انسان کی روح کو سچی تسکین دے سکتا ہے۔"

گتکا ماسٹر نے تاؤ کھا کر کہا۔

"اور میں ان دونوں کمینوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ یہ گتکے ایسے فوجی کھیل کا مقابلہ اپنی سارنگی ڈھولک سے نہ کریں۔"

فلاسفر نے ایکدم نسوار کی ڈبیا زور سے بند کی۔ بولا۔

"مہربان کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کے اس سارے جھگڑے میں میری فلاسفی کہاں پر آتی ہے۔ آپ تینوں کس بدتمیزی سے ایک عظیم فلاسفر کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے اپنے پیشے کی اہمیت پر زور دے رہے ہیں جنہیں یا کلا کہنا لفظ پیشے اور کلا کی توہین ہے۔ جن کا سہی مقام گوالے کا گھر، کسی رنڈی کا کوٹھا۔ یا کسی ڈوم ڈھاری کا چھپر ہی ہو سکتا ہے۔"

وہ تینوں یعنی گتکا ماسٹر۔ میر صاحب اور گورو جی مہاراج فلاسفر کے اس اچانک حملے سے بھونچکے رہ گئے۔ چند لمحے خاموشی سے اسے گھورتے رہے پھر گتکا ماسٹر نے پہل کی۔

"ارے۔ تو۔ فلاسفر کتابوں کے کیڑے ہمارے منہ آتا ہے۔"
میر صاحب بھی گھونسہ تان کے آگے بڑھ گئے۔ بولے۔
"ابھی چلا جا یہاں سے۔ مغز چاٹنے والے اسکول ماسٹر۔۔۔"
گورو مہاراج بھی نتھنے پھلاتے ہوئے بڑے خطرناک انداز میں آنکھیں گھماتے ہوئے، فلاسفر کو مارنے دوڑے۔ مگر فلاسفر گو بے حد دبلا پتلا تھا تیز اور طرار بھی تھا۔ وہ اکیلا ان تینوں پر پل پڑا۔
سیٹھ صاحب گھبرا کر بیچ بچاؤ کرنے لگے۔
اجی میر صاحب۔ فلاسفر صاحب۔ گورو جی، گنکا ماسٹر جی۔ ذرا سنو تو"
مگر کون سنتا تھا۔ وہ تینوں ایک ساتھ مل کر فلاسفر کو گالی دے رہے تھے۔
گورو جی بولے ۔۔ "ارے بدھو۔۔"
میر صاحب ۔۔ "کھونڈو ۔۔"
گنکا ماسٹر ۔۔ "بھینگے ۔۔"
گورو جی ۔۔ "بدقدرے ۔۔"
میر صاحب ۔ "برخوارہ ۔۔"
گنکا ماسٹر ۔ "بھر بھنگے ۔۔"
فلاسفر پہلے تو خاموش رہا۔ مگر لفظ بھر بھنگے پر اسے بھی تاؤ آگیا۔ طیش کھا کر بولا۔
"بھر بھنگے کوئی لفظ نہیں ہے۔ کسی بھاشا کا کوئی شبد نہیں ہے۔ بس اب میں یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔ تم لوگ غلط زبان میں گالی دیتے ہوئے

یہ کہہ کر اس نے گنگا ماسٹر کو ایک دھکا دیا۔ گورو جی کے لات ماری۔ اور میر صاحب کو گھونسا۔ وہ تینوں ہی اس پر پل پڑے۔ مگر فلاسفر بہت ہی چالاک تھا۔ وہ ہر بار ان کی گرفت سے نکل جاتا تھا۔ اور پھر وار کرتا تھا۔ بیچارے سیٹھ جی ادھر سے ادھر بھاگتے دوڑتے۔ ہانپتے کانپتے کبھی ایک کو کبھی دوسرے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"فلاسفر صاحب۔ جنٹلمین۔ میر صاحب۔ گورو جی۔ سنو تو۔"

مگر وہ لڑتے لڑتے ڈریسنگ روم سے باہر چلے گئے۔

سیٹھ ان کے پیچھے گیا۔ مگر پھر فوراً ہی لوٹ آیا۔ اور اپنے مصاحبوں سے بولا۔

"لڑنے دو۔ مرتے دو ان کم بختوں کو۔" پھر اپنے ڈریسنگ گون کو جھاڑتے ہوئے بولا۔

"میرے نئے ڈریسنگ گون کا ستیاناس ہو گیا ان کے جھگڑے میں۔ کیا کرنا ہے جی۔؟ ایک تو ان کا جھگڑا مٹاؤ۔ اوپر سے مار بھی کھاؤ۔"

سیٹھ جی اپنے جبڑے کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولے جہاں ایک گھونسہ کسی کا پڑ گیا تھا غلطی سے۔

"مجھ کو کیا کرنے کا ہے۔ ہیں جی۔؟ کھاہ مکھاہ (خواہ مخواہ)"

جب دونوں مصاحب سیٹھ جی کا ڈریسنگ گون جھاڑ رہے تھے اس سمے ان تینوں نے کیا دیکھا کہ دبلا پتلا فلاسفر اپنے کپڑے جھاڑتا ہوا اندر آ رہا ہے۔ وہ تینوں بھونچکا رہ گئے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ گنگا ماسٹر۔

میر صاحب اور گورو جی مل کر فلاسفر کی اچھی طرح ٹھکائی کریں گے۔ یہاں معاملہ الٹا نکلا۔ البتہ فلاسفر کی ایک آنکھ کے گرد سیاہ حلقہ ضرور تھا جہاں کوئی کرارا گھونسہ پڑا تھا۔ ورنہ وہ بالکل ٹھیک چاک چوبند نظر آتا تھا۔ آکر کہنے لگا۔

"چلئے سیٹھ جی اپنا سبق شروع کریں۔"

سیٹھ جی ابھی تک اسے حیرت زدہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ رک رک کر بولا

"آپ۔ آپ۔ ؟ ان سب کو۔۔۔ ؟"

فلاسفر ہنس کر بولا۔ اجی ہم فلاسفر لوگ اس قسم کے فضیحتوں سے خوب نبٹنا جانتے ہیں۔ تینوں کو بھگا دیا ہے میں نے۔ خیر چھوڑیئے۔ یہ بتائیے۔ کہ آپ کیا پڑھنا چاہتے ہیں مجھ سے۔۔۔ ؟"

"سب کچھ۔" سیٹھ جی بولے۔ "بات یہ ہے فلاسفر صاحب۔ کہ میرے ماں باپ نے مجھے پڑھایا نہیں کچی پہلی میں بھی نہیں ڈالا۔۔۔"

"بالکل نہیں پڑھے آپ۔۔۔ ؟"

"بس تھوڑی سی ہندی جانتا ہوں۔ واجبی لکھت پڑھت کر لیتا ہوں۔ پھر ذرا رک کر فخر سے بولے۔

"اور انگوٹھا بھی لگا لیتا ہوں۔" فلاسفر نے سوچ سوچ کر کہا۔

"تو ہم سب سے پہلے علم منطق سے کیوں نہ شروع کریں۔۔۔ ؟"

"منطق کیا ہوتا ہے جی۔۔۔ ؟"

سیٹھ جی نے پوچھا۔

"منطق کے تین بنیادی اصول ہیں ——"

"کون کون سے ۔"

فلاسفر نے ایک انگلی اٹھا کر کہا "پہلا اصول کائناتی سائیکل کا صحیح فہم و ادراک ۔ دوسرا اصول ۔"

دوسری انگلی اٹھا کر —— تقابلی تفرق کا صحیح امتیاز ۔ تیسرا اصول " ملبجے د ماوئی کا ارضی و سماوی امتزاج ——

"باپ رے —" سیٹھ گھبرا کر بولا۔

"پتھر کوٹ رہے ہو تم تو —— یہ منطق تو بہت مشکل ہے جی کوئی اچھی سی شکتا ہم کو دو ——"

"تو فلسفۂ اخلاقیات کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے —— ؟"

"ہیں جی ——؟ یہ کیا چیز ہوتی ہے —— ؟"

سداچار —— یعنی منو ورتیوں اور بھاوناؤں کو بس میں کرنا ۔ ہر برائی کو سبح سبھاؤ اور شانتی سے جیون بنانے کی سکتا دینا "

سیٹھ جی بھڑک کر بولے ۔

"نہیں جی ۔ مجھے شانتی نہیں چاہیئے ۔ مجھے بہت گسّہ آتا ہے ۔ اور جب گسّہ آتا ہے ۔ تو جی چاہتا ہے ۔ اپنے یا کسی کے کپڑے پھاڑ کے نوچ ڈالوں ۔ مجھے نہیں چاہیئے سداچار ۔ مجھے تو جب گسّہ چڑھتا ہے تو کمال کا گسّہ چڑھتا ہے"

فلاسفر سوچ میں پڑ گیا ۔ بند ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اور آنکھیں بند کر کے

سوچنے لگا۔ پھر ایکدم آنکھیں کھول کر اس نے سیٹھ جی کی طرف دیکھا اور بڑے سنجیدہ لہجہ میں بولا۔

"تو فزکس کے بارے میں آپ کیا سوچتے ہیں — ؟"

"پھجکس — ؟" سیٹھ جی نے پوچھا۔

"یہ کیا کرتی ہے ۔"

"کچھ نہیں۔" فلاسفر بولا "یہ ہمیں صرف فطرت کے خارجی نظام سے آگاہ کرتی ہے۔ ہمارا یہ سنسار کن تنتوؤں سے بنا ہے۔ اس دنیا میں کتنی دھاتویں ہیں۔ کس قسم کی چٹانیں۔ کون سے پیڑ۔ پھل۔ پھول۔ پتے جھاڑ۔ جھنکار۔ کون سے جانور۔ شیر ببر۔ گینڈا۔ زراف۔ ہاتھی، چیتا۔ بھیڑیا۔ کون سے ستارے۔ سیارے۔ دم دار تارے۔ بجلی۔ گرج۔ کڑک۔ چمک۔ بارش۔ برف آندھی۔ سیلاب۔ طوفان۔"

سیٹھ جی ڈر کر بولے۔

"باپ رے۔ بہت غل غپاڑہ ہے — تمہاری اس پھجکس میں۔ بہت شور کرتی ہے یہ تو —"

"تو پھر — ؟ آپ کیا پڑھنا چاہتے ہیں۔" فلاسفر نے ہار کر پوچھا۔

سیٹھ جی بولے۔ "مجھے تو پہلے انگریجی پڑھا دو —"

فلاسفر بولا۔ ٹھیک ہے پہلے ہم انگریزی کے الفابیٹ یعنی حروف تہجی کے ہجے کرنا سیکھیں گے۔ لیکن فلسفے کی رو سے اگر ہم ہجے کے مسئلے پر صحیح طور پر غور کرنا شروع کریں تو ہمیں سب سے پہلے حروف تہجی کی فطرت

سو سمجھ لینا ہوگا - اور یہ بھی کہ وہ ہماری زبان سے کس طرح ادا ہوتے ہیں۔
سب سے پہلے میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ انگریزی کے حروف دو طرح
کے ہوتے ہیں - اول کو واؤل VAWAL کہا جاتا ہے جو لاطینی شبد VOX
سے VOSIS یعنی ایک آواز سے نکلا ہے۔
اور دوسروں کو کانسٹونیٹ کہا جاتا ہے۔ جو پھر لاطینی کے (CON)
یعنی (SONARE) یعنی سننے سے نکلا ہے۔ کیونکہ یہ کانسٹونیٹ واؤل کے
ساتھ مل کر مختلف آوازیں پیدا کرتے ہیں - انگریزی میں پانچ واؤل ہیں۔
AEIOU اے - ای - آئی - او - یو پہلا واول ہے " اے " یہ منہ کھول
کر اس طرح ادا کیا جاتا ہے۔"
فلاسفر نے منہ کھول کر کہا " اے " سیٹھ جی نے فوراً اسی طرح منہ
کھول کر کہا۔
" اے - اے - اے ٹھیک ہے ___ ؟ "
فلاسفر بولا " ای " کی آواز نچلے جبڑے کو اوپر کرتے اور اوپر کے جبڑے
کو نیچے کرنے اور عین اسی وقت ہونٹوں کو کانوں کی طرف کھینچنے سے پیدا
ہوتی ہے۔ دیکھئے اس طرح " ای - ای - "
سیٹھ جی نقل کرتے ہوئے بولے۔
" ای - ای - ای - گنگا مائی کی سوگند ___ یہ تو بہت ہی آسان ہے ۔ "
فلاسفر صاحب آگے چلے بولے۔
" آئی کی آواز پہلے منہ کو اے بولنے کی طرح اوپر اور پھر اوپر کے جبڑے

کو نیچے لے جاتے ہوئے زبان کو ڈھیلا چھوڑ دینے سے پیدا ہوتی ہے۔
آ۔ ای ۔"

سیٹھ۔" اے۔ ای۔ آئی۔ آئی۔ رام دہائی کیا گجب کی سائنس نے ترقی کی ہے۔ بالکل آئی جبان سے نکلتی ہے۔"

"او کا حرف" فلاسفر آگے چلے۔ او کا حرف منہ کھول کر ہونٹوں کا گول دائرہ بناتے ہوئے ادا ہوتا ہے۔ او۔ او۔ او۔ فلاسفر نے ہونٹوں کو گول کرتے ہوئے او۔ دہرایا۔ بالکل اسی طرح سیٹھ جی نے بھی ہونٹوں کو گول مٹول کرتے ہوئے کہا" او۔ او۔ او۔ بالکل ٹھیک اے ای۔ آئی او کمال کر دیا تم نے فلاسفر صاحب۔"

"دیکھیے۔" فلاسفر بولا" او کہتے وقت آپ کا منہ بھی او کی شکل کا گول ہو جاتا ہے۔"

" او۔ او" سیٹھ جی منہ کھول کر اپنے ہونٹوں کو اور بھی گول کرتے ہوئے بولے۔

" اجی ایکدم گول ہو جاتا ہے۔ میرا منہ بالکل گول مٹول ہے۔"

"یو (لا) کی آواز جب پیدا ہوتی ہے۔ جب ہم اپنے دانتوں کو ٹھیک طرح سے بند کر کے ہونٹ ذرا سے کھول کر یوں کہتے ہیں۔ یو۔ لا۔"

یہ کہہ کر فلاسفر چپ ہو گیا۔ ڈبیا کھول کر چٹکی میں نسوار بھرنے لگا۔

سیٹھ جی نے فلاسفر کی طرح منہ بنایا بولے" یُو۔ یُو۔ یُو۔ پھر ٹھیک۔ ہائے رام۔ میں نے تم سے پہلے ہی کیوں نہ شکشا لے لی۔ آج تک ساری

انگریزی پڑھ کر جنٹلمین ہو گیا ہوتا۔

فلاسفر نے نسوار نتھنوں میں سُرک کر ڈبیا بند کرتے ہوئے کہا۔ "کل سے ہم کانسونینٹ شروع کریں گے۔"

سیٹھ جی خوش ہو کر بولے۔

"کیا وہ بھی اتنے ہی اچھے اور آسان ہیں جتنے یہ بول ہیں۔" (داول)

فلاسفر بڑی سنجیدگی سے بولا۔

"جی ہاں۔ مثال کے طور پر کانسونینٹ ڈی کو لے لو۔ اس کے بولنے کا ایک طریقہ ہے۔ اپنی زبان کی نوک کو اوپر کے دانتوں کے اندرونی سطح سے ٹکراؤ۔ ڈی۔"

سیٹھ جی بولے "ڈی۔ ڈی۔"

سیٹھ جی خوشی سے ہنسنے لگے۔

"ہی۔ ہی۔ ہی۔ سچ مچ ایسا کرنے سے بس یہی شُد نکلتا ہے۔ ڈی، ڈی۔ یہ تو عجوبہ ہے۔ جی عجوبہ۔" پھر کچھ اداس ہو کر بولے۔

"جانے میرے ماں باپ نے مجھے کیوں نہیں پڑھایا۔ اتنی عمر ہو گئی ڈی نہ آئی۔"

"اور حروف آر (R)" فلاسفر کہنے لگا۔ زبان کو تالو سے اس طرح رگڑتے ہوئے پیدا ہوتا ہے کہ گلے سے نکلتی ہوئی تالو سے ٹکرا کر تھرتھری پیدا کرتی جائے۔ آر۔ رر۔"

سیٹھ جی زور سے ہوا نکالتے ہوئے تالو کو رگڑتے ہوئے بول پڑے۔

"آر رر رر۔ بھگوان کی قسم نے تو چمتکار کر دکھایا۔ آر رر ہائے۔ اب تک میرا سارا وقت فضول باتوں میں ضائع ہوتا رہا۔ آر۔ رر۔"

فلاسفر نے آہستہ سے سر ہلایا بولا۔

"یہ سب باتیں میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔"

سیٹھ جی بولے۔

"بے شک۔ بے شک۔ آپ بتا سکتے ہو۔ پر سب سے پہلے ایک بات بتا دو۔"

اتنا کہہ کر سیٹھ جی چپ ہو گئے۔ ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ جب دیکھ کر اچھی طرح سے اطمینان کر لیا کہ کمرے میں کوئی نہیں ہے تو فلاسفر کو ایک کونے میں لے جا کر بڑی راز داری سے اس سے کہنے لگے۔

"میں ایک۔ ایک بڑے گھر کی استری کو دل دے بیٹھا ہوں۔ ایک چٹھی اس کو لکھنے کی ہے۔ تمہاری مدد چاہیئے۔ جب وہ ادھر آوے گی۔ میں یہ چٹھی اس کے چرنوں میں رکھ دوں گا۔"

"بہت اچھا۔"

"ایسا ہی کرتے ہیں ناں۔" سیٹھ شبہے کی نگاہوں سے فلاسفر کو دیکھ کر پوچھا۔

"مجھ کو اودھو جی اور مادھو دونوں بولتے ہیں کہ ایسے موقعوں پر ایسا ہی کیا جاتا ہے۔"

"ٹھیک بولتے ہیں۔" فلاسفر نے سر ہلا کر کہا۔

" اچھا تو اگر آپ چاہیں تو میں اس چٹھی کو منظوم کر دوں "

" سیٹھ جی گھبرا کر بولے " نہیں۔ نہیں۔ منجوم نہیں ۔ "

" تو کیا یہ چٹھی نثر میں ہو گی " سیٹھ جی اور بھی گھبرا گئے۔ جانے
چٹھی کے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے۔ بولے۔

" نہیں۔ نہیں۔ نثر بھی نہیں ہو گی۔ ایکدم نہیں "

فلاسفر بولا " یا تو نظم ہو گی یا نثر میں "

" یہ کیوں ۔ ؟ " سیٹھ نے پوچھا۔

" اس لئے سیٹھ جی۔ کہ ہم اپنا مدعا صرف دو طریقوں سے ادا کر سکتے
ں یا تو نظم میں یا نثر میں ۔ "

" بس دو ہی " سیٹھ جی کا شبہ بڑھنے لگا " یا نظم ہو یا نثر ہو ۔ ؟ "

" ہاں۔ جو چیز نظم میں نہیں کہی گئی ہے۔ اسے نثر کہتے ہیں۔ اور جو نثر
ں نہیں ہے وہ نظم ہو گی ۔ "

سیٹھ جی نے گھور کر فلاسفر کی طرف دیکھا۔ پھر بولے " تو جب میں
لتا ہوں تو کیا بولتا ہوں ۔ ؟ "

" نثر ۔ "

سیٹھ جی ایکدم حیرت زدہ ہو گئے۔ بولے۔

" ہیں۔ جی ۔ ؟ یہ نثر ہے ۔ ؟ یعنی جب میں اپنے نوکر سے کہتا ہوں
ری پگڑی لے کر آ ۔ یا میں چمیلی سے کہتا ہوں۔ میرے اشنان کا پانی
لا دے۔ تو کیا یہ نثر ہوتی ہے ۔ ؟ "

"ہاں —"

" باپ رے تو اس حساب سے میں گویا پچھلے بیالیس برس سے نثر بولتا آیا ہوں۔ اور آج تک مجھے پتہ نہیں چلا میں کیا بول رہا ہوں۔ (خوشی سے تالی بجاتا ہے) کیسے شکریہ ادا کروں۔ آپ کا فلاسفر صاحب۔ آپ کی شکتا کا — ؟"

" دھنیہ ہو تم۔ دھنیہ ہو تم —"

پھر ایکدم سیٹھ کو کچھ یاد آ گیا۔ فوراً لہجہ بدل کر بولے۔

ہاں پر — میں تو بات کر رہا تھا اس چٹھی کی۔ میں اس کو کہنا چاہتا ہوں "پیاری راج کماری۔ تمہاری خوبصورت آنکھیں۔ مجھے تیری محبت میں گھلا گھلا کر مار ڈالیں گی —"

فلاسفر نے بڑے گمبھیر لہجہ میں دہرایا" پیاری راجکماری تمہاری آنکھیں مجھے تیری محبت میں گھلا گھلا کر مار ڈالیں گی"

" ہاں بالکل یہی" سیٹھ جی نے صاد کیا۔ بالکل یہی۔ پر اب اس کو کچھ اس طرح سے کہہ دو۔ کچھ ایسا پالس کر دو کہ چمک جائے۔ ایسا بنا دو۔ جیسے جنٹلمین لوگ کہتے ہوں گے۔ اس کو اپنی جبان سے —"

فلاسفر سوچ کر بولا۔

" تو یوں کیوں نہ کہیں۔ اے دلربا شہزادی۔ تیری نگاہوں کے تیر نے میرے دل و جگر کو گلستانہ بنا کر میری آتش شوق کو بھڑکا دیا —

سیٹھ جی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا —

"نہیں۔ نہیں۔ اور کچھ نہیں بس تم اسی کو ٹھیک کر دو۔ پیاری راجکماری تمہاری خوبصورت آنکھیں مجھے تیری محبت میں گھلا گھلا کر مار ڈالیں گی۔"

"کچھ تھوڑا سا اس کو بڑھائیں نہیں۔؟ فلاسفر نے پوچھا۔

"بالکل نہیں۔" سیٹھ ضد پر آ گئے۔

"بس اسی کو ٹھیک کر دو۔ جیسے جنٹلمین لوگ بولتے ہیں۔" فلاسفر غور کرتے ہوئے بولا۔

"بہرحال بات کو بھی کئی طریقوں سے ادا کیا جا سکتا ہے۔ اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے۔ پیاری راج کماری تمہاری محبت میں گھلا گھلا کر مار ڈالیں گی مجھے تمہاری آنکھیں یا۔ گھلا گھلا کر تمہاری محبت میں مار ڈالیں گی آنکھیں مجھے تمہاری۔ یا محبت میں تمہاری خوبصورت آنکھیں مار ڈالیں گی مجھے گھلا گھلا کر پیاری راجکماری۔ یا محبت مجھے پیاری تمہاری آنکھیں خوبصورت راجکماری مار ڈالیں گی کماری کر گھلا گھلا۔ یا۔ مجھے گھلا پیاری خوبصورت کر راج آنکھیں کمار مار محبت ڈالیں گی گھلا گی ــــ"

"کونسا اچھا ہے ــــ؟" سیٹھ نے پوچھا۔

"وہی پہلے والا جو تم نے کہا۔" فلاسفر نے جواب دیا۔

سیٹھ خوش ہو کر بولے۔

"بہت خوب ــــ" پھر تالی بجا کر بولے۔

"تو گویا پڑھے لکھے بغیر جو بات ہم نے پہلے کہہ دی وہی سب سے اچھی نکلی۔ اجی۔ واہ ــ واہ فلاسفر صاحب۔ تم بہت اچھے آدمی ہو۔ بہت

بڑے فلاسفر ہو۔ بس آج سے ہم نے تم کو رکھ لیا۔ کل بھی آنا۔ روج آیا کرو۔ بس ہم تم سے روج سیلق لیں گے۔ یہ لو پچاس روپے ایڈوانس۔"

فلاسفر صاحب پچاس روپیہ جیب میں رکھ کر چل دیئے۔ ان کے جانے کے بعد ہی سیٹھ کی بیوی رکمنی آ گئی۔

بولی "اشنان کر لیا۔؟"

"ہاں کر لیا ——"

"تو یہ کپڑے اتار دو۔ اور دھوتی پہن کر پوجا کے کمرے میں چلو ——"

"آج سے پوجا بند ——" سیٹھ جی گرج کر بولے۔

رکمنی سہم گئی۔ بولی۔ کیا ہوا ہے تم کو —— ؟"

"جنٹلمین لوگ پوجا نہیں کرتے ——" سیٹھ جی نے جواب دیا۔

"تو پھر وہ کیا کرتے ہیں —— ؟"

"دل ہی دل میں بھگوان کو یاد کر لیتے ہیں۔ سو وہ ہم کر لیں گے۔ آج سے پوجا بند ——"

یہ کہہ کر سیٹھ جی اپنا گون سنبھالتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔

رکمنی ماتھے پر ہاتھ مار کر چپ چاپ دیکھتی رہ گئی۔

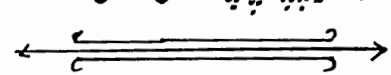

پانچواں باب

پردیھا کی بے وفائی کا دیو کمار کو غم ضرور تھا لیکن پردیھا کے غم سے بھی زیادہ ہریش کی بے وفائی کا غم تھا۔ مگر جوانی کا زمانہ ایسا ہوتا ہے کہ اس میں غم زیادہ دیر تک دل میں نہیں ٹکتا۔ بہت جلد پردیھا کی جگہ سندھیا نے لے لی۔ سندھیا اس سے پہلے اکثر ہریش کے سنگ دیکھی جاتی تھی۔ لیکن جونہی ہریش اور پردیھا کا جوڑا کالج میں اکٹھا دیکھا جانے لگا۔ دیو کمار اور سندھیا دونوں ایک دوسرے کے قریب ہونے لگے۔ کالج والوں کی اصطلاح میں اسے ری بوٹینڈ (REBAND) مارنا کہتے ہیں۔ جذبہ ایک ہتھیار کی طرح ہوتا ہے جسے پن سے ٹانک دیا جاتا ہے۔ کبھی اس لڑکی پر، کبھی اس لڑکے پر۔ یوں اکثر عشق کی بدلا بدلی ہوتی رہتی تھی زندگی میں وہ جان مار ایک ہی مرکز پر کولہو کے بیل کی طرح چلنے والا عشق

آجکل پالولر نہیں رہا۔ ایسے احمقوں کی نہ پہلے کمی تھی۔ نہ آج ہے جو زہر کھاکر۔ یا گاڑی کے نیچے کود کر خودکشی کر لیتے ہیں۔ بعد میں ان کی محبوبہ یا عاشق رو دھو کر صبر کر لیتے ہیں۔ اور دو چار سال گزر جانے کے بعد کسی دوسرے سے بیاہ رچا کر آٹھ بچے پیدا کر لیتے ہیں۔

پہلے دس پندرہ دن تو دیو کمار ہریش سے خفا رہا۔ اور دوستوں میں اس کا کرتا رہا کہ وہ ہریش کو جان سے مار دے گا۔ دو چار بار وہ گھر سے اپنے باپ کا پستول لاکر اپنی پتلون میں رکھ کر کالج میں گھومنے لگا۔ اور اپنے دوستوں کو وہ پستول دکھا کر ان پر رعب جماتا رہا۔ اڑتی اڑتی یہ خبر ہریش کے کان میں پہنچ گئی۔ مگر ہریش اور پربھا اس سے مطلق ہراساں نہ ہوئے۔ قتل کی دھمکی نے انہیں ایک دوسرے کے اور زیادہ قریب کر دیا۔ اور کالج میں بیشتر وقت اُن کا ایک دوسرے کے ساتھ کٹنے لگا۔ خطرے نے عشق میں ایک نئی لذت پیدا کر دی تھی۔ اور چند دنوں تک ہریش اور پربھا اپنے آپ کو بالکل کسی فلمی ٹریجڈی کے ہیرو ہیروئن کی طرح سمجھتے رہے۔ پھر سندھیا دیو کمار کے پاس آگئی۔

سندھیا یوں دیکھنے میں پربھا سے زیادہ گوری تھی۔ اور اس کی کمر بھی پربھا سے زیادہ پتلی تھی۔ مگر وہ اپنے حسن اور بناؤ سنگار پر زیادہ توجہ نہیں دیتی تھی۔ کیونکہ وہ سپورٹس گرل تھی۔ ہاکی بہت عمدہ کھیلتی تھی موٹر بہت اچھی چلاتی تھی۔ تیراکی کی ماہر تھی۔ اور موقعہ دیکھ کر اپنے عاشق کو برابر کا ایک دھپ بھی لگا دیتی تھی۔ بڑی ہنس مکھ اور بیباک تھی۔

اس کی خوبصورتی پر بھا کے حسن کی طرح جان لیوا اور دیرپا اثر کرنے والی تو نہ تھی۔ مگر ایک عجیب قسم کی دلکشی اس میں ضرور تھی۔ اور کالج والوں کی اصطلاح میں بے حد عمدہ کمپنی تھی۔ سب سے اچھی بات اس میں یہ تھی کہ وہ کسی کو اپنی جان کا روگ نہ سمجھ کر عشق کے بجائے محض (AFFAIR) کی قائل تھی۔

سندھیا کے خیال میں افیئر عشق سے بہت بہتر ہوتا ہے۔ اس میں ہائے واویلا اور آہ وزاری نہیں ہوتی۔ اور اگر ہوتی ہے تو مرچ مصالحہ کی طرح کھانے کا ذائقہ بہتر کرنے کے لیے دونوں فریق ایک دوسرے کی خامیاں جانتے ہیں۔ ایک دوسرے کی محدود صلاحیتوں سے واقف ہوتے ہیں۔ اور مجبوریاں سے آگاہ ہو کر افیئر کرتے ہیں۔ جہاں تک ہو سکے خطوط بازی، شعر و شاعری اور رونے دھونے سے گریز کیا جاتا ہے۔ اور ایک دوسرے کو خوش کرنے اور ایک دوسرے کی محبت سے خوش ہونے کے امکانات کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ کیونکہ زندگی چار دن کی ہے۔ اس لیے عشق کو ایک دن سے زیادہ نہیں دیا جا سکتا ہے۔ پھر تو وہی میاں بیوی ہوں گے۔ بچے ہوں گے۔ نوکری ہوگی۔ گھر ہوگا۔ بیماریاں ہوں گی۔ ذمہ داریاں ہوں گی۔ پریشانیاں ہوں گی۔ ہزار طرح کے کھڑاک ہوں گے۔ اور گہرے سے گہرے اور سچے سے سچے عشق کے بعد بھی یہی سب کچھ ہونا ہے تو جوانی میں عشق کا روگ کیوں لگایا جائے۔ کالج کی زندگی کے یہ جو دو چار دن بے فکری کے ملتے ہیں انہیں ہنس بول کر گزار لیا جائے۔ یہی

بہتر ہے۔ زہر کھانے کے لیے دوسرے لوگ رہیں۔ ہم کہاں منع کرتے ہیں۔

سندھیا کو شاعری سے نفرت نہیں تھی۔ وہ ہندی کویتا کے کئی سنکلن خرید چکی تھی۔ اور اردو شاعری کے سننے کے لیے خاص طور پر مشاعروں میں جاتی تھی۔ اور گھر پر اپنے بستر پر اوندھے لیٹ کر شاعری کا مطالعہ کرنا بھی اسے کبھی کبھی اچھا لگتا تھا۔ لیکن بس یہیں تک۔ لیکن جہاں کہیں دیو کمار نے آنکھیں گھمائیں۔ ٹھنڈی سانس لی۔ اور سینے پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔

لوٹا خوشی نے آگ لگائی بہار نے
برباد اس طرح تو کسی کا جہاں نہ ہو

یا

اب گل سے نظر ملتی ہی نہیں
اب دل کی کلی کھلتی ہی نہیں
اے فصلِ بہاراں رخصت ہو
ہم لطفِ بہاراں بھول گئے

تو وہ فوراً پلٹ کر کہتی۔ ایں۔؟ پیارے کمار۔ آخر تم چاہتے کیا ہو؟

ناں۔ ناں —؟"

آخر یہ شعر سنا کر تم مجھ سے چاہتے کیا ہو۔ اس سے تو یہ کہیں بہتر ہے کہ تم مجھے گینر ہو یا لونگ میں لے چلو۔ وہاں کسی نیم تاریک ٹھنڈے کونے میں بیٹھ کر مجھے کوکا کولا یا آئس کریم آفر کرو۔ ہو سکے تو موقعہ دیکھ کر میری کمر

میں ہاتھ ڈال دو۔ اور اگر ہماری میز کسی کھمبے کے پیچھے ہوئی تو سب کی نظر بچا کر تم مجھے چوم سکتے ہو۔ بیکار میں یہ چرائی ہوئی غزلیں۔ دوسروں کے اشعار سنا کر مجھے مرعوب کرنے کی کوشش نہ کرو۔"

اس پر کبھی کبھی دیو کمار جھلا کر کہتا "میں تو موڈ پیدا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تم نہیں جانتیں اس قسم کی شاعری اس قسم کا موڈ پیدا کرنے کے لیے بہترین ہوتی ہے۔"

شاعری کے بجائے میرا موڈ آئس کریم یا ہیمبرگر کھانے سے زیادہ کھلتا ہے۔ یا پھر لان میں دوڑ لگانے سے جب میں دوڑتی۔ ہانپتی۔ تھک کر تمہاری گود میں گر پڑوں۔ تم مجھے پیار کر سکتے ہو۔ مگر مجھے یوں بور نہ کرو مائی ڈارلنگ۔"

ایسے موقعوں پر دیو کمار کو پربھا بہت یاد آتی تھی۔ اس کا آہستہ آہستہ میٹھے زہر کی طرح اثر کرتا ہوا حسن شعر سنتے وقت پربھا کی آنکھیں کبھی کبھی خوابیدہ ہو جاتیں۔ کبھی خوشی سے چمکنے لگتیں کبھی آنسوؤں سے ڈبڈبا جاتیں۔ مگر پربھا تو اب ہریش کے پاس تھی۔ یوں اب دیو کمار نے ہریش سے صلح کر لی تھی اور ہاتھ کے آہستہ سے طنزیہ آمیز لہجہ میں کہا تھا۔ بیسٹ آف لک BEST OF LUCK ویسے سچی بات تو یہ ہے دوست۔ کہ میں بھی پربھا سے دب گیا تھا۔

"اور میں سندھیا سے" ہریش نے ترکی بہ ترکی جواب دیا تھا۔ "عین وقت پر تم میری مدد کو آ گئے۔ کیسے تمہارا شکریہ ادا کروں۔"

دونوں کھوکھلی سی ہنسی ہنس دیئے تھے۔ جس کے اندر خلوص کی گرمی مفقود تھی۔ مگر پربھا کے متعلق دیو کمار کا یہ فقرہ ہریش کو بہت برا لگا۔ اس نے باتوں ہی باتوں میں پربھا سے ذکر کر دیا۔ ادھر سندھیا کے متعلق جو ہریش نے کہا تھا۔ وہ دیو کمار نے سندھیا کو جا سنایا۔ اس پر یہ دونوں لڑکیاں اپنے پرانے عاشقوں سے اور بھی بدظن ہو گئیں۔ اور پربھا نے دیو کمار سے اور سندھیا نے ہریش سے ہیلو تک کہنا بند کر دیا۔

کچھ دنوں بعد سندھیا نے تونسر جھیل کے کنارے پہاڑیوں کے دامن میں اپنے کالج کی لڑکیوں کی ہاکی کلب کی ایک پک نک رکھی۔ اس دن اتفاق سے ہریش نے کالج کی ڈرامٹیک کلب کی پک نک اور ریہرسل بھی وہیں رکھ دی۔ ہریش ڈرامٹیک کلب کا سیکرٹری تھا۔ میک اپ کا ماہر تھا۔ اور مزاحیہ اداکاری میں اس کے جوہر خوب کھلتے تھے۔

اس دن جھیل کے کنارے اچھی خاصی رونق ہو گئی۔ لڑکیوں کی ہاکی کلب کی ممبر سبھی لڑکیاں آگئی تھیں۔ اور ان کی وجہ سے ایک خاصی تعداد ان کے رقیبوں کی بھی تھی۔

پربھا ہریش کی وجہ سے آگئی تھی۔ اور سندھیا کے بلانے پر دیو کمار بھی آیا تھا۔ ڈرامٹیک کلب بھی میں بھی ریہرسل کرنے والی چار لڑکیاں تھیں۔ اور سات دوسری ممبر تھیں۔ پھر ان کے لواحقین اور عاشق۔ موٹر گاڑیاں۔

ذکر جا کر جھیل کے کنارے میلے جیسا سماں تھا۔ خوبصورت بدن والی لڑکیاں بکنی پہن کر گھوم رہی تھیں۔ جن کے بدن اتنے خوبصورت نہیں تھے وہ خوبصورت ساڑھیاں زیب تن کئے بڑے بڑے رنگین چھاتوں کے نیچے دور بین لگائے پہاڑیوں کے دامن میں مٹر گشت کرتے ہوئے لڑکے لڑکیوں کے جھنڈوں کو دیکھتی جاتی ہیں۔ یا اٹھلا کر اپنے عاشقوں سے بات کر لیتی تھیں۔ کچھ جوڑے پانی میں تیراکی کی مہارت بہم پہنچا رہے تھے۔ کہیں پر تاش چل رہی تھی۔ کہیں پر بیڈمنٹن۔ دوپہر ہوتے ہوتے جب گھروں سے گاڑیاں لنچ لے کر آنے لگیں تو نوکرانیوں کی بھی ایک خاصی تعداد جمع ہو گئی۔ جن کے اپنے معاشقے تھے۔ جھگڑے فساد تھے۔ لاگ لپٹ کی باتیں تھیں۔ اور چھوٹی سچی محبت کی الٹی سیدھی کہانیاں تھیں۔

آج خلافِ معمول پربھا اور ہرلیش دونوں بہت اداس تھے چنانچہ جب لنچ کا وقت ہوا تو دونوں لنچ لے کر ایک چھوٹے سے کنج میں الگ جا بیٹھے۔ اس کنج کے چاروں طرف گھنے پیڑوں اور جھاڑیوں کے گہرے سائے تھے۔ اور بیچ میں ایک چھوٹی سی خاموشی تھی۔ ہرلیش نے غالیچہ نیچے بچھا دیا۔ اور پربھا کھانا پروس کر رہی تھی۔ اس کی پلکیں بار بار کسی اندرونی غم سے بوجھل ہو کے اس گلابی رخساروں پر گر پڑتی تھیں۔ آج وہ ہرلیش سے نگاہیں ملانے کی ہمت اپنے آپ میں نہیں پا رہی تھی۔

"اتنے سارے کھانے کا کیا ہوگا؟" ہرلیش نے کسی قدر بیزاری سے کہا۔

"بھوک تو بالکل نہیں ہے۔"

"کچھ تو کھاؤ۔ اس دکھ کے باوجود زندہ تو رہنا ہے کسی نہ کسی طرح۔" پربھا نے آہ بھر کر کہا۔

اور روسٹ چکن کی ایک پلیٹ ہریش کے سامنے رکھ دی۔"

"تم بھی تو کچھ کھاؤ۔" ہریش نے اپنی ٹفن باسکٹ سے شاہی کباب آگے بڑھائے۔

"یہ بادام کی کھیر میں نے اپنے ہاتھ سے تیار کی ہے۔" پربھا نے تین چار انواع و اقسام کی ڈشیں رکھنے کے بعد ایک بھری ہوئی قاب کی طرف اشارہ کیا۔

"ہوں۔" ہریش نے ایک ڈش چکھتے ہوئے کہا۔

"یہ پلاؤ بے حد عمدہ ہے۔ مگر حلق سے نیچے نہیں اترتا۔"

"اور یہ ہرن کی چانپیں ہمارے منن باورچی نے خاص طور پہ تمہارے لیئے تیار کی ہیں۔" پربھا نے اسے کسی قدر فخر سے بتایا۔

"اور یہ تیتر کا قورمہ.... ذرا سا تو چکھو۔ تم تو کچھ کھا بھی نہیں رہے ہو۔ کیا ہوا ہے تمہیں۔"

"یہ کہتے کہتے خود پربھا کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ اور ٹکڑے کی پلیٹ سے ذرا سا ایک ٹکڑے کا ٹکڑا توڑ کر منہ میں رکھ لیا۔

ہریش مجھے یہاں سے لے چلو۔"

"کیا تمہارے پتا جی کسی طرح نہیں مانتے۔؟"

ہریش نے پوچھا

"نہیں — انہوں نے صاف انکار کر دیا ہے۔ ماں جی نے تو تمہاری بہت سفارش کی۔ مگر وہ کسی طرح نہیں مانے۔ کہتے ہیں میری لڑکی تو کسی بڑے گھر میں جائے گی —"

ہریش نے آہ بھر کے ہرن کی ایک چانپ اٹھائی۔

"اب کیا ہوگا۔؟" ہریش نے رندھے ہوئے گلے سے کہا۔

"کسی دوسرے موقع پر یہ ہرن کی سبزی خستہ چانپ کس قدر لذیذ معلوم ہوتی۔ مگر ابھی اس کا مزا زبان پر راکھ کا سا ہے —"

"رونے دھونے سے کچھ نہیں ہوگا۔ کوئی پریکٹیکل بات کرو" پربھا خفا ہو کر بولی۔

"میں بالغ ہوں۔ میں تمہارے ساتھ کہیں بھاگ سکتی ہوں —"

"کہاں جائیں گے ہم —؟"

پربھا کی آنکھیں سامنے کی ہری بھری پہاڑی کی چوٹی پر جم گئیں۔ اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

"ہم وہاں ایک گھر بنا لیں گے —"

"تمہارا مطلب ایک جھونپڑی سے ہے —"

ہریش نے پہاڑ کی چوٹی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں تمہارے ساتھ ایک جھونپڑی میں بھی رہ لوں گی" پربھا مٹھیاں بھینچ کر بولی۔

ہرلش کی نگاہیں وہیں پہاڑ کی چوٹی پر ایک جھونپڑی بنا رہی تھیں۔ آہستہ سے بولا۔

"بلاشبہ اس چوٹی کا منظر کس قدر دلفریب ہوگا۔ قدموں تلے یہ وادی نیچے یہ توسر کی نیلی جھیل مرغزاروں میں بھیڑ بکریاں چرتی ہوئیں۔ اور میں تمہارا سر اپنی گود میں رکھے ہوئے بنسی بجاتا ہوا ـــ"

"صبح سویرے کھڑکی کھول کر واش بیسن پر دانت صاف کرتے ہوئے۔ باہر کی کھلی ہوا ـــ"

پربھا کی آنکھیں خوابیدہ ہوگئیں۔

"جھونپڑی میں کھڑکی نہیں ہوتی" ہرلش نے یاد دلایا۔

"اور واش بیسن بھی نہیں ہوتا۔ اور دانت صاف کرنے کے لیے جنگل سے مسواک توڑ کر لانا پڑے گی"

پربھا نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ اور جھرجھری سی لے کر بولی۔

"شام کو البتہ ذرا ڈر لگے گا۔ اتنی اونچائی پر۔ جب چاروں طرف اندھیرا ہو جائے گا۔ تو میں اکیلی تمہاری راہ دیکھتی ہوئی کٹیا کے دروازے پر کھڑی رہوں گی۔ اور تمہیں بھیڑ بکریوں کے گلے کو ہنکاتے دیکھ فوراً دوڑ کر تم سے لپٹ جایا کروں گی"

"پھر کبھی کبھی برسات کی بوندا باندی والی ٹھنڈی میٹھی راتوں میں تم چولہے کے قریب روٹیاں سینکتی ہوئی شعلوں کی روشنی میں اپنے گلنار چہرے کو لیے ...... "

"مگر مجھے تو کھانا پکانا نہیں آتا" پربھا بولی۔

"ویسے بھیڑ بکریاں چرانا مجھے بھی نہیں آتا ہے" ہرلیش نے سوچ کر کہا۔

"مگر کیا فکر ہے سب سیکھ لیں گے۔"

"مگر" پربھا نے کچھ دیر رک کر کہا۔

"اس جنگل میں ہم دونوں اکیلے کیسے رہیں گے۔ راتوں کو ڈر نہیں لگے گا"

"ڈر کس بات کا" ہرلیش نے اسے اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔ کھانے کے بعد ہم دونوں اپنے بیڈ روم میں ٹیبل لیمپ کی مدھم مدھم روشنی میں ایک دوسرے کو کتھا سناتے ہوئے....."

"اس چھونپڑی میں بیڈ روم ہوگا — ؟"

پربھا نے اپنے شبہے کا اظہار کیا۔

"اور اتنی بلندی پر — یعنی پہاڑ کی چوٹی پر ٹیبل لیمپ کے لیے بجلی کہاں سے آئے گی — ؟"

ہرلیش نے جواب دینے سے پہلے مرغی کی ایک ٹانگ اٹھائی جو بے حد عمدہ روسٹ کی گئی معلوم ہوتی تھی۔ اور وہ اس روسٹ کو دیکھ کر بولا۔

"مگر جانِ من۔ جہاں سچی محبت کی روشنی ہو۔ وہاں اگر بجلی کی روشنی نہ ہو تو بھی کیا فرق پڑتا ہے۔"

"کیا ہم اپنے اندازے سے کچھ دور چلے گئے ہیں —؟"
پربھا نے اس سے پوچھا۔ پھر اس نے چاندی کے ایک چمچے سے بادام کی کھیر نکال کر اسے چکھا۔ اور بولی۔
"ہمیں رومانی ہونے کی بجائے پریکٹیکل ہونا چاہیئے۔ اور جنگل میں رہنے کی بجائے کسی شہر کا رخ کرنا چاہیئے —"
"باجر گھاٹ چلے جائیں" ہریش نے تجویز پیش کی۔
"وہ بہت قریب ہے" پربھا بولی۔
"تو سورت —؟"
"وہ بہت دور ہے —"
"کوسی گنج کے بارے میں کیا کہتی ہے —؟"
"ہاں وہ ٹھیک رہے گا۔ میں وہاں کبھی گئی بھی نہیں ہوں۔ سنا ہے وہاں مہاراجہ ہرشں وردھن کے زمانے کے پرانے مندر ہیں۔ جن میں ننگی استریوں اور مردوں کے ننگے بُت محبت کرتے دکھائے گئے ہیں۔ اور وہاں ایک فورٹ ہوٹل بھی ہے۔ ایسا میں نے سنا ہے۔"
"میں جا چکا ہوں۔ وہ ہوٹل پورا ایر کنڈیشنڈ ہے اور خاص طور پہ بدیشی سیاحوں کے لئے بنایا گیا ہے۔ سنگل روم کے پچاس روپیہ اور ڈبل روم کے پچانوے روپے چودہ آنے۔ بڑی تاریخی جگہ ہے۔ قریب میں چار دانسی کا جنگل ہے جہاں باگھ چیتے کا شکار بھی ملتا ہے۔ اور تم جانتی ہو مجھے شکار کا کس قدر شوق ہے۔ گو آج تک موقع نہیں ملا"

"اور مجھے مصوری کا شوق ہے۔ تم شکار کھیلنے جایا کروگے اور میں دن بھر مندروں میں جا کر پینٹنگ کیا کروں گی —"

"ہر شام کو ہم دونوں ہوٹل کے بارے میں شمپئین پیتے ہوئے۔ ایک دوسرے کے آمنے سامنے اور ڈکی کا آرکسٹرا ناچ کی دھن بجاتا ہوا۔"

"اور تم اس نیلے دھاری والے سوٹ میں۔" پربھا کی آنکھیں مسرت سے چمکنے لگیں۔

"اور تم اس ہلکی اودی بانک ساڑی میں۔" ہریش پربھا کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"ہاں کوسی گیج سب سے اچھا رہے گا۔" پربھا غور سے دیکھ کر بولی۔

"چلو وہاں چلیں —"

"ٹھیک ہے کل ہی چل دیں گے۔"

"ذرا کتنا خرچ ہوگا۔ اس کا اندازہ بھی کرلیں —"

پربھا ایک لمحہ کے لیے سوچ کر بولی۔

"بالکل ٹھیک کہتی ہو۔ ہمیں ہر بات میں پریکٹیکل ہونا چاہیئے۔" ہریش سر ہلا کر بولا۔

"میں ایک دن وہاں ٹھہرا تھا۔ میرے ایک سو تیس روپے خرچ ہوئے تھے"

"مگر اس سمے میں تمہارے ساتھ نہیں تھی۔ میں تمہیں فضول خرچی نہ کرنے دوں گی۔"

"بالکل نہیں کرنے دوگی یہ تو میں مانتا ہوں۔ چلو تم ہی حساب کتاب کرو۔"

"ایک ڈبل روم تو لینا پڑے گا۔ اس کے ساتھ باتھ روم اٹیچ ہو۔ میں اپنا باتھ روم کسی دوسرے کے ساتھ شیئر نہیں کر سکتی سوائے تمہارے۔"

"بالکل درست ہے۔ ایک ڈبل روم معہ باتھ روم بچا تو سے روپیہ چودہ آنے ہر روز۔"

"سو روپیہ سمجھو نہ۔" پربھا بولی۔

"سو روپیہ روز۔ مہینے کے تین ہزار تو یہی ہو گئے۔" ہرلش نے کہا۔

"مگر اس میں کھانا بھی تو شامل ہے۔" پربھا نے سوچ کر کہا۔

"مگر شمپین تو تم بھول گئیں۔"

"شمپین ہم نہیں پئیں گے۔"

"ہنی مون میں پی جاتی ہے۔" ہرلش نے اصرار کیا۔

"چلو چار سو روپیہ لگا لو مہینے کے پربھا نے چھوٹ دیدی۔

"ہو گئے تین ہزار چار سو روپیہ۔"

"اب پانچ سو روپیہ میری شاپنگ کے لگا لو۔" پربھا نے دوسرا نہرہ آگے بڑھایا۔

"اب کیا میں پانچ سو کی بھی شاپنگ نہیں کروں گی۔" پربھا نے اس انداز سے ہرلش کی طرف دیکھا جیسے ابھی وہ اس کی تجویز کی مخالفت کریگا۔

ہرلش نے اپنے ہونٹ بھینچ کر ابرو سکیڑ کر پانچسو روپیہ کی رقم پر غور کیا۔ بولا۔

"میرے خیال میں پانچسو روپیہ بہت کم ہیں ڈارلنگ تمہیں کم سے کم

ایک ہزار کی شاپنگ تو ضرور کرنی چاہیئے۔"

"نہیں" پربھا ہرلیش کے نہ لڑنے سے کچھ مایوس سی ہوگئی۔ بولی۔

"نہیں ہرلیش پانچ سو بہت ہیں۔ کسی نہ کسی طرح پانچ سو ہی میں کام چلا لوں گی۔"

ہرلیش نے سوچ سوچ کر کہا: "سب ملا کر ساڑھے چار ہزار روپیہ مہینے کا خرچ آئے گا۔ جب کہیں جا کے ہم بہت ہی غریب بن کر کوسی گنج میں رہ سکیں گے۔"

"محبت سچی ہو تو غریبی بھی کھلتی نہیں" پربھا نے اسے یاد دلایا۔

"تم بالکل ٹھیک کہتی ہو۔"

"اب سوال یہ ہے کہ ہم ساڑھے چار ہزار روپیہ کہاں سے لائیں گے ہر ماہ.... ؟"

پربھا نے پوچھا۔ اور پر اُمید نظروں سے ہرلیش کی طرف دیکھا جیسے اس سوال کا جواب اس کے پاس ہو۔

"ہاں یہ بھی ایک سوال ہو سکتا ہے۔ دونوں خاموشی سے غور کرتے رہے۔ آخر ہرلیش نے پربھا سے پوچھا۔

تم اس (KIDNAPPING) کے لیے اپنے باپ سے کچھ نہیں لے سکتیں۔ ؟"

"واہ اغوا تم کرو۔ اور میں اپنے باپ سے اغوا کے لیے سرمایہ فراہم کرنے کے لیے کہوں.... ؟"

"تم ٹھیک کہتی ہو" ہریش بولا "یہ غلط بات ہو گی۔ اسی کارن میں اپنے باپ سے بھی کچھ نہیں مانگ سکتا۔"

"کچھ اور سوچیں" پربھا نے تجویز پیش کی۔ ہریش نے سوچ سوچ کر کہا۔

"شاید ان لوگوں کو مندروں کے لیے گائڈ کی ضرورت پڑے گی۔ حالانکہ چار گائڈ وہاں پہلے سے موجود ہیں۔ مگر چار ہیں تو پانچواں کیوں نہیں ہو سکتا۔"

پربھا نے خوشی سے تالی بجائی "بہت عمدہ خیال سوجھا ہے تمہیں۔ تم ایک ٹورسٹ گائیڈ اور میں اسی ہوٹل میں RECEPTIONIST بن جاؤں گی۔"

"گائیڈ کو پندرہ روپیہ روز ملتے ہیں۔ ساڑھے چار سو تو یہی ہو گئے۔"

"اور RECEPTIONIST کو کیا تنخواہ ملتی ہے ___؟" پربھا نے پوچھا۔

"پانچ روپیہ سے کیا کم ملتی ہو گی" ہریش نے جواب دیا۔

"تقریباً ایک ہزار تو یہی ہو گئے" پربھا نے ہاتھ جوڑ کر اپنے آپ سے کہا۔

"باقی ساڑھے تین ہزار" ہریش سوچنے لگا۔

پربھا نے سوچ سوچ کر کہا "ہم اس ہوٹل کے مقابلے میں ایک سستا سا لاجنگ ہاؤس کھول دیں گے۔ ایک امریکن ہوٹل کی طرح .....!"

سرمایہ کہاں سے آئے گا ــ "

پربھا نے ہونٹ چبائے۔ کندھے اچکائے بال جھٹکائے۔ پھر ٹس ہو کر بولی۔

" یہ پریکٹیکل نہیں ہے ــ "

" میرے خیال میں ــ" ہرشیں نے شروع کیا۔ اور پھر خود ہی چپ ہو گیا۔

پربھا بولی " میرے خیال میں تو فی الحال ہم جہاں رہتے ہیں۔ اور جیسے رہتے ہیں۔ ویسے رہیں۔ اور کسی بہتر موقع کا انتظار کریں .... "

ہرشیں کے چہرے پر غور و فکر کی ساری لکیریں یکدم مٹ گئیں۔ بجید ہشاش بشاش ہو کر کہنے لگا۔

" ہاں یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ ذرا یہ پستے کا حلوہ تو چکھو ــ " ہرشیں نے حلوے سے چاندی کا چمچ بھر کے پربھا کے منہ میں ڈال دیا۔ دونوں مسرور نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ اس ذہنی ورزش نے انہیں بے حد تھکا دیا تھا۔ اب اس سے فارغ ہو کر وہ بہت سکون محسوس کر رہے تھے۔

مگر بہت دیر کے بعد جب پربھا کھانا کھا کر سدھ ہو چکی تو بولی۔

" یہ ہر روز جو اغواء کے کیس ہوتے ہیں لڑکے لڑکیوں کے۔ وہ آخر کیسے ہوتے ہیں ــ ؟ "

" وہ لوگ سوچتے نہیں ــ" ہرشیں نے نیپ کن سے اپنی انگلیاں

پوچھتے ہوئے جواب دیا۔
بالکل نہیں سوچتے۔"

مگر ان کی خاموشی پر لطف تنہائی سے پرے خار دار جھاڑیوں کے گھیرے کے دوسری طرف دلیپ کمار کان لگائے ان کی گفتگو سنتا رہا۔ اور ان کی باتیں سن کر اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کیا۔ کہ اب وہ ہرنیش کو زک دے سکتا ہے۔ اگر سیٹھ ڈھیرو مل اپنی لڑکی کی شادی کسی بڑے گھر میں کرنا چاہتے ہیں تو وہ ہرنیش کو زک دینے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ وہ پربھا سے شادی کرے گا۔ وہ پربھا کے لیے اپنے گھر سے پیغام بھجوائے گا۔ دلیپ کمار سے بڑا گھر اس شہر میں اور کس کا ہو سکتا ہے۔ ڈھیرو مل یہ رشتہ منظور کر لیں گے۔ پربھا اس کی ہو جائے گی۔ منگنی کے دن وہ ہرنیش کی صورت دیکھنا چاہے گا۔

جھاڑیوں کے دوسری طرف کسی دوسرے کونے میں بالو اور چمیلی بھی یہ گفتگو سن رہے تھے۔ جب گفتگو ختم ہو گئی۔ تو دونوں نے سوالیہ نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ بالو اور چمیلی میں کافی دنوں کے بعد من مٹاؤ ہوا تھا۔ کیونکہ جب چمیلی نے دیکھا کہ ڈھیرو مل کے انکار کے باوجود پربھا اسی خوش دلی سے ہرنیش سے ملتی ہے۔

تو اس نے بھی دوبارہ بالو سے اتفاق کر لیا۔ اس وقت پوری بات چیت سن کر وہ ایک آہ بھر کر بولی۔

"اگر یہ دونوں کوسی گنج بھاگ جاتے تو ہم بھی ان کے ساتھ بھاگ جاتے ـــــ"

"ہم دونوں تو اب بھی بھاگ سکتے ہیں" وہاں کوسی گنج کے ہوٹل میں دونوں نوکری کر لیں گے ـــــ"

"یعنی جیسے تم ہریش بابو کی بیرا گیری کرتے ہو۔ ویسے ہی اس ہوٹل میں کرتے رہو گے ـــــ"

"اور کیا ـــ"

"اور میں جس طرح یہاں جھاڑو بہارو دیتی ہوں۔ ویسے ہی وہاں کرتی رہوں گی ـــــ"

"بالکل ـــــ"

"تو پھر بھاگ جانے میں مزا کیا ہے۔ ہم یہیں کیوں نہ رہیں۔ اور ایک دوسرے سے ملتے رہیں ـــ؟"

چمیلی نے ابرو اٹھا کر پوچھا ـــ

بالو کا سر نیچا ہو گیا۔ بولا ـــ

"یہ بھی تم ٹھیک کہتی ہو ـــــ"

چمیلی بولی "اصل میں اغوا کا مزا تو بڑے لوگوں ہی کو حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ اتنا کہہ کر چپ ہو گئی۔ دیر تک انگوٹھے سے مٹی کریدتی رہی۔

یالو بولا۔

"ہاں جب تک حالات کا اغوا نہ ہو۔ انسانوں کے اغوا سے کیا فائدہ"

چمیلی آہستہ سے بولی۔

"چلو انہوں نے کھانا کھا لیا ہے۔ چل کر جوٹھی ڈشیں اٹھالیں ـــــ"

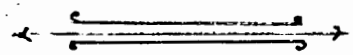

چھٹا باب

کئی دن سے سیٹھ ڈھیرومل کو اپنے نئے ڈریس کا انتظار تھا۔ آج ڈرائینگ روم میں بیٹھے بیٹھے بار بار تاؤ کھا رہے تھے۔ اور اودھو جی اور مادھو جی پر اپنا غصہ اتار رہے تھے۔

"یہ کم بخت ٹیلر ابھی تک نہیں آیا۔ کیا میں سارا دن اس کم بخت رحمان ٹیلر کے واسطے ادھر ہی بیٹھا رہوں گا۔ کیا مجھ کو کوئی کام نہیں ہے۔ اس دنیا میں یہ کمبخت ٹیلر" سیٹھ جی دانت پیس کر بولے۔

"یہ اُلّو کا پٹھا اگر اس سمے مجھے دکھائی پڑ جائے۔ تو میں اس کے

....."

انہوں نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ سامنے سے رحمان ٹیلر چھ عدد شاگرد پیشہ لوگوں کے ہمراہ سیٹھ جی کا نیا ڈریس اٹھائے داخل ہوا۔ انہیں

دیکھ کر سیٹھ جی کا لہجہ ایک دم بدل گیا۔ جھم جھماتے ڈریس کو دیکھ کر باچھیں کھل گئیں۔ ہنستے ہوئے مسرت آمیز لہجہ میں بولے۔

"ہیں جی — ؟ تم آ گئے — میں ابھی اودھو جی مادھو جی سے کہہ رہا تھا کہ ضرور ہمارے رحمان ٹیلر ماسٹر صاحب کو کسی ضروری کام سے شہر سے باہر جانا پڑ گیا ہوگا۔ نہیں تو وہ ٹیم سے چوکنے والے نہیں ہیں —"

رحمان نے بناوٹی تھکے لہجہ میں کہا۔

"سیٹھ جی بیس شاگردوں کو دن رات کام پر بٹھائے رکھا۔ جب جا کے کہیں آپ کا ڈریس تیار ہوا —"

"یہ وہ چوڑی دار جو اس دن تم نے بھیجا تھا۔ اتنا تنگ، اتنا تنگ تھا کہ دو جگہ سے پہنتے ہی پھٹ گیا —"

سیٹھ جی شکایت کرتے ہوئے بولے۔

"پہن کر چار قدم چلے تو پنڈلیاں دکھنے لگیں۔ ابھی تک یہاں درد ہوتا ہے —"

سیٹھ جی پاجامہ اونچا کر کے اپنی پنڈلیاں رحمان ٹیلر کو دکھا کر اس سے داد رس کے طالب ہوئے۔

"اجی یہ کپڑا ہی ایسا ہے۔ جو آپ نے خریدا ہے، جانے کہاں سے۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ پہلے تو سکڑتا ہے۔ بعد میں لیکتا ہے۔ آخر میں پھٹ جاتا ہے —"

سیٹھ جی نے اس کے بعد اپنے دونوں پاؤں آگے کر کے کہا۔ اور

ن سلیم شاہی جوتوں پر کار چوب کا کام تو بہت اچھا ہے، مگر جوتے بھی
نگ ہیں۔ نوک کے پاس چبھتے ہیں۔ بہت چبھتے ہیں۔۔۔"

"آپ کے پاؤں کا زور پڑنے سے نوک بھی پھیل جائے گی" رحمان
ٹیلر نے سیٹھ جی کے بھاری فیل نما پاؤں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔۔

"مگر پاؤں میں درد جو ہوتا ہے۔۔"

سیٹھ جی کے لہجہ میں شکایت آنے لگی۔ رحمان نے مسکرا کر کہا۔ اجی
شنیل جنٹلمین بننے کے لیے تھوڑی سی تکلیف تو گوارا کرنی پڑیگی"

اتنے میں سیٹھ جی کی نظر سنہری دھاری والے کوٹ پر گئی۔ جسے
رحمان ٹیلر نے پہن رکھا تھا۔ سیٹھ اس کوٹ کو دوبارہ دیکھتے ہوئے
لے۔

"ماسٹر جی کیا یہ کپڑا وہی تو نہیں ہے جس کا کوٹ تم نے پچھلی دفعہ
ے لیے تیار کیا تھا۔۔؟"

"بالکل وہی ہے" رحمان نے کامل اطمینان سے جواب دیا۔

سیٹھ جی نے ذرا توقف کے بعد کہا۔

"تو تم نے میرے کپڑے میں سے۔۔"

"آپ کے کپڑے میں سے۔۔؟" رحمان ٹیلر فوراً ان کی بات کاٹ
بولا۔

"اجی سیٹھ جی" وہ اپنی آواز میں حقارت لاتے ہوئے بولا۔
"آپ نے اپنے کوٹ کے لئے جو کپڑا بھیجا تھا۔ وہ آدھا گز کم نکلا تھا۔

نے اپنے کپڑے میں سے آدھا گز کاٹ کر آپ کے کوٹ میں لگا دیا۔ اس سے میرا کوٹ ذرا چھوٹا پڑ گیا۔ دیکھئے نا ــ؟" رحمان انہیں اپنا کوٹ دکھانے لگا۔" دراصل میرے کوٹ میں آپ کا کپڑا نہیں۔ بلکہ آپ کے کوٹ میں میرا کپڑا شامل ہے ــ"

سیٹھ جی مارے گھبراہٹ کے ہکلانے لگے ــ" آ ــ آ ــ آ ــ مم ــ مم ــ ٹھیک ــ ٹھیک ہی کہتے ہو گے آپ جی ــ"

اور پھر فوراً بات کا رخ بدل کر بولے۔

" اب یہ نیا سوٹ کیسا سلا ہے ـــ"

" سوٹ نہیں ـــ اسے ڈریس کہیئے ـــ"

اور واقعی عجیب و غریب ڈریس تھا۔ اسے چار شاگرد اپنے بازوؤں پر لئے مؤدب کھڑے تھے۔ ایک صاحب کے ہاتھ میں کارچوب کی شیروانی تھی۔

دوسرے کے ہاتھ میں چوڑی دار ـــ

تیسرے کے ہاتھ میں طلائی کام کا چوغہ تھا۔ اوپر سے سیاہ۔ اندر سے سرخ۔ چوتھا شاگرد ایک بندھی بندھائی راجپوتی پگڑی پر کلغی لگائے نہایت احتیاط سے ہاتھ میں تھامے کھڑا تھا۔ ان کے پیچھے دو شاگرد کھڑے تھے۔ اور وہ دو قد آدم آئینے اپنے ساتھ لائے تھے۔

رحمان ٹیلر اپنی باریک مونچھوں کو بل دیتا ہوا فخریہ انداز میں کہنے لگا۔

"یہ ڈریس ہے جناب۔ ایسا ڈریس ہے جسے پہن کر آپ بالکل ہندوستانی راج دوت دکھائی دیں گے۔ کسی بدیشی ملک کو جانے والے سرکاری سفیر سمجھے جائیں گے۔ ذرا اس کپڑے کی نرمائی۔ ہاتھ کی سلائی، ڈیزائن کی صفائی دیکھ کر آپ حیرت میں رہ جائیں گے۔ اور پہن کر اصلی جنٹلمین دکھائی دیں گے۔"

سیٹھ جی پرشوق انداز بنائے ڈریس کی طرف دیکھ کر بولے "تو جلدی کرو۔ مجھ کو ابھی پہنا دو۔ ابھی جنٹلمین بنا دو۔"

رحمان نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روک دیا۔ بولا "ایسے کاموں میں جلدی نہیں کی جاتی سرکار۔ اس کے پہننے پہنانے کا بھی ایک طریقہ ہے۔"

اتنا کہہ کر اس نے تالی بجائی اور بولا۔

"شاگردو۔ سیٹھ جی کو ڈریس پہنا دو۔"

تالی کی آواز سنتے ہی دو شاگرد آگے بڑھے اور سیٹھ جی کا پاجامہ اتارنے میں مصروف ہو گئے۔ دو شاگرد ان کا ڈریسنگ گون اتارنے میں لگ گئے۔ دو شاگردوں نے انہیں پیچھے دھکیل کر ایک دیوان پر بٹھا دیا۔ سب سے پہلے انہیں چوڑی دار پاجامہ پہنایا گیا۔ پھر شیروانی۔ پھر شیروانی کے بٹن لگائے گئے۔ پھر کندھوں پر راجپوتی چوغہ فٹ کیا گیا۔ سب سے آخر میں راجپوتی پگڑی مع کلغی ان کے سر پر رکھ دی گئی۔ اس کے بعد ٹیلر ماسٹر نے پھر تالی بجائی فوراً ایک شاگرد قدِ آدم آئینہ اٹھائے آگے بڑھ گیا اور سیٹھ جی کو ان کی شبیہہ آئینے میں دکھانے لگا۔ ٹیلر ماسٹر نے پھر

تالی بجائی تو فوراً دوسرا شاگرد دوسرا آئینہ اٹھائے حاضر ہوا۔ اور سیٹھ جی کو ڈریس کا بچھلا حصہ دکھانے لگا۔ سیٹھ جی اپنا آگا پیچھا دیکھ کر خوشی سے پھولنے لگے۔ تو فوراً ایک شاگرد نے ماسٹر کا اشارہ پاکر آگے بڑھ کر کہا۔

"سرکار عالی — بندہ بخشش کا سوالی۔"

سیٹھ ڈھیر و مل ریشہ خطمی ہوتے ہوئے بولے۔

"کیا کہا تم نے ہم کو —؟"

"سرکار عالی —!"

پھر فوراً جیب سے بٹوہ نکال کر اس میں سے ایک نوٹ نکال کر اسے دے کر۔ اور او دودھو جی۔ مادھو جی کو دیکھ کر بولے۔ دیکھ لو۔ یہ ہے اس ڈریس کی حیثیت۔ اسے پہنتے ہی میں سیٹھ سے سرکار عالی بن گیا۔

اس پر دوسرے شاگرد نے آگے بڑھ کر کہا۔

"حضور والا مدار مجھ پر بھی کرم ہو جائے۔"

"کیا کہا حضور والا مدار۔ او ہو ہو۔ یہ خطاب تو پہلے سے بھی اونچا ہے" سیٹھ جی جوش میں آکر بولے۔

"ذرا ٹھہرو۔ ذرا ٹھہرو —" سیٹھ جی بٹوے میں جھانک کر بولے۔ اور بٹوے میں سے دو نوٹ نکال کر اسے دیتے ہوئے کہنے لگے۔

"حضور والا مدار کی طرف سے —"

تیسرا چوتھا دونوں شاگرد ایک ساتھ آگے بڑھ کر کورنش بجاتے ہوئے بولے۔

"آپ کی بے حد عنایت ہے۔ اب ہم انعام کی خوشی میں رئیس اعظم سیٹھ ڈھیرومل کی شان میں ساری عمر قصیدے گائیں گے۔ زندہ باد سیٹھ ڈھیرومل رئیس اعظم" زندہ باد۔

"ہیں جی۔ میں۔؟ رئیس اعظم اور زندہ باد بھی۔ لوگ تو کھالی انقلاب زندہ باد ہوتے ہیں۔ پھر تم نے تو ہم کو بھی زندہ باد بنا دیا۔ اسی خوشی میں تم یہ ٹٹوہ ہی لے جاؤ نا۔" سیٹھ جی نے اپنا ٹٹوہ شاگردوں کی طرف پھینک دیا۔ جسے احمق ٹیلر نے لپک کر اچک لیا۔ اور کورنش بجالاتے ہوئے ڈرائینگ روم سے باہر جانے لگا۔ جب وہ اپنے شاگردوں کے ہمراہ رخصت ہو گیا تو سیٹھ جی اپنی راجپوتی کلغی کو اپنی پگڑی پر لہراتے دیکھ کر بولے۔

"اودھو جی میں کیسے لگتا ہوں۔"

"بالکل مہاراجے لگتے ہو سرکار۔"

"تو چلو شہر کو چلیں۔ میں چاہتا ہوں۔ لوگ مجھ کو اس نوے ڈریس میں دیکھ کر زندہ باد بولیں۔ اور تم دونوں بھی میرے ساتھ لگے رہو۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ میں تمہارا مالک ہوں۔"

اودھو جی اور مادھو جی دونوں سر جھکا کے ہاتھ جوڑ کے بولے۔ "ستیہ بچن مہاراج۔"

"تو جلدی سے موٹر تیار کراؤ۔" سیٹھ جی نے مادھو جی کو حکم دیا۔

"اور تم اودھو جی۔ تم چمیلی کو یہاں بلا لاؤ۔" اسے ایک دو باتیں سمجھانے کی ہیں۔ اچھا۔ ٹھہرو۔ رہنے دو۔ وہ ادھر ہی آرہی ہے۔

"اے چمیلی —"

چمیلی مٹکتی ہوئی ڈرائینگ روم کے باہر سے سیڑھیوں کی طرف جارہی تھی۔ کہ سیٹھ جی کی آواز سن کر اندر چلی آئی۔ بولی۔ آئی سیٹھ جی" مگر اندر آتے ہی اس نے سیٹھ جی کی جو ہیئت کذائی دیکھی تو پہلے تو دم بخود رہ گئی۔ چند لمحہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے گھورتی رہی۔ جیسے اسے اپنی نگاہوں پر اعتبار نہ آرہا ہو۔ پھر ایک ہنس پڑی۔

"اوہ — ہی — ہی — ہی —"

"چھنال —" سیٹھ جی ایکدم خفا ہو کے بولے۔

"کیوں کھڑی کھڑی ہنستی ہے —" چمیلی آہستہ سے سیٹھ جی کے چاروں طرف گھوم گئی۔ پھر ناک پر انگلی رکھ کر زور زور سے ہنسنے لگی۔

"اوہ — ہی — ہی — ہی کس سرکس سے تم نے یہ کباڑ اٹھا کر پہن لیا ہے۔ ہی — ہی — ہی —"

"کیا کہا تو نے —؟" سیٹھ جی گرج کر بولے۔ چمیلی اپنی ہنسی کو روکنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی "میں کہتی ہوں۔ کہ — ہی ہی — ہی —"

"اری احمق کیا تو مجھ پر ہنستی ہے —؟"

سیٹھ جی نے حیران ہو کر اس سے پوچھا —

"نہیں مالک ..... ایسی بے وقوفی میں نہیں کر سکتی — مگر —

چمیلی نے ہنسی روکنے کے لئے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ مگر ہنسی اس کی ہتھیلی کے چاروں کونوں سے پھوٹ پڑی "ہی۔ ہی۔ ہی۔"

ہنستے ہنستے چمیلی نے اپنا پیٹ پکڑ لیا۔

وہ ہنستے ہنستے دوہری ہوئی جا رہی تھی۔ سیٹھ جی اس کے قریب گئے۔ بولے۔ اب ہنسے گی۔ تو کان کھینچ کر گدھے کے برابر کر دوں گا۔"

چمیلی ایک دم ہاتھ جوڑ کر بولی "شما کرو مالک۔ پھر۔ ہی ہی ہی۔ یہ ہنسی میں روک نہیں سکتی۔ ارے کیسے بدھو لگتے ہو تم۔ ہو ہو ہو۔ ہی ہی ہی۔"

سیٹھ جی ایک دم برہم ہو کر بولے۔

"اب ہنسی تو ایسا دھپ دوں گا۔ کہ دن میں تارے نظر آجائیں گے۔"

سیٹھ جی کا غصہ چڑھتا دیکھ کر چمیلی نے کسی نہ کسی طرح اپنی ہنسی کو روک دیا۔ اپنے اوپر غصہ پا کر آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے بولی "لو۔ اب میں ٹھیک ہوں۔ مالک دیکھ لو۔ بالکل ٹھیک ہوں۔ اب نہیں ہنسوں گی۔"

چمیلی کے ہونٹ بند تھے۔ مگر لگتا اس کا سارا جسم ہنس رہا تھا۔

سیٹھ جی قہر بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولے۔

"بدچلن۔ اپنی زبان کو لگام دے۔ اور سن میرے آنے سے پہلے اس ہال کی صفائی ٹھیک سے ہو جائے۔ آج کچھ" مگر اس سے آگے سیٹھ جی کچھ نہ کہہ سکے۔ کیونکہ چمیلی پھر قہقہہ مار کر ہنسنے لگ گئی تھی۔

"پھر وہی بے ہودگی۔"

چمیلی نے ایکدم زور سے ہنس کر کہا۔ اور اب جیسے اس کی ہنسی کے سارے بند ٹوٹ گئے ہوں۔ وہ بولی اور ہنستے ہنستے بولتی گئی۔

"دیکھو مالک۔ مجھے دھپ مار دو۔ یا گالی دے دو۔ یا گلا گھونٹ دو۔ مگر پہلے مجھے اچھی طرح ہنس لینے دو۔ نہیں تو میرا پیٹ پھٹ جائے گا۔ ہی ہی ہی ہی ——"

سیٹھ جی مایوس ہو کر سر ہلا کے بولے "ایسی بے وقوف چھوکری میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ میری بات نہیں سنتی کھڑی کھڑی ہنس رہی ہے۔"

چمیلی جب اچھی طرح سے ہنس لی۔ تو اپنی پھولی ہوئی سانسوں کو کسی طرح قابو میں کر کے بولی۔ اب بولو مالک کیا حکم ہے۔"

سیٹھ جی نے رنجیدہ لہجے میں سر ہلا کے کہا۔

"عورت ذات ہو اس لئے جانے دیتا ہوں۔ خیر۔ اب یاد رکھو۔ آج گھر میں کچھ مہمان آنے والے ہیں۔ اس لئے گھر کو صاف ستھرا رکھو۔"

چمیلی بھڑک کر بولی "مذاق ختم ہے سیٹھ جی۔ مگر مجھے تو تمہارے دوست دیکھ کر غصہ آجاتا ہے۔ ادھر میں گھر کی صفائی سے فارغ ہوئی ہوں۔ ادھر تمہارے مہمان آکر پھر سے اتنی گند گی پھیلا دیتے ہیں۔"

"تو کیا میں تیرے چونچلوں کی کھاطر اپنے دوستوں کو گھر میں گھسنے نہ دوں۔"

چمیلی بولی۔ سب تو نہیں۔ ہاں پر کچھ لوگ ایسے ہیں۔ جو اس گھر میں

آنے کے قایل نہیں ہیں ——"

جمیلی نے ابھی بات ختم نہیں کی تھی ۔ کہ سیٹھانی داخل ہوئیں ۔ سیٹھ جی کو دیکھتی رہیں ۔ چپ چاپ ۔ پھر ایک دم زور کی چیخ مار کر انہوں نے آنکھوں پہ ہاتھ رکھ لئے ۔

سیٹھ جی بڑے اکڑے ہوئے انداز میں سیٹھانی کے قریب جا کے بولے "کیوں —کیا ہوا ہے —— ؟"

"مجھے ہوا ہے —— ؟" سیٹھانی چیخ کر بولیں ۔

"تم کہو تمہیں کیا ہوا ہے —— ؟ اور یہ کیا پہن رکھا ہے تم نے ؟ کیا جانتے ہو ۔ سارے شہر میں مذاق اڑے ۔ لوگ تمہیں دیکھیں اور ہنستے ہنستے دہرے ہوتے جائیں ——"

"اور میں تم سے کہتا ہوں ۔ رکمنی ۔ صرف وہی لوگ ہنسیں گے جو اندر سے مجھ سے جلتے ہیں ——"

"خیر . . . . . یہ کوئی نئی بات نہیں دیکھ رہی ہوں" سیٹھانی افسردہ لہجہ میں بولیں ۔

"تمہاری ان نت نئی حرکتوں اور فیشنوں سے اس بڑھاپے میں تمہیں سارے شہر میں نکھٹو سمجھتے ہیں —— ؟"

"سب معقول لوگ ۔ معلوم نہیں اس گھر کو ان دنوں کیا ہو گیا ہے ۔ یہ گھر اب گھر تو رہا نہیں ۔ فینسی ڈریس شو معلوم ہوتا ہے ۔ کہیں سارنگیاں بج رہی ہیں ۔ کہیں گھونگھرو کھنک رہے ہیں ۔ کہیں زور زور سے لڑنے

جھگڑنے کی آوازیں آرہی ہیں ۔ ارے یہ گھر ہے کہ کبنگڑ خانہ ۔ ۔ ۔ ۔ ؟"

چمیلی آگے بڑھ کر بولی " مالکن ٹھیک کہتی ہیں ۔ تم ایسے گندے مندے لوگوں کو گھر میں گھسنے کی اجازت دیتے ہو کہ میں اور جمنا ۔ اور نرجی ۔ تینوں گھر کی صفائی کرتے کرتے مری جاتی ہیں ۔ پھر بھی ان بد قدموں کے پیروں کی کالکھ فرش سے نہیں چھوٹتی ۔ "

"رکمنی ۔" سیٹھ جی گرج کر بولے ۔

"یہ تیری چمیلی اب بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے لگی ہے ۔"

"تو کون سی بات غلط کہتی ہے ۔"

سیٹھانی چمک کر بولیں "میں پوچھتی ہوں تمہیں شرم نہیں آتی اس عمر میں تمہیں ناچنے گانے کا شوق چرایا ہے ۔ ؟ اب ۔ ۔ ؟ جب چند سالوں میں تم بیساکھی لے کر چلا کرو گے ۔ "

"ہونہہ ۔" سیٹھ نے نتھنے پھلا کر کہا ۔

"اور ایک بڑا ڈانس ماسٹر آتا ہے ۔ اس زور سے پاؤں ٹپکتا ہے ۔ کہ معلوم ہوتا ہے ۔ گھر کی دیواریں گر جائیں گی ۔ یا چھت نیچے آن پڑے گی ۔ سیٹھانی نے زور سے پاؤں پٹک دیا ۔

سیٹھ جی غصے سے بولے " چپ رہو جی ۔ بہت سن لیا ۔ "

چمیلی نے سیٹھانی کی ہاں میں ہاں ملانے کے لئے کہا ۔ دوسرا وہ گتکا ماسٹر آتا ہے مالکن ۔ ہر وقت نتھنے پھلائے ہوئے ۔ سور کا سا منہ بنائے ہوئے ۔ ۔ ۔ ۔ " چمیلی کہتے کہتے گتکا ماسٹر کا سا منہ بنا کے سیٹھ کے سامنے

گنگا ماسٹر کی نقل اتارتے ہوئے بولی "اے مالک میں کہتی ہوں۔ اس عمر میں تم لٹھیا چلاؤ گے۔ کس کو مار ڈالنے کا ارادہ ہے ——"

سیٹھ غصّے سے کبھی چمیلی کو دیکھتے کبھی اپنی سیٹھانی کو۔ دونوں عورتیں ان کے پیچھے پنجے جھاڑ کر پڑ گئیں۔ سوچا غصے سے نہیں۔ نرم پڑ کے ہی ان بے وقوفوں کو سمجھانا چاہیئے۔ اس لئے دھیرج سے بولے "میں کہتا ہوں جس بات کی تم کو سمجھ نہیں ہے۔ اس میں تم دونوں کاہے کو دخل دیتی ہو"

"اور میں کہتی ہوں تم اس خرافات کو چھوڑ کر اپنی جوان بیٹی کی شادی کی فکر کیوں نہیں کرتے ——"

چمیلی نے طنز آمیز مسکراہٹ استعمال کرتے ہوئے بڑے کٹیلے لہجہ میں کہا۔

"سنا ہے مالک آجکل فلاسفی بھی سیکھ رہے ہیں۔"

"فلاسفی سیکھنے میں کیا ہرج ہے —— ؟"

سیٹھ نے پوچھا "فلاسفی پڑھ کر اگر میں دو چار عقل کی باتیں سیکھ لوں گا۔ تو تیرا کیا بگڑ جائے گا —— ؟" "نہیں جی —— ؟"

"میرا تو کچھ نہیں جائے گا" جواب میں سیٹھانی انگلیاں نچاتے ہوئے بولیں ——"

"پر تم اب چوچو کرتے بچے نہیں ہو کہ نیکر پہن کر اسکول کے ڈسک پر بیٹھ کر پہاڑے یاد کرنے لگو۔ وہ سمے گزر گئے ——"

"علم حاصل کرنے کے لئے اگر اسکول بھی جانا پڑے" سیٹھ جی بڑی

مضبوط آواز میں بولے ۔" یا ماسٹر کی مار بھی کھانا پڑے ۔ تو کوئی بڑی بات نہ ہو گی ۔۔"

"پر فائدہ ہی کیا ہے ۔۔؟" سیٹھانی چڑ کر کہنے لگی " آخر یہ دھن دولت تم نے ایک الٹا اکھشر پڑھے بغیر کمائی ہے ۔ تو اب پڑھ کر تمہیں کیا مل جائے گا ۔"

"تم دونوں تو ایک دم زا ہل (جاہل) ہو " سیٹھ جی زچ ہو کر بولے ۔

"ارے تم کو کیا بتاؤں ۔ یہ جو تم اس سمے بات کر رہی ہو ۔ جانتی ہو ۔ کیا ہے ۔۔ ؟"

"عقل کی بات ہے اور کیا ہے ۔۔ ؟" رکمنی بولی ۔

سیٹھ جی سر ہلا کے بولے " نہیں ۔ نہیں ۔ تم میرا مطلب نہیں سمجھیں ۔ میرا مطلب یہ پوچھنے سے ہے کہ یہ بول جو تم اس سمے بول رہی ہو ۔۔ یہ کیا ہیں ۔۔ ؟"

"یہ سمجھ داری کے بول ہیں ۔ جو تمہارے پلے نہیں پڑتے ۔" رکمنی نے تیزی سے کہا ۔

سیٹھ جی نے پھر مایوسی سے سر ہلایا ۔

"اوں ۔ ہوں ۔ تم سمجھی نہیں ۔ میں تم سے پوچھوں ہوں " کیا اب جو میں بول رہا ہوں ۔ تو یہ کیا ہے ۔۔ ؟ کیا اس کو بولتے ہیں ۔۔ ؟"

"بکواس " سیٹھانی نے قطعیت سے جواب دیا ۔

"ارے تیرے تو پلے کچھ پڑتا ہی نہیں ۔ رکمنی ۔۔" سیٹھ جی پھر صبر سے

کام لیتے ہوئے بولے۔

"دیکھ میرا مطلب جبان سے ہے۔ بھاشا سے ہے۔ تو جانتی ہے۔
جو ہم اس سمے بولے ہیں۔ اس کو بھاشا میں کیا کہویں ہیں — ؟"

"کیا کہویں ہیں — ؟"

"نثر — نثر کہویں ہیں —" سیٹھ جی نے فاتحانہ انداز میں جواب دیا —
سیٹھانی کی تیوری پر بل پڑ گئے۔

وہ شبہے کی نظروں سے سیٹھ کو دیکھتے ہوئے بولیں "نثر — ؟"

"ہاں نثر۔ اور جو بول نثر میں نہ ہوویں۔ وہ تو جرور کر کے نظم میں ہوویں ہیں —
اور جو نظم نہ ہوویں۔ وہ نثر کہاویں — اور تم بولو چمیلی ——
سیٹھ جی نے چمیلی کی طرف دیکھ کر کہا۔ جو حیرت سے انہیں شاید پاگل
سمجھ کر تکے جا رہی تھی۔

"بولو چمیلی کیا تم یو کہہ سکتی ہو — ؟"

"ایں — ؟" چمیلی کے منہ سے نکلا۔

"کیا تم یو — کہہ سکتی ہو ——"

"میں سمجھی نہیں — ؟" چمیلی نے آہستہ سے پوچھا۔ سیٹھ جی اسے سمجھانے
لگے۔ "اچھا تم کھالی "یو" کہو۔ پھر ہم تم کو سمجھا دیں گے ——

"لو بولے دیتی ہوں —" چمیلی نے اپنے دونوں ہاتھ کمر پہ رکھے کہا۔ "یو"

"بولنے کو تم نے بول دیا۔ پر بولا کیا — ؟" سیٹھ جی نے پوچھا —

"یو" — چمیلی نے جواب دیا۔

"ہاں وہ تو ٹھیک ہے۔ پر یہ بتاؤ۔ جب تم یو کہتی ہو۔ تو کیا کرتی ہو۔۔؟"

"وہی کرتی ہوں۔ جو تم کہتے ہو۔۔"

"اونہہ۔۔" سیٹھ جی پریشان ہو کر بولے۔

"کیسے بے وقوفوں سے پالا پڑا ہے۔ سنو چمیلی جب تم یو کہتی ہو۔ تو اگر تم ان پڑھ گنوار لڑکی نہ ہوتیں۔ اگر تم نے کچھ بھی سائنس پڑھی ہوتی تو تم کو معلوم ہوتا کہ جب تم یو بولتی ہو۔ تو تمہارا نچلا جبڑا کھوڑا سا اوپر کو آوے ہے۔ اور اوپر کا جبڑا کھوڑا سا اوپر کو آوے ہے۔ اور ہونٹ یوں سکڑیں ہیں۔ یو یو یو یو۔"

رکمنی اور چمیلی دونوں نے یو یو کرتے سیٹھ کی طرف دیکھ کر پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"کیا پاگلوں کی سی باتیں کرتی ہو۔۔؟" رکمنی بولی۔

"اس بے ہودگی کا جواب ہے۔" چمیلی نے صاد کیا۔

"میری صلاح سے تو۔۔" رکمنی بولی "اس فلاسفی کے ماسٹر کو اور ان نچنیوں گویتوں کو چھٹی دیو۔ اور اپنا کام کرو۔ جیسے ہمیشہ سے کرتے تھے۔

"اور اس بینڈر کو جسے تم گتکا ماسٹر بولتے ہو۔ اس کو بھی سلام کرو۔۔" چمیلی نے اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

سیٹھ جی کو غصہ آگیا۔ ایکدم بھڑک کر بولے۔ "اری احمق تم نہ کچھ جانے نہ بوجھے۔ بیچ میں کھاہ مکھاہ (خواہ مخواہ) اڑنگا لگاوے ہے۔ تجھ کو کیا معلوم گتکا کیہ چیز ہووے ہے۔۔؟"

سیٹھ جی نے ادھر ادھر دیکھ کر میز پر سے دو رول اٹھا لئے۔ ایک

اپنے ہاتھ میں رکھ کر اور دوسرا چمیلی کے ہاتھ میں دے کر بولے۔

"اب دیکھ میں تجھے پریکٹس کر کے دکھاتا ہوں۔ مگر پہلے قاعدہ سمجھ لے۔ شروع میں اڑا وار — اس طرح —" سیٹھ جی نے وار کر کے سمجھایا۔

"پھر ترچھی دھار — تیری طرف سے یوں —"

سیٹھ جی نے رول سے ترچھی دھار کی ترکیب بتائی۔

"پھر تیسرے نمبر پر میری طرف سے کھٹکے کی مار۔ بول سمجھ گئی — اس قاعدے پر چلنے پر کوئی مجھ کو مار نہیں سکتا۔ چاہے آدمی میرے سامنے آجاویں — تم کو یقین نہیں ہے تو آجا میرے سامنے میدان میں۔ اور اس رول سے مجھے مار کے دکھا۔"

چمیلی نے لکڑی کے رول کو اپنے ہاتھ میں تول کر کہا۔

"کون میں — ؟"

"اچھا تو پھر آجاؤ میدان میں —"

اتنا کہہ کر چمیلی سیٹھ جی پر پل پڑی۔ اور ایک گنوار جاٹن کی طرح رول اٹھا اٹھا کر مارنا اور سیٹھ جی کو روئی کی طرح دھنکنا شروع کر دیا۔ سیٹھ جی نے پہلے تو اپنے سارے سیکھے ہوئے اصول آزمائے۔ آخر میں چلاتے ہوئے سارے ہال میں گشت کرتے ہوئے پھرے۔ مگر چمیلی برابر ٹھکائی کرتی رہی — آخر بڑی مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کر کے سیٹھانی نے سیٹھ جی کی خلاصی کرائی۔

سیٹھ جی اپنی پھولی ہوئی سانس میں تقریباً گرو بنتے ہوئے بولے۔

"ارے! ایسے مارنے کو تھوڑی کہا تھا۔ حرامزادی۔۔"

چمیلی بولی "آپ نے ہی تو کہا تھا مار کے دکھاؤ"

"وہ تو ٹھیک ہے پر یہ تو قاعدے سے تو چلی نہیں۔" سیٹھ شکایت کرنے لگے "پہلے آڑا اور چلا۔ اس کے بعد تو نے ترچھا وار چلنا تھا۔ وہ تو چلی نہیں۔ اور سیدھی کھٹاک کی مار پہ پہنچ گئی۔ مار دی مجھے دھننے۔ یہ کوئی گتکے کا قاعدہ ہے۔۔؟"

"واہ مارنے میں بھی کوئی قاعدہ ہوتا ہے۔۔"

چمیلی نے اتنا کہہ کر رول پھر میز پر رکھ دیا۔ اور اپنے سر کے بال جو رخساروں پر لٹک رہے تھے ٹھیک کرنے لگی۔ سیٹھ جی کی پٹائی کر کے اسے بڑا لطف آیا تھا۔ سیٹھ جی ابھی تک ہانپ رہے تھے۔ اور ممکن تھا بات بڑھ جاتی اور وہ زیادہ جرح کرتے۔ کہ اتنے میں مادھو جی نے آکر اطلاع دی۔ کہ گھوڑا گاڑی آگئی ہے۔ سیٹھ جی جلدی جلدی اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔

ساتواں باب

"بتاؤ نہ دلیپ کمار میں کیا خرابی ہے ۔؟"

سیٹھ ڈھیرو مل نے رکمنی سے پوچھا۔

"نوجوان لڑکا ہے۔ خوبصورت ہے۔ امیر باپ کا بیٹا ہے۔ باپ رائے بہادر ہے انگریزوں کے زمانے کا۔ سارے شہر میں اس کے دھن دولت کی دھوم ہے۔ بتاؤ نہ اس میں کیا خرابی ہے۔

"خرابی تو کوئی نہیں ہے۔" رکمنی نے منہ لٹکا کر کہا۔ "مگر لڑکی کو رشتہ پسند نہیں ہے۔"

"پر یہ ہوتی کون ہے بیچ میں بولنے والی ۔۔؟" ڈھیرو مل ایکدم بھڑک کر بولے۔

"اتنے بڑے گھر میں اس کا بیاہ کر رہا ہوں۔ اور وہ خود بہ رشتہ

مانگ رہے ہیں۔ ورنہ الٹا لڑکی والوں کو خوشامد کرنا پڑتی ہے۔ رائے بہادر ہے۔ باپ اس کا رائے بہادر۔۔۔"

"میری بیٹی کو رائے بہادر کے ساتھ تو شادی کرنا نہیں ہے۔"

"تم تو پاگل ہو" ڈھیرو مل حقارت سے بولے۔

"ایسا اچھا رشتہ تو سارے شہر میں کہیں نہیں ملے گا۔ میں نے تو ہاں کر دی ہے۔ اگلے مہینے مہورت نکال کے منگنی کر دوں گا۔"

"جیب سے پربھا نے سنا ہے رو رہی ہے۔۔۔"

رکمنی سمجھانے لگی "آجکل لڑکی کی مرضی بھی دیکھی جاتی ہے۔"

"پربھا میں تو عقل نام کو نہیں ہے۔ اس دکاندار کے لونڈے ہرکیش میں کیا رکھا ہے۔۔؟"

"دکاندار تو تم بھی ہو" رکمنی غصے سے بولی۔

"کیا ہوا جو اتنے بڑے ٹھیکیدار بن گئے۔ مگر اپنی اوقات مت بھولو۔ دکاندار تو میرا باپ بھی تھا۔ پر تم نے کیوں مجھ سے شادی کی۔ میں کہتی ہوں لڑکی کا دل مت توڑو۔۔۔"

"نہیں پربھا کو وہیں شادی کرنی ہوگی۔ جہاں میں ہاں کر دوں گا۔"

رکمنی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اتنے میں چمیلی نے اندر آکے خبر دی۔

"نیچے دیوان جی آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔۔۔"

"انہیں یہیں بھیج دو" سیٹھ ڈھیرو مل کے چہرے پر مسرت کی چمک آگئی۔ رکمنی کے چہرے پر بیزاری کی لہریں دوڑنے لگیں۔ کسیلے لہجہ

میں پوچھنے لگیں۔

"یہ دیوان جی آجکل روز روز کیوں تمہارے پاس آتے ہیں۔"

سیٹھ جی اپنی سیٹھانی کو ہاتھ کے اشارے سے سمجھاتے ہوئے بولے۔

"آہستہ سے بات کر بے وقوف کچھ معلوم بھی ہے کس کی بات کرے ہے تو۔ ؟ کون ہیں وہ دیوان جی کچھ معلوم بھی ہے۔ ہندوؤں کے جمانے میں وہ دیوان تھے۔ مغلوں کے جمانے کے جاگیردار۔ پھر انگریزوں کے جمانے میں بھی ان کے پرکھے دیوان رہے۔ آج بھی وہ دیوان ہی کہلاتے ہیں۔ جاگیرداری ختم ہو گئی۔ ریاستیں ختم ہو گئیں تو کیا ہوا۔ خاندانی شرافت تو ختم نہیں ہوئی۔ آج بھی شہر کی سب سے بڑی حویلی انہیں کی ہے۔ اور دو درجن دکانیں بازارِ صرافاں میں۔"

رکمنی نے بات کاٹ کر کہا "پر میں نے سُنا ہے وہ سب کی سب گروی رکھی ہیں۔"

سیٹھ جی سنی ان سنی کر کے بولے۔

آج بھی جب دیوان جی چیف منسٹر سے ملنے جاوے ہیں۔ تو وہ اٹھ کر سلام کرے ہے اور کرسی پیش کرے ہے۔ اتنا بڑا اجنٹلمین جب آگے بڑھ کر خود مجھ سے برابری سے ملے۔ اور میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مجھے اپنا دوست بلاوے تو مجھے شرم آجاوے۔"

"تم کو تو شرم آجاوے پر اس موئے کو تو پیسہ مانگتے ہوئے شرم

نہ آوے ۔۔ ''

رکمنی تیکھے لہجہ میں بولی '' جب دیکھو قرض مانگنے کے لئے کھڑا ہے ۔۔۔ ''

'' ایسے آدمی کو قرضہ دینا خود میری عزت ہے ۔ '' سیٹھ جی نے فخریہ لہجہ میں کہا ۔

'' پھر تو وہ ایک ایک پیسہ چکا دینے والا آدمی ہے ۔ ایسا وہ مجھ کو بولتا ہے ۔ '' سیٹھ جی نے آخری فقرہ کچھ اپنے آپ کو سمجھا دینے والے والے انداز میں کہا ۔

رکمنی نے کہا '' کب سے وہ ایسا بول رہا ہے ۔ پر آج تک دیا کیا اس نے ۔۔۔ ؟ ''

سیٹھ جی سر ہلا کے یقین آمیز لہجہ میں کہنے لگے '' تم نہیں جانتی اس کو وہ خاندانی دل والا ہے ۔ وہ ضرور قرضہ ادا کرے گا ۔ ''

رکمنی پاؤں پٹک کر بولی '' اور میں بولتی ہوں ۔ وہ ایک پیسہ ادا نہیں کرے گا ۔۔ ''

سیٹھ جی بیزار ہو کے بولے ۔

'' استری کا تریا ہٹ مشہور ہے ، اب تم سے کون بحث کرے ۔ ''

'' بحث کرنے کی جگہ کہاں ہے ۔۔ ؟ ساری دنیا جانتی ہے ۔ وہ تم سے روپیہ اینٹھنے کے لئے تم سے دوستی کر رہا ہے ۔۔ ''

اتنے میں سیٹھ جی کو سیڑھیوں پر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی ۔

وہ انگلی منہ پر رکھ کر بولے۔

"شش۔ چپ ہو جاؤ۔ وہ آ رہا ہے۔۔۔"

رکمنی دانت پیس کر بولی "جو رقم تم نے پہلے دی تھی۔ وہ کھا پی گیا ہو گا اس لئے آ رہا ہو گا۔۔۔"

اتنے میں دیوان جی گہرے بھورے رنگ کے سوٹ میں ملبوس عمدہ بائک ٹائی لگائے ہوئے اندر آ گئے۔ چال میں بانکپن آنکھوں میں ذہانت اور تعیش پسند طبیعت دونوں ہی کا اندازہ ہوتا ہے عمر کوئی تیس برس کی ہو گی۔ مگر چالیس کے لگتے ہوں گے۔ اتنے میں انہوں نے بڑے تکلف سے جھک کر رکمنی کو آداب کیا۔ مگر رکمنی نے آداب کا جواب دینے کی بجائے منہ پھیر لیا۔ چہرے پر شکن تک آئی ہو۔ وہ اسے خوش دلی سے نظر انداز کرتے ہوئے بڑی بے تکلفی سے سیٹھ جی طرف بڑھے۔ جواب ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو چکے تھے۔ اور ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولے۔

"کیوں ڈھیرو مل مزاج کیسا ہے۔۔۔؟"

دیوان جی کا ہاتھ اپنے کندھے پر محسوس کر کے سیٹھ ڈھیرو مل رشتہ خطمی ہو گئے۔ انگ انگ خوشی سے جھوم اٹھا۔ میٹھے ملائم لہجہ میں بولے۔

"آپ کی مہربانی ہے دیوان جی۔۔۔"

"اور آپ کی سیٹھانی۔۔۔؟" دیوان جی نے آنکھوں کے کونوں سے رکمنی کو تاکا جو منہ پھیرے بیٹھی تھی۔

اپنا ذکر سن کر رکمنی نے جلدی سے پلٹ کر دیوان جی کی طرف دیکھا۔

اور بولی۔

"مجھے کیا ہوا۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اور پھر جلدی سے منہ پھیر لیا۔

دیوان جی نے دوسرا وار بھی خالی کر دیا۔ گھوم کر سیٹھ جی کی طرف اپنی ساری توجہ مرکوز کر دی۔ سیٹھ جی کے نئے بے ڈھنگے مگر قیمتی لباس کو دیکھ کر بولے۔

"ارے سیٹھ کیا جچ رہے ہو۔ اس نئے ڈریس میں ——"

"ہو گئے شروع ——" سیٹھانی نے ذرا ہٹ کر اپنی رازدار ملازمہ چمیلی سے آہستہ سے کہا۔

واقعی دیوان جی اب شروع ہو گئے۔ اپنی پتلی چھڑی گھماتے ہوئے اس کی نوک سے سیٹھ جی کی شیروانی کی طرف اشارہ کر کے بولے۔

"اس شیروانی کی تراش کا جواب نہیں۔ شہر میں آج تمہارے ایسا بانکا مشکل سے ملے گا۔

چمیلی نے یہ سنکر سیٹھانی سے کہا۔

"لگا رہا ہے مکھن ——"

دیوان جی بولے "میرے یار۔ ذرا گھوم جاؤ —— دیکھیں تو پیچھے سے کیسے لگتے ہو ——"

رکمنی نے سرگوشی کرتے ہوئے چمیلی سے کہا "جیسا بیوقوف سامنے سے ہے ایسا ہی پیچھے سے ہے"

سیٹھ جی فخر سے پھول گئے۔ صوفے سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور دو تین بار دیوان جی کے کہنے پر چاروں طرف گھوم گئے۔

دیوان جی نے بیحد سنجیدہ ہو کر بار بار سیٹھ جی کی طرف دیکھا۔ جیسے انتہائی غور فکر سے کام لے کر سیٹھ کے ڈریس کا جائزہ لے رہے ہوں۔ پھر ہونٹ سکوڑ کر ماتھے پر شکن لاتے ہوئے بولے۔

"غضب کا ڈریس سلوایا ہے۔ کیا فٹ آیا ہے تمہارے جسم پر۔ کس سے سلوایا ہے ــ ؟"

ڈھیرومل نے کہا "آپ ہی کے بھیجے ہوئے درزی سے تو سِیا ہے"

"اچھا وہی ــ ؟" دیوان جی نے بناوٹی حیرت آمیز لہجہ میں کہا۔

چمیلی آہستہ سے بولی۔

"کچھ اس سے کمیشن مارا ہوگا"

مگر ان عورتوں کی باتیں سیٹھ اور دیوان جی نے نہیں سُنیں۔ کیونکہ وہ دونوں ذرے پرے ہٹ کر کھڑکی کے قریب کھڑے ہو کر ایک دوسرے سے چوری چوری لیے حد آہستہ سے سرگوشی کر لیتی تھیں۔ اور پھر ان دونوں مردوں کی باتیں سنتے میں ہمہ تن گوش ہو جاتی تھیں۔

دیوان جی ٹہل ٹہل کر چھڑی گھماتے ہوئے بولے۔

"میں آج ہی چیف منسٹر صاحب سے تمہارے بارے میں گفتگو کر رہا تھا"

"چیف منسٹر صاحب سے ــ"

ڈھیرومل نے ذرا اونچی آواز میں کہا۔

تاکہ رکمنی اچھی طرح سن لے۔

رکمنی نے ایک بار ان دونوں کی طرف دیکھ کر بیزاری سے منہ پھیر لیا۔ جیسے وہ بتا رہی ہو کہ میں سب جانتی ہوں۔"

ڈھیرو مل نے پھر دہرایا "چیف منسٹر صاحب سے۔"

"جی ہاں۔ کل رات انہوں نے مجھے کھانے پر مدعو کیا تھا۔" دیوان جی ایسی لاپرواہی سے بولے جیسے چیف منسٹر کے ہاں کھانا کھانا ان کے روزمرہ میں شامل ہو۔

"کھانے پر بلایا تھا۔" ڈھیرو مل نے پھر بآواز بلند کہا۔ تاکہ اب تک اگر رکمنی نے نہ سنا ہو۔ تو اب سن لے اور جان لے کہ دیوان جی کتنے بڑے آدمی ہیں۔ مگر رکمنی نے مطلق التفات نہیں کیا۔

"ہاں۔ دیوان جی بولے۔ میں نے چیف منسٹر سے تمہاری بات چلائی تھی تو بولے۔ ایک دن انہیں بھی کھانے پر لے آؤ۔"

پُرغرور نگاہوں سے اپنی بیوی اور ملازمہ کی طرف دیکھا۔ جو قریب کی ایک کھڑکی سے لگ کر کھڑی تھیں۔ پھر جب ان کو بظاہر متوجہ نہ پایا۔ تو دیوان جی کی طرف جھک کر بولے۔

"آپ کی بڑی مہربانی ہے دیوان جی۔"

"اس میں کیا مہربانی ہے سیٹھ جی۔ کیا تم میرے دوست نہیں ہو۔"

دیوان جی ایک سگار سلگاتے ہوئے بولے۔

"نہیں۔ نہیں۔ یہ آپ کی مہربانی ہے۔" سیٹھ جی اصرار کرتے ہوئے

بولے۔

"آپ مجھے اپنا دوست مانتے ہو۔۔۔"

"نہیں ۔۔۔ میں وہ سلوک نہیں بھول سکتا۔ جو تم نے۔۔۔؟" دیوان جی کے لہجہ میں بے حد نرمی آنے لگی۔

سیٹھ فوراً بات کاٹ کر بولے "کیوں شرمندہ کرتے ہو۔ ذرا سی بات ہے"

مگر دیوان جی کسی طرح نہ مانتے۔ سر ہلا کے بولے۔

"کیسے بھول سکتا ہوں پچھلے دنوں ایک دفعہ جو تم نے ۔۔۔"

"جانے دو" فوراً سیٹھ جی بیچ میں بول اٹھے۔

"کیوں شرمندہ کرتے ہو"

"نہیں دوست" دیوان جی بے حد کھرے اور سچے لہجہ میں مضبوطی سے بولے۔

"نہیں دوست میں معاملے کا کھرا ہوں۔ اور کھرا ہی رہنا بھی چاہتا ہوں۔ آج میں سب حساب صاف کر کے ہی جاؤں گا۔"

سیٹھ جی نے یہ سنتے ہی فاتحانہ انداز سے رکمنی کی طرف دیکھا۔ اور ذرا سا اس کی طرف جھک کر اسے کہنی مارتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"اب بولو۔ کیا کہا تھا میں نے ۔۔۔؟"

دیوان جی بولے "اگر مجھے کسی کا قرضہ دینا ہوتا ہے۔ تو جب تک میں اسے ادا نہ کر لوں۔ مجھے چین نہیں پڑتا۔"

سیٹھ جی نے دوسری بار رکمنی کو کہنی ماری بولے۔

"اب کہو۔"

دیوان جی نے سیٹھ سے کہا۔ "تو آؤ ذرا حساب کتاب ہو جائے۔"؟

سیٹھ جی نے سرگوشی کرتے ہوئے رکمنی سے کہا۔ "دیکھ لیا تم نے۔؟ کیسی چھوٹی طبیعت پائی ہے تم نے۔"

"جی۔ جی۔ جی ہاں۔" سیٹھ جی کسی قدر ہچکچاتے ہوئے بولے۔ "مگر میں نے کھاتے میں درج نہیں کیا ہے۔ تاکہ منیم جی کی نظر نہ پڑے۔"

"یہ بہت اچھا کیا تم نے۔" دیوان جی فوراً بول پڑے۔

"مگر ایک الگ کاپی میں لکھ رکھا ہے۔" سیٹھ جی نے قدرے جھجکتے ہوئے کہا۔

"تو نکالو اسے۔"

سیٹھ جی نے کہا۔ "بولو۔"

سیٹھ نے کہا۔ "آں۔ وہ دس اگست کو صبح نو بجے تین سو روپے۔"

"ہوں۔"

"اور بارہ اگست کو پھر دو سو روپیہ۔"

"ہاں۔"

"بیس اگست کو ایک سو روپیہ۔"

اب رکمنی اور چمیلی دونوں سیٹھ کے قریب آ گئیں۔ اور دھیان سے سننے لگیں۔ مگر دیوان کے چہرے پر کسی گھبراہٹ کا سایہ نہ تھا۔ ایسی طمانیت سے

سن رہے تھے۔ جیسے آج ہی پائی پائی چکا کے جائیں گے۔۔۔۔۔"

سیٹھ کہہ رہے تھے۔ "پھر آٹھ ستمبر کو رگھو ناتھ صراف کو نو سو روپیہ دیئے آپ کے حساب میں ۔۔۔ ؟"

دیوان جی کے چہرے پر سوچ کی شکنیں ابھر آئیں۔ چند لمحوں کے بعد صاف ہو گئیں۔ مسکرا کر بولے۔

"بالکل ٹھیک ۔۔"

"تمہارے درزی کو چار سو روپے ۔۔"

"وہ بھی ٹھیک ۔۔۔"

"تمہارے بیٹے کو سات سو روپے" سولہ اکتوبر کو ۔۔

دیوان جی بولے "سولہ نہیں پندرہ اکتوبر کو ۔۔۔"

سیٹھ جی نے دوبارہ اپنی نوٹ بک کے اندراج کو غور سے دیکھا۔ کچھ شرمندہ ہو کر بولے ۔۔

"جی ہاں ۔۔ پندرہ اکتوبر ہی ہے۔ میں نے غلط پڑھا۔ مگر کیا یاد رہا آپ کو ۔۔ ؟"

دیوان جی نے سنجیدگی سے کہا ۔

"میں لیا ہوا قرضہ کبھی نہیں بھولتا"

سیٹھ جی نے رکمنی کی طرف دیکھ کر بلند آواز سے کہا "یہی تو خاندانی شرافت ہے ۔۔"

"آگے چلو" دیوان جی حکیمانہ انداز میں بولے ۔

سیٹھ ڈھیر ومل نے جلدی جلدی گنتا شروع کیا: "ڈیڑھ سو روپے نو آنے تمہارے بھاجی والے کو۔۔ ایک سو چوہتر روپے دس آنے دودھ والے کو بچھتر روپیہ آٹھ آنے پھل والے کو۔ اور۔۔۔ اور۔۔۔ رام تمہارا بھلا کرے۔" کہہ کر سیٹھ ڈھیر ومل نے جو ورق الٹا تو اسے کورا پایا۔ اطمینان کا سانس لے کر بولے "بس یہی ہے۔۔"

کل ملا کے کتنے ہوئے۔۔؟ دیوان جی نے پوچھا۔

سیٹھ جی نے ورق الٹ پلٹ کرتے ہوئے نوٹ بک کے ایک صفحے پر پنسل سے حساب کر کے بتایا

"کل ہو گئے تین ہزار روپیہ۔ اور

"گیارہ آنے۔" دیوان بول پڑے۔

"تین ہزار گیارہ آنے بالکل ٹھیک حساب ہے۔"

اب اس میں پانچ سو روپیہ اور جوڑ لو۔ جو آج مجھے چاہئیں۔ تو یہ کل ملا کے ہو گئے ساڑھے تین ہزار روپیہ گیارہ آنے۔ یہ رقم میں تم کو اس ماہ کے آخر تک ادا کر دوں گا۔۔"

اب رکمنی کی باری تھی۔ اس نے اپنے پتی کو کہنی مار کے کہا آہستہ سے۔

"کیوں کیسی رہی۔۔۔؟"

سیٹھ نے گھور کر رکمنی کی طرف دیکھا۔ آہستہ سے بولے۔

"چپ رہنا۔۔"

دیوان جلدی سے بول پڑے۔" اور دیکھو سیٹھ ڈھیر ومل اگر یہ

چھوٹی سی رقم۔ جو اس وقت میں نے تم سے مانگی ہے۔ تم اگر کسی وجہ سے نہ دے سکو۔"

دیوان جی کی بات ختم ہونے سے پہلے ہی سیٹھ جی جلدی سے بول اُٹھے۔

"نہیں۔ نہیں دیوان جی ایسی کوئی بات نہیں۔"

رکمنی نے آہستہ سے کہا۔" وہ تمہیں انگلیوں پر نچا رہا ہے۔"

سیٹھ جی نے پلیٹ کو اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھی۔ اور رکمنی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"شش۔"

دیوان جی نے چاندی کی موٹھ والی چھڑی گھماتے ہوئے کہا۔" میرا مطلب ہے، اگر تم رقم اس وقت ادا کرنے سے قاصر ہو تو کسی دوسرے سے۔۔۔" دیوان جی فقرہ ناتمام چھوڑ دیا۔

سیٹھ جی فوراً گھبرا کر بولے۔" نہیں دیوان جی۔ یہ تو سوچیں ہی نہیں آپ۔۔۔۔۔"

"سوچنا تو ہمیں ہیں جو تباہ ہوتے جا رہے ہیں۔" رکمنی دانت پیس کر آہستہ سے بول پڑی۔

"چپ ہو جا بے وقوف۔" سیٹھ جی دیوان جی سے ذرا الگ ہو کر اپنی بیوی سے کہنے لگے۔

رکمنی بڑی بیزاری سے سر ہلا کر کہا۔" جب تک یہ ہم سے آخری

پائی نہیں چھوڑے گا۔ اسی طرح بے وقوف بناتا رہے گا۔"

دیوان جی نے سیٹھ جی کو اپنی بیوی کے سامنے شش و پنج میں گرفتار دیکھ کر کہا۔

"اس میں شرمانے کی کیا بات ہے۔؟ صاف صاف بول دو۔ اس شہر میں ایسے دوست بہت ہیں۔ جو مجھے قرض دینے میں عزت محسوس کریں گے۔

"مگر میں پہلا چانس تم کو دینا چاہتا ہوں۔۔"

سیٹھ جی ہاتھ ملتے ہوئے بولے "آپ کی مہربانی ہے۔ بڑی مہربانی ہے۔ دیکھتا ہوں۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔۔"

سیٹھ جی کمرے سے باہر جانے لگے۔ لیکن رکمنی رستے میں نہیں روک کر بولی۔

"کیا تم پھر احمق بننے والے ہو۔؟"

سیٹھ جی آہستہ سے بولے تاکہ کہیں دیوان جی سن نہ لیں۔ "یہ باتیں تم تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ تم نے سنا نہیں۔ دیوان جی مجھ کو ایک دن چیف منسٹر کے گھر پر کھانے پر بلانے والے ہیں۔۔"

اتنا کہہ کر سیٹھ جی تو کمرے سے باہر نکل گئے۔ رکمنی نے مایوس ہو کر اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ اس کی یہ حرکت دیکھ کر دیوان جی بولے۔

"کیا بات ہے سیٹھانی جی۔؟ آپ کچھ خوش معلوم نہیں ہوتیں۔ آپ کو کوئی تکلیف ہے۔"

سیٹھانی منہ بنا کر بولیں۔" ہاں جی ۔"

"کیا تکلیف ہے۔ ؟"

"میری گردن پر ایک سر ہے" رکمتی نے تلخی سے کہا۔ اور اس سر میں عقل ہے بس یہی تکلیف ہے ۔"

دیوان جی اشارہ سمجھ گئے۔ مگر بات کو صاف اڑا گئے۔ لہجہ بدل کر بولے۔

"اور آپ کی لڑکی کہاں ہے پرکھا۔ ؟ بہت دن سے ان کو نہیں دیکھا کہاں ہیں ۔"

رکمنی بے حد رکھائی سے بولی" میری لڑکی جہاں پر ہے وہاں بہت ٹھیک ہے۔"

"وہ کیا کرتی ہیں آجکل ۔ ؟"

"جو کرتی ہیں ٹھیک کرتی ہیں ۔"

اتنے میں سیٹھ ڈھیرومل نوٹوں کی ایک گڈی لئے داخل ہوئے۔ اور دیوان جی کے ہاتھ میں دیتے ہوئے بولے۔

"یہ لو دیوان جی پورے پانسو ۔"

دیوان جی نے نوٹوں کی گڈی کو ایک نظر سے دیکھا۔ پھر گنتے بغیر جیب میں ڈال لیا۔ پھر کوٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے بولے۔

اگر سیٹھانی جی اور آپ کی لڑکی پرکھا مشہور فلم اسٹار کند النی کا ناچ دیکھنا چاہئیں تو میرے پاس پرسوں رات کے شو کا سسٹلہ ۔"

رکمنی نے جل کر کہا "آپ اپنی سیٹیں اپنے پاس ہی رکھیں۔ دھنیہ واد" اتنا کہہ کر رکمنی نے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔ اور جلدی سے منہ پھیر لیا۔

دیوان جی نے ذرا سا رخ بدل کر سیٹھ جی قریب ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا میں نے تم سے ذکر کیا تھا کہ ہوراگڑھ کی رانی....."

ہوراگڑھ کی رانی کا ذکر سنتے ہی سیٹھ ایک دم گھبرا گئے۔ دیوان جی کو پرے لے جاتے ہوئے بولے۔

"شش۔ ذرا ادھر آجاؤ۔ ہاں اب بتاؤ۔"

دیوان جی اور سیٹھ جی دونوں۔ رکمنی اور جمیلی سے اتنے فاصلے پر چلے گئے کہ جہاں سے رکمنی اور جمیلی ان کی باتیں نہیں سن سکتی تھیں۔ وہاں جا کے سیٹھ جی نے اطمینان کی سانس لی۔ اور بے قرار لہجے میں بولے۔

"ہاں۔ اب بتاؤ۔"

"میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہوراگڑھ کی مہارانی صاحبہ نے میرے کہنے پر بار بار اصرار کرنے کے بعد آپ کے یہاں کھانا کھانے کی دعوت منظور کر لی ہے۔" سیٹھ جی کی آنکھیں اور ہونٹ دونوں خوشی سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔ ان کے منہ سے اسی حیرت کے عالم میں بس اتنا نکلا۔

"ہیں جی"

"جی ہاں" دیوان جی سگار کا گل جھاڑتے ہوئے بولے۔ اور میرے کہنے پر اور میرے زور دینے پر بڑی مشکل سے انہوں نے ہیرے کی وہ انگوٹھی قبول کر لی ہے۔ جو تم ان کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہو۔"

سیٹھ جی کے پھولے ہوئے گالوں پر خوشی کی چمک آگئی۔

"مگر وہ بہت نازک مزاج ہیں۔ اور بے حد حساس" دیوان جی نے انہیں بتایا۔

"وہ تو برابر انکار ہی کرتی جا رہی تھیں اور کسی طرح انگوٹھی کو لینے پر تیار نہیں تھیں۔ وہ تو جب میں نے انہیں بتایا کہ پورے شہر میں ایسا خوبصورت ہیرا آپ کو اور کہیں نہیں ملے گا تو بڑی مشکل سے قبول کرنے پر راضی ہوئیں"

سیٹھ جی چہک کر بولے "پسند آیا میرا ہیرا۔"

"بے حد" دیوان جی بولے۔ اور پھر بے حد رازداری کے انداز میں سیٹھ جی کی طرف جھک کر آہستہ سے بولے۔

"بلکہ میرا تو خیال ہے کہ اس تحفے سے ان کے دل میں تمہارے لئے کچھ تھوڑا سا خیال....."

سیٹھ جی نے چھت کی طرف آنکھیں اٹھائیں اور دونوں ہاتھ ملا کر بولے۔

"بھگوان کرے کچھ ایسا ہو جائے۔ ان کے دونوں گال پھڑک رہے تھے۔ اور دل بُری طرح دھڑکنے لگا تھا۔

دیوان جی نے ردا جمایا "میں نے چلتے چلتے ان کے کان میں یہ بات بھی ڈال دی۔ کہ یہ ہیرا کس قدر مہنگا ہے۔ پھر میں نے یہ بھی کہا کہ سے نذر کرنے والے کے لیے اس ہیرے کی قیمت کوئی معنی نہیں رکھتی"

سیٹھ جی کا منہ لٹک گیا۔ ایک دم بولے "ایں۔؟ یہ کیا کہا۔

آپ نے ۔۔۔ ؟"

"یعنی تو۔ یہ تو کچھ بھی نہیں۔ اس کی قیمت کچھ بھی نہیں۔ ان تحفوں کے مقابلے میں جو آگے چل کر مہارانی صاحبہ کی خدمت میں تمہاری طرف سے پیش کئے جائیں گے۔

"ہیں جی" سیٹھ صاحب کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ پھر وہ سوچنے لگے کیا اس کے بعد بھی مجھے مزید ایسے ہی تحفے دینے پڑیں گے۔ محبت اور دولت کی اس خاموش جنگ میں دولت کا پلڑا بھاری دیکھ کر دیوان جی جو چند لمحوں سے سیٹھ کے چہرے سے اس جنگ کا لطف لے رہے تھے ایکدم بول پڑے۔

"میرا مطلب تھا اس ہیرے کے تحفے کی کیا قیمت ہو سکتی ہے تمہارے اس دل کے مقابلے میں، جو تم ان پر نچھاور کرنے جا رہے ہو۔۔"

اطمینان کا ایک لمبا سانس لے کر سیٹھ نے کہا۔ ہا۔ ہا یہ بات ہوئی نا۔ بالکل۔ بالکل ٹھیک کہا آپ نے" سیٹھ جی یہ سوچ کر ایکدم خوش ہو گئے۔ کہ اب کوئی ہیرا نہ دینا پڑے گا۔ صرف دل ہی دینا پڑے گا۔ دیوان جی کی عقلمندی سے متاثر ہو کر بولے۔

"دیوان جی میں کیا کہوں۔ بہت شرم آتی ہے۔ جب میں آپ کو ایسا کام کرنے کو بولتا ہوں۔۔"

"نہیں۔ نہیں، اس میں کیا بات ہے۔۔"

دیوان جی سیٹھ جی کے کندھے کو تھپکتے ہوئے بولے۔ دوست کی مدد

دوست نہیں کرے گا۔ تو کون کرے گا۔ جب سے تم نے بتایا ہے مجھے کہ تمہارا دل مہارانی صاحبہ پر آ گیا ہے۔ اور جبکہ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ کہ۔ کہ میرا مہارانی سے ایک خاص۔ ایک خاص گویا کہ ایک خاص رشتہ ہے تو میں تمہاری مدد کرنے سے کیسے انکار کر سکتا ہوں ــ،،

جب یہ دونوں اس طرح سے گھل مل کر باتیں کر رہے تھے سیٹھانی دور ایک صوفے پر بیٹھی بیائی کر رہی تھیں۔ اور سیٹھ کے لئے ایک سوئیٹر تیار کرتی جاتی تھیں۔ ان دونوں کی گفتگو ہوتے دیکھ کر سیٹھانی نے اپنے قریب کھڑی چمیلی سے رازدارانہ لہجہ میں کہا۔

،، یہ دونوں ادھر کیا مسکوٹ کر رہے ہیں۔؟ جا کے سُن تو ذرا ــ“

چمیلی ایک جھاڑن ہاتھ میں لے کر فرنیچر کو صاف کرنے کے بہانے سے آہستہ آہستہ ادھر چلی۔ جدھر دیوان جی اور سیٹھ جی مصروف گفتگو تھے۔ وہ دونوں ایک ستون کی آڑ میں کھڑے تھے۔ جس کے عقب میں پہنچ کر چمیلی بھی ان کی گفتگو سن سکتی تھی۔ مگر وہ فرنیچر صاف کرنے کے بہانے سے دھیرے دھیرے ان کے قریب پہنچنا چاہتی تھی۔ تاکہ ان دونوں کو کوئی شبہ نہ ہو ــ

دیوان جی نے ایک خاص قربت کے انداز میں سیٹھ کی پیٹھ تھپکی اور آنکھ مار کر۔ بولے۔

،، بہت اونچے جا رہے ہو سیٹھ۔ پہلے تم نے انہیں پھول بھیجے۔ پھر ان کے اعزاز میں ایک قوالی کی محفل برپا کی۔ اور اب یہ ہیرے کی انگوٹھی۔ ٹھیک

ہے۔ وہ مہارانی ہیں تو کیا ہوا۔ اور بیوہ ہیں تو کیا ہوا۔ آخر کو تو وہ ایک عورت ہے۔ اور ہر عورت کی جان ہیروں پر جاتی ہے۔ بس اسی طرح لگے رہو۔ اور پیسے کی پرواہ مت کرو۔"

سیٹھ نے سر ہلا کر روایتی عاشقوں کے انداز میں جرأت آمیز لہجہ میں کہا۔

"اجی دیوان جی اگر مہارانی جی کا پریم مجھے پراپت ہو جائے۔ تو روپیہ چاہے کتنا خرچ ہو جائے۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے —"

"وہ دن دور نہیں ہے" دیوان جی ہنس کر بولے۔

"جب تم خود اپنی اس کوٹھی میں انہیں اپنے سامنے بٹھا کر کھانا کھلا سکو گے۔ پھر جی بھر کے آنکھیں سینک لینا —"

ڈیر دل خوش ہو کر بولے "میں نے بھی سب طے کر لیا ہے۔ اس شام میری گھر والی اپنی بہن کے گھر چلی جائے گی" ہاں ایسے موقعوں پر گھر والی کا گھر میں رہنا خطرے سے خالی نہیں ہوتا۔ دیوان جی ہنس کر بولے "مزا بھی نہیں آتا —"

پھر لہجہ بدل کر بولے "میں اس دن کے لئے اپنا خاص باورچی دعوت کے لئے بھجوا دوں گا — وہ جانتا ہے۔ مہارانی صاحبہ کو کھانے میں کیا پسند ہے۔ گورو بھوشن مہاراج سے بھی کہہ دوں گا۔ اور میر صاحب سے بھی۔ ناچ گانے کا عمدہ پروگرام ہونا چاہیئے۔ یہ پانچسو روپیہ ان لوگوں کو ایڈوانس میں دے دوں گا۔"

دیوان جی نے اتنا کہہ کر اپنے کوٹ کی جیب کو تھپتھپایا۔ ڈھیرو مل اشارہ سمجھ گئے۔ فوراً اپنے بٹوے سے مزید پانسو روپیہ کے نوٹ نکالتے ہوئے بولے

"نہیں۔ دیوان جی۔ انہیں تو اپنے لئے رکھئے۔ اور ان پانسو سے دعوت کا کام چلائیے۔ مگر کسی کو۔

سیٹھ نے اتنا کہا تھا کہ انہوں نے منقش ستون کے پیچھے چمیلی کو کھڑے دیکھا۔ فوراً پلٹ کر سیٹھ ڈھیرو مل نے چمیلی کے کان اینٹھے۔

"کیا ٹوہ لینے کی کوشش کرتی ہے۔ چھنال ــــ ؟"

پھر دیوان جی سے مخاطب ہو کر بولے "آؤ دیوان جی۔ اپنے کام پر چلیں"۔

اتنا کہہ کر سیٹھ جی نے دیوان جی کو آنکھ ماری۔ دیوان جی اشارہ سمجھ کر چکے تھے۔ مسکرا کے سیٹھ جی کے ساتھ ہو لیئے۔ اور دونوں اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔

ان کے جانے کے بعد رکمنی چمیلی کے قریب آئی۔ چمیلی نے مالکن کے سوالیہ چہرے کو دیکھا اور بولی۔

"کچھ ٹھیک طرح سے سن نہیں پائی مالکن ــ مگر کچھ گڑبڑ ضرور کر رہے ہیں۔ اور تم کو اس سے دور رکھنا چاہتے ہیں ــــ"

"تب تو ضرور کوئی عورت بیچ میں ہے ــــ" رکمنی نے اپنے اندیشے کو ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"اور یہ پہلا موقعہ نہیں ہے۔ خیر ..... میں نبٹ لوں گی۔ ابھی تو مجھے پربھا کی فکر ہے۔ کالج میں ایک لڑکا اسے پسند آ گیا ہے۔ ہریش نام ہے۔

اس کا شکل صورت اچھی ہے۔ کھاتے پیتے گھر کا ہے۔ اس کی ماں میری سہیلی ہے۔ یہاں بھی آ چکی ہے۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ پربھا کے پتا جی پر ایک ہی دھن سوار ہے۔ انہوں نے پربھا کے لیے کوئی دوسرا ہی لڑکا پسند کیا ہے کیونکہ اس لڑکے کا باپ رائے بہادر ہے اور بہت دھن والا ہے۔ اور بڑے خاندان کا ہے۔ سیٹھ جی کو آجکل خاندان کا مرض ہو گیا ہے۔ اب میں ہرتیش کے گھر والوں کو اچھی طرح جانتی پہچانتی ہوں۔ پر وہ بیچارے خاندانی نہیں ہیں۔ ہماری طرح دکاندار ہیں۔"

حالانکہ چمیلی سب باتوں سے واقف تھی۔ مگر اس وقت جان بوجھ کر انجان بن گئی۔ جب اس نے سیٹھانی کی باتوں سے بھانپ لیا کہ رکمنی کا جھکاؤ دلیپ کمار کی طرف نہیں ہے۔ بلکہ ہرتیش کی طرف ہے۔ اور جب اس نے بار بار رکمنی کے منہ سے ہرتیش کے لیے تصدیقی کلمات سن لیے۔ تو بھولی بن کر بولی۔ کون ہرتیش۔ سیٹھ ہرچند کا بیٹا — ؟"

"ہاں ری — " رکمنی حیران ہو کر بولی۔

"مگر تو کیسے جانتی ہے — "

"وہیں تو — ان کے گھر ہی میں تو — وہ کام کرتے ہیں — "

ڈرتے ڈرتے چمیلی نے اطلاع بہم پہنچائی۔

"وہ کون — ؟" سیٹھانی نے پوچھا۔

"چمیلی شرما کے بولی " بالو — "

"بالو کون — " ؟ سیٹھانی حیرت زدہ ہو کر بولی — وہ رکمنی کے لال ہوتے

ہوئے چہرے سے کچھ اندازہ نہ لگا سکی۔ کیونکہ اس کا ذہن اس وقت اپنے ہی معاملہ میں الجھا ہوا تھا۔ ادھر اس موقعے کو غنیمت سمجھ کر چمیلی اپنے دل کا راز بھی رکمنی سے کہہ دینا چاہتی تھی۔ تاکہ ایک تیر سے دو شکار ہو جائیں یعنی اگر کہیں پربھا ہریش کی بات پکّی ہو جائے۔ تو اس کا اور بالو کا ٹانکا بھی جڑ جائے۔

چمیلی نے قدرے توقف سے کہا۔ اس پر سیٹھانی نے زور دے کر پوچھا

"بالو کون ہے۔"

چمیلی نے پھر لجا کر آنچل کا سہارا لیا۔ اور پلّو کو اپنے انگوٹھے پر موڑتے ہوئے کمزور آواز میں بولی۔

"جن سے ــ مجھے ــ وہ ہے۔"

"وہ کیا ــ ؟"

"وہ جو سب کو ہوتا ہے ان دنوں"

"سیٹھانی کو ایک دم چھینک آ گئی۔ چھینک مار کر بولیں۔

"زکام ــ"

"نہیں جی۔ پریم ــ" چمیلی لجا کر بولی۔

"اوہ" اب رکمنی کی سمجھ میں آیا ــ تو وہ چمیلی کے شرمانے کا مطلب کر مسکرانے لگیں۔

"وہ تیرے بالو وہاں کیا کام کرتے ہیں ــ"

چمیلی نے ذرا فخریہ لہجہ میں بیان کیا۔

وہ ہرشیں بالو کے خاص نوکر ہیں - اور ہرشیں بالو ان کو اتنا چاہتے ہیں - کہ ان کو کبھی اپنے سے الگ نہیں کرتے ۔۔،،

،،تب تو بہت ہی اچھا ہے - تو ابھی ہرشیں کے گھر چلی جا - اور اسے یہاں بلالا - مجھے اس سے کچھ باتیں کرنی ہیں - جلدی جا کے بلالا - میں ذرا دیکھتی ہوں - رسوئی میں کیا ہو رہا ہے ۔۔،،

اتنا کہہ کر مالکن کمرے سے نکل گئیں - چمیلی کا چہرہ خوشی سے گلنار ہو گیا - اس نے عین وقت پر اپنے اور بالو کے تعلقات پر روشنی ڈال کر گویا ایک طرح سے سیٹھانی کو اپنا ہمراز اور ہمدرد بنا لیا تھا - اب وہ جا کے بالو کو جب یہ خوش خبری سنائے گی تو بالو کس قدر خوش ہو گا - اسے گلے سے لگا گا - اس لئے اس نے مالکن کے جاتے یہ بھی کہہ دیا -

،،ابھی جاتی ہوں مالکن - اگر یہ کام ہو گیا - تو بڑے مزے آئیں گے - ایک ساتھ دو گھر بس جائیں گے ،،

مالکن نے دروازے سے پلٹ کر چمیلی کی طرف دیکھا - اور مسکرا کر بولیں -

،،تو بڑی ہوشیار ہے چمیلی ۔۔،،

پھر آگے چلی گئیں - اور نظروں سے اوجھل ہو گئیں - مگر جاتے جاتے چمیلی نے ان کا جو چہرہ دیکھا - تو سمجھ گئی - کہ تیر نشانے پر لگا ہے - مالکن مخالفت نہ کریں گی - بلکہ جہیز بھی خود اپنی جیب سے دیں گی -

---

آٹھواں باب

کمرے کی صفائی سے فارغ ہو کر چمیلی نے ایک نظر پربھا کے کمرے میں ڈالی۔ پربھا اس وقت کہیں جانے کے لئے ساڑھی بدل چکی تھی۔ اور اب آئینے میں دیکھ دیکھ کر ساڑھی کی آخری سلوٹیں دور کر رہی تھی اور اپنا سندر مکھڑا دیکھتے میں اس قدر محو تھی کہ چمیلی کو اس وقت اندر جا کے مخل ہونا ٹھیک معلوم نہ ہوا۔ ورنہ وہ اس سے کہنا چاہتی تھی اور اُسے خوشخبری دینا چاہتی تھی کہ وہ ہریش کے گھر جا رہی ہے۔ اسے بہاں بلانے کے لئے۔

ایک لمحہ کے لیے اس نے سوچا۔ وہ پربھا کو بتائے بغیر ہی چلی جائے یوں اچانک ہریش کو اپنے گھر میں پا کر پربھا کتنی خوش ہو گی۔ چمیلی اپنی چھوٹی مالکن کو یہ اچانک خبر دینا چاہتی تھی۔

پھر اس نے سوچا پریکھا کا یہ بناؤ سنگار کس لیئے۔؟ کہیں چھوٹی مالکن باہر تو نہیں جا رہی ہیں۔کسی سہیلی سے ملنے کے لیئے۔اس صورت میں اگر وہ پریکھا کو بتائے بغیر ہرلیش کو بلانے چلی گئی۔اور ہرلیش پریکھا کی غیر حاضری میں یہاں آ گیا۔تو پریکھا کو کتنا صدمہ ہوگا۔یہی سوچ کر چمیلی پریکھا کے کمرے کا پٹ کھول کر دبے پاؤں اندر چلی گئی۔اور پریکھا کے پیچھے غالیچے پر گھٹنے ٹیک کر اس کی ساڑھی کی سلوٹیں ٹھیک کرنے لگی۔پریکھا کی دبی سی چیخ نکل گئی۔پھر اس نے مڑ کر جو دیکھا۔تو چمیلی کو ساڑھی ٹھیک کرتے پایا۔منہ پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"ہائے تو نے تو مجھے ڈرا دیا۔چمیلی۔؟"

"چھوٹی مالکن کہاں جا رہی ہیں۔؟"

"پھول کئیں آج صبح نتانیہ سے واپس آتے ہوئے موسی سمنتی دیوی گئی تھیں۔انہوں نے آج گھر پر بلایا ہے۔"

"وہاں جانا گول کر دو۔" چمیلی نے صلاح دی۔

"کیوں۔؟" پریکھا نے چونک کر پوچھا۔

"ہرلیش بابو یہاں آ رہے ہیں۔" چمیلی نے بے حد کھولے پن سے کہا۔

"یہاں آ رہے ہیں۔؟" پریکھا کی آواز میں حیرت انتہا کو پہنچ گئی تھی۔

"ہاں۔" چمیلی غالیچے سے اٹھ کر بولی۔

پھر چمیلی نے پریکھا کی ساڑھی کی آخری غلط سلوٹ کو کمر کے خم کے قریب سے ٹھیک کیا۔اور گوری کی گولائی کے ابھار کو ساڑھی سے جھلکتے دیکھ کر بولی۔

"میں واری جاؤں — ہرلش کے تو ہوش اڑ جائیں گے تمہیں اس ساڑھی میں دیکھ کر۔ کیسے بدن سے چپک گئی ہے . . . "

"مگر یہاں کیسے آسکتے ہیں وہ — ؟"

پربھا مضطرب ہو کر بولی "اس گھر میں تو وہ آ ہی نہیں سکتے . . . "

پربھا دیو کمار سے اس کی ہونے والی منگنی کا سوچ کے مضطرب ہو گئی۔

چمیلی نے چہک کر کہا۔ کیوں نہیں آسکتے۔ بڑی مالکن نے خود انہیں بلایا ہے . . . میں ابھی انہیں لینے جا رہی ہوں —"

اتنا کہہ کر چمیلی پربھا کو حیران اور متعجب چھوڑ کر باہر چلی گئی۔

چمیلی سیڑھیاں اتر کے ابھی گھر سے باہر نکلی نہ تھی۔ کہ اُسے سامنے سے بالو اور ہرلش بابو آتے دکھائی دیئے۔ حیرت سے گال پر انگلی رکھ کر بولی۔

"لو میں ابھی آپ ہی کو بلانے جا رہی تھی۔ کہ آپ خود یہاں آگئے۔"

ہرلش ایکدم جھنجلا کر بولا "پرے ہٹ دغا باز — اب تیری جھوٹی میں ہم آنے والے نہیں ہیں"

ہرلش کی ڈانٹ پر چمیلی ایکدم سناٹے میں آگئی۔ حیرت زدہ ہو کر بولی۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں تو آپ کو ایسی عمدہ خبر سنانے۔ ۔ ۔ ؟"

"بس بس ۔۔۔" ہریش اس کی بات کاٹ کر بولا۔

"اب تم اپنی چھوٹی مالکن پربھا دیوی سے کہہ دینا کہ اس نے مکر و فریب سے بھولے بھالے ہریش کا دل ہمیشہ کے لئے توڑ دیا ہے۔"

چمیلی حیران ہو کر ہریش بالو کی طرف مڑ مڑ دیکھنے لگی۔ جب اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ تو بالو سے مخاطب ہو کر بولی۔

"بالو ۔۔ یہ ہریش کیا کہہ رہے ہیں۔ تم ہی کچھ بتاؤ ۔۔ ؟"

"میں تمہیں بتاؤں ۔۔ ؟" بالو بے حد تلخ لہجہ میں بولا۔

"کمینی۔ چھوٹی۔ جعلساز۔ مکار ۔۔"

"ارے تم دونوں کو آج ہوا کیا ہے۔ ؟ کیسی باتیں کر رہے ہو ۔۔ ؟"

چمیلی بالکل بھونچکی ہو کر کہنے لگی۔ ۔ ۔ ۔ "کل کیسی میٹھی میٹھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

"بس۔ بس ۔۔" بالو چلایا۔

"بات مت کرو مجھ سے۔ میں تیری صورت دیکھنا نہیں چاہتا۔ ۔ ۔ ۔"

"اور نہ میں پربھا کی صورت دیکھنا چاہتا ہوں ۔۔"

چمیلی نے سوچا۔ صورت دیکھنا نہیں چاہتے تھے تو اس گھر میں آنے کی ضرورت کیا تھی۔ مگر وہ چپ رہی۔ جانے کیا بات ہے۔ یہ دونوں کس بات پر خفا ہیں۔ کہیں چھوٹی مالکن سے تو نہیں لڑ لئے۔ مگر نہیں۔ ایسا تو ہوا۔ کل تک دونوں بالکل ٹھیک تھے۔

خیر اب مجھے سب سے پہلے پربھا کو خبر کرنا چاہیئے۔ اس موڈ میں اگر ہریش بابو

بڑی مالکن سے ملے تو جانے کیا کہہ بیٹھیں۔ بہتر یہی رہے گا۔ کہ پہلے پربھا سے بات جیت ہو کے من مناؤ ہو جائے۔ پھر بڑی مالکن سے ملاؤ نگی۔ اس نے بالو کی طرف رس بھری نگاہوں سے دیکھ کر بڑے ملائم لہجہ میں کہا۔

"بالو۔ ذرا ادھر تو آؤ۔"

بالو ہرلیش سے لگا لگا وہیں سے کڑک کر بولا۔

"خبردار جو مجھ سے بات کی۔"

چمیلی ہونٹ چبا کر اپنے آپ سے بولی۔ معلوم ہوتا ہے۔ آج دونوں نے ساہی کا کانٹا نگل لیا ہے۔ کیا منحوس صورت بنا رکھی ہے۔"

چمیلی نے خاموشی سے ان دونوں کے بیزار چہروں کی نقل کی۔ پھر بڑبڑاتی ہوئی یہ کہہ کر چلی گئی۔

"جاتی ہوں۔ چھوٹی مالکن کو خبر کرتی ہوں۔ پر تم دونوں اوپر تو آؤ۔"

وہ سیڑھیوں کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

ہرلیش انکار میں سر ہلا کے بولا۔ "نہیں ہم یہیں اچھے ہیں۔ تم اسے بلا کے لاؤ۔"

"ہم ہرگز اوپر نہیں آئیں گے۔" بالو ہاتھ ہلاتے ہوئے بولا۔

چمیلی کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ وہ انہیں ہال میں کھڑا چھوڑ کر اوپر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد ہرلیش ڈرامائی انداز میں ٹہل ٹہل کر بولنے لگا۔

"واہ رہی عورت۔ جواب نہیں ہے اس تریا چرتر کا۔ اپنے ہی پریمی سے دھوکا۔ اور پریمی بھی کیسا۔؟"

ہریش نے بالو کو مخاطب کیا۔ جو اس پر جان چھڑکتا ہے۔"

بالو نے بے باس و حرکت منہ لٹکا کے کہا۔

"اب کیا بتاؤں ہریش بابو۔ ان دونوں نے جو سلوک ہمارے ساتھ کیا ہے۔ بس دل خون ہوا جاتا ہے۔"

"مگر ذرا غور تو کرو۔ بالو" ہریش نے ہاتھ ہاتھ پھینک کر کہا۔

"پربھا کے لئے میں دیوانہ ہو رہا ہوں۔ دل و جان سے اسے چاہتا ہوں۔ سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے زندگی کے ہر لمحے میں مجھے صرف اس کا خیال رہتا ہے۔ صرف اسی کے بارے میں ہر دم سوچتا ہوں۔ میرا دل صرف اسی کے لئے دھڑکتا ہے۔ وہی میری حیات کا مرکز ہے۔ صرف اس کو دیکھنے کے لئے میرا دل ہر دم تڑپتا رہتا ہے۔ اور دیکھو ہوتا کیا ہے۔ دو دن سے میں نے اسے دیکھا نہیں۔ میری پریشانی کا اندازہ تم لگا سکتے ہو۔ اور ہوتا کیا ہے۔ دو دن کے بعد جب مجھے وہ ایک گلی کی نکڑ پر چیتر دیدی پان والے کی دکان کے قریب دکھائی دیتی ہے۔ اپنی اسی نوکرانی چمیلی حرامزادی کے ساتھ چلتے ہوئے تو اسے یوں اچانک دیکھتے ہی میری حسرت بھری آنکھوں میں فوراً۔ اور جھلستے ہوئے دل میں سرور کی کیفیت چھا جاتی ہے۔

ہریش کا لب و لہجہ تیز تر ہوتا گیا۔ اسے خود ایسا معلوم ہوا جیسے وہ کسی عالی شان سٹیج پر کھڑا اپنے کردار کا پارٹ ادا کر رہا ہے۔ وہ ایک ہاتھ اونچا کر کے کہنے لگا۔

"میں بعد اضطراب و اشتیاق اپنے دل و جاں نذر کرنے کے لئے اس

کی طرف بڑھتا ہوں۔ اور وہ مجھے دیکھ کر اچانک منہ پھیر لیتی ہے۔ اور جلدی سے دوسری طرف نکل جاتی ہے — ؟ ایں — ؟"

"بالکل یہی میرے ساتھ ہوا" بالو بولا۔

"پربھا دیوی کے جاتے ہی اس کے پیچھے پیچھے آنے والی چمیلی نے اپنی نگاہیں مجھے دیکھ کر پھیر لیں۔ اور پربھا کے پیچھے پیچھے خاموشی سے چلی گئی۔ جیسے اس نے مجھے دیکھا تک نہ ہو۔ بالکل جو سلوک پربھا نے آپ کے ساتھ کیا۔ اس چمیلی نے میرے ساتھ کیا۔ ڈٹو وہی —"

ہریش نے پلٹ کر بالو سے پوچھا۔

"کیا تم نے پربھا ایسی مکار اور دھوکے باز چھوکری کہیں دیکھی ہے۔ ؟"

"کیا آپ کو چمیلی ایسی بے وفا سنگدل کہیں نظر آئی ہے —؟"

بالو نے جوابی حملہ کیا۔

ہریش:۔ "ہائے وہ میرے نالے شیون: آہ و بکا — قربان گاہ محبت پر ضائع" بالو "۔ بالکل ضائع —"

ہریش:۔ "وہ میرے آنسو جو بیکار گئے"

بالو:۔ "وہ پانی کی بالٹیاں جو چمیلی کی خاطر بھرتا رہا۔"

ہریش:۔ "ہائے وہ میرے احساس و جذبات کا دفور —"

بالو:۔ "وہ میرا جھلستی لو میں چمیلی کے لیئے پانی بھرنا —"

ہریش:۔ "اور آخر میں یوں آنکھیں پھیر لینا"

بالو:۔ "ایسی بے وفائی جس کی سزا کے لیئے اس ملک کا کوئی قانون کافی نہیں ہے"

ہریش ۔" ایسی بے عزتی جسے ہم زندگی بھر بھلا نہیں سکتے ۔"

تھوڑی دیر تک دونوں خشمگیں نگاہوں سے ایک دوسرے کو خاموشی سے گھورتے کھڑے رہے ۔ پھر ہریش نے تہدیدی انداز میں ایک انگلی اٹھائی اور اپنے نوکر کو دھمکاتے ہوئے بولا ۔

"خبردار ۔ جو آئندہ تم نے کبھی میرے سامنے پریھا کا نام لیا ۔"

" کون میں ۔ ؟ بالو ۔ ؟ ایک طنزیہ تبسم اپنے ہونٹوں پر لاتے ہوئے بولا ۔

" یہ کبھی نہیں ہو گا سرکار ۔ میری زبان جل جائے گی ۔ پر اس کا نام نہ لے گی نہ پریھا کا نہ چمیلی کا ۔"

" اور میرے سامنے پریھا کی کسی بات کی طرفداری بھی نہ کرنا ۔" ہریش نے مزید ہدایت کی ۔

" میں ۔ ؟ اور اس کی طرفداری کروں گا ۔"

" ہاں میں تم سے کہتا ہوں ۔ آج کے بعد اس کے حق میں ایک بات بھی میرے سامنے نہیں کی جائے گی ۔"

بالو نے اس بات میں سر ہلایا ۔" بے شک نہیں کی جائے گی ۔" ہریش کچھ دیر خاموش ٹہلتا رہا ۔ پھر سوچ سوچ خود ہی اپنے آپ سے کہنے لگا ۔

" میرے خیال میں آجکل اس گھر میں دیوان جی کا بہت آنا جانا ہے اور یہ دیوان جی اس قسم کی لڑکیوں کو خاص طور پر پسند آ جاتے ہیں ۔ میرا مطلب ہے ۔ کچھ لڑکیاں ایسی بے وقوف ہوتی ہیں ۔ جو انہیں دیکھتے ہی ریجھ جاتی ہیں ۔

مگر میں پربھا کو جتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ یہ انکار صرف اس کی طرف سے نہیں ہوگا۔ اگر وہ میری محبت کی پرواہ نہیں کرتی ہے تو میں بھی نہیں کرتا۔۔۔۔"

بالو بولا" جو آپ پربھا کے لئے سوچتے ہیں۔ وہی میں بھی چمیلی کے لئے سوچتا ہوں۔ ڈٹ کر وہی۔۔۔"

" تو آؤ اس پختہ فیصلے پر ہاتھ ملاؤ۔۔۔"

بالو نے فوراً اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔ بالو اور ہریش دونوں نے زور زور سے ہاتھ ملا کر جھلائے۔ ہریش نے کہا۔

" اب پربھا کبھی نہیں۔۔"

" بالو بولا" اور چمیلی ختم۔۔۔"

دونوں چپ ہو گئے۔ ہریش پھر بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ ٹہلتے ٹہلتے بولا۔

" ایسا کرو۔ بالو۔ ذرا میرے دل کو مضبوط کرنے کے لئے میرے سامنے پربھا کی برائی تو کرو۔۔"

بالو نے چند لمحوں کے لئے توقف کیا۔ پھر بولا۔۔

" اب صاحب کیا بتاؤں۔ یوں تو آپ کا داس ہوں۔ جو چاہو کہلوا لو۔ پر سچ بات یہ ہے کہ آج تک میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔ کہ آخر آپ نے اس لڑکی میں کون سی بات دیکھی۔ جس پر آپ اس قدر ریجھ گئے اوّل تو اس کی آنکھیں چھوٹی ہیں۔۔"

" چھوٹی۔" ہریش نے سوال کیا۔ پھر خود ہی غور کرتے ہوئے بولا۔۔

" ہاں ذرا چھوٹی تو ہیں۔ مگر ایسی چھوٹی بھی نہیں۔ بلکہ کبھی کبھی تو کافی بڑی معلوم

ہوتی ہیں۔ بڑی اور روشن جیسے چراغ جلتے ہوں۔ ان کے اندر۔۔۔۔۔"

"اور ہونٹ بھی" بالو ہونٹ پکڑ کر بولا۔

"کچھ۔ میرا مطلب ہے۔ دہانہ کچھ بڑا معلوم ہوتا ہے"

"بڑا" ہریش نے پوچھا۔ پھر سوچ کر بولا۔

"بڑا تو ہے کسی قدر۔ مگر اس کے ہونٹوں میں جو بات پائی جاتی ہے وہ دوسرے ہونٹوں میں۔ میرا مطلب ہے۔ اس کے ہونٹ ایسے رسیلے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر۔"

"اور جناب اس کا قد بھی خاص اونچا نہیں ہے۔؟"

"ہاں اونچی تو وہ نہیں ہے" ہریش نے خیال کیا۔ مگر گٹھی بھی نہیں ہے عام لڑکیوں کی طرح۔ بوٹا سا قد ہے۔ اس پر جب چلتی ہے تو نسیم بادِ بہاری کا گمان ہوتا ہے۔"

"اور عقل بھی۔۔۔؟"

"نہیں بالو۔ عقل کی کمی کی تم شکایت نہیں کر سکتے۔ کیسے عمدہ طنزیہ جملے کہتی ہے میں تو لاجواب ہو کے رہ جاتا ہوں۔

"مگر اس کی گفتگو۔۔۔؟"

"بے حد کیسپ ہوتی ہے۔"

"پھر آؤٹ ڈور لائف کا اسے کوئی شوق نہیں۔"

"یہی تو سب سے اچھی بات ہے۔ اس میں گھوڑا مار کہ عورتیں مجھے کبھی پسند نہیں آتیں۔ شکار پر جانے والیاں۔ ہر وقت اچھلتی کودتی بات بات پر

مردوں کی طرح قہقہے لگانے والیاں۔۔۔۔ ہشت ۔۔!

"کبھی کبھی ایسے ناک بھوں چڑھاتی ہے۔ کہ سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا قصور ہوا آپ سے جس پر ۔۔؟"

"یہی تو ناز و ادا ہے۔ انداز دلربائی۔۔۔۔ اور کیوں نہ ہو صاحب جو لڑکی خوب صورت ہو گی۔ وہ اگر ناز و ادا نہ رکھے گی۔ تو کیا بھینس رکھے گی۔"

بالو نے ہتھیار ڈال دیئے۔ مسکرا کر بولا۔

"تو اس سے تو صاحب یہی لگتا ہے کہ آپ ابھی تک پربھا کی محبت میں گرفتار ہیں ۔"

"کون میں ۔۔" ہرش نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔

"ہرگز نہیں۔ اس بے وفا سے محبت کرنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ میں جیتے جی مر جاؤں۔ اب تو بالو میں اس سے ایسی نفرت کروں گا جیسی میں نے اس سے ڈوٹ محبت کی تھی ۔"

"مگر یہ ہوگا کیسے ۔" بالو نے ہنس کر کہا ۔

مگر ہرش بے حد سنجیدہ نظر آرہا تھا۔ اس نے بالو کے تبسّم آمیز لہجہ کو نظر انداز کر دیا۔ بے حد غصے سے بولا۔

"تم دیکھتے جاؤ۔ میں کیسے اس سے انتقام لیتا ہوں۔ میں اسے بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ اس کی تمام حسین اداؤں کے باوجود میں اس سے کتنی نفرت کرتا ہوں ۔۔۔"

یکایک ہرش چپ ہو گیا۔ کیونکہ پربھا دھانی ساڑھی پہنے بناؤ سنگار

کئے سیڑھیوں سے نیچے اترتی اسے دکھائی دی - اس کے ساتھ چمیلی بھی تھی - جو ہاتھ نچا نچا کر اس سے کچھ کہہ رہی تھی - پربھا نے اس سے کہا۔

"ضرور تمہارے سمجھنے میں کوئی غلطی ہوئی ہے۔" اتنا کہنے کے بعد اس نے ہریش کو دیکھا -

اور سیڑھیاں اترنے میں اور بھی اٹھلانے لگی - یوں لگتا تھا جیسے کوئی چنچل ندی سیڑھیوں سے نیچے اترتی ہوئی ہریش کے قریب آ رہی تھی -

ہریش نے پربھا کو مسکراتے دیکھ کر بالو سے کہا -

"شش - وہ آ رہی ہے - مگر میں اس سے ایک بات تک نہیں کرونگا"

"میں بھی" بالو چمیلی کی طرف دیکھ کر آہستہ سے بولا -

"ایک لفظ زبان سے نہیں نکالوں گا -"

"بالکل چپ رہو -"

"بالو نے کہا" شش" اور فوراً اپنے منہ پر انگلی رکھ دی -

دونوں عاشق کمر پہ ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے - خاموش خفگی کے انداز میں تیوریوں چڑھی ہوئیں -

پربھا کے آگے بڑھ کر ہریش سے پوچھا - ہریش یہ میں چمیلی سے کیا سن رہی ہوں - آخر بات کیا ہے - ؟"

ہریش نے منہ پھیر لیا -

چمیلی نے بالو سے پوچھا" تم ہی کچھ بتا دو" بالو نے بھی منہ پھیر لیا -

پربھا ہریش کے قریب جا کر بڑے میٹھے لہجہ میں پوچھنے لگی۔
"کیوں خفا ہو گئے ہریش — ؟"
"بالو کچھ تو بولو" چمیلی نے بالو کا دامن پکڑا۔
اس نے دامن جھٹک دیا۔
اس پر پربھا زور سے بولی "ہریش جواب دو میں کیا پوچھ رہی ہوں"
چمیلی ادا دکھا کر کہنے لگی۔
"کیا تمہاری زبان پر تالا پڑ گیا ہے بالو — ؟"
ہریش نے طنزیہ نگاہوں سے پربھا کی طرف دیکھ کر بالو کو مخاطب کیا
"اس بے وفا کو دیکھو"
بالو نے چمیلی کی طرف اشارہ کر کے اپنے مالک سے کہا۔
"اور اس دھوکے باز کو" پھر دونوں نے منہ پھیر لیا۔
پربھا نے فوراً کہا "ارے میں سمجھ گئی۔ بات کیا ہے۔ آج صبح تیرتھ دیدی پان والے کی دکان سے گزرتے ہوئے میں نے تم سے بات نہیں کی تھی نا"
اسی بات کا غصہ دل میں لیے بیٹھے ہو نا — ؟"
ہریش فوراً اس کی طرف مڑا۔ بولا "دیکھا سچی بات زبان پر آ گئی نا۔ اس سے یہ تو معلوم ہو گیا۔ کہ تم نے یہ حرکت جان بوجھ کر کی تھی۔"
"ہاں اور اسی لئے تم مجھ سے خفا ہو گیا — ؟"
"ہاں۔ ہاں۔ مکار۔ بے وفا۔ دھوکے باز لڑکی۔ اب ہریش کا معصوم بھولا دل تیری حسین چال میں کبھی نہیں آئے گا۔ اب سب ختم ہے اور پتھیرا اس

کے کہ تم ہی بات ۔ "

پربھا نے اسے روک کر پوچھا "یہ کس ڈرامے کے ڈائیلاگ تم دہرا رہے ہو۔ ڈرامیٹک کلب کے سیکرٹری ہونا ۔ اس لیے پوچھ رہی ہوں "

"یہ میری زندگی کے آخری ڈرامے کے ڈائیلاگ ہیں پربھا دی" ہرلیش اس کی بات سے چڑھ کر اور بھی ڈرامائی انداز میں بولا۔

"اب میں تمہیں اس بات کا موقع نہیں دوں گا۔ کہ دنیا سے کہہ سکو کہ ہرلیش کی محبت کو ٹھکرانے میں تم نے پہل کی۔ میں یہ موقع تمہیں نہیں دونگا میں خود ہی تمہاری محبت کو دل اپنے دل سے نکال پھینکوں گا۔ چاہے اس کے لئے مجھے اپنی جان کی بازی کیوں نہ لگانی پڑے۔ میں اس سے بھی دریغ نہیں کروں گا ۔

بالو نے آگے بڑھ کر چمیلی سے کہا " اور یہی بات میں تم سے کہہ رہا ہوں ڈلو یہی ۔۔ "

بالو کی اس حرکت پہ پربھا بے اختیار ہنس پڑی ۔ اسے ہرلیش کی خفگی بے حد مجیبوں گو سچی معلوم ہوئی ۔ اس لیئے اس نے اپنی صفائی کی خاطر آگے بڑھ کر ہرلیش کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینا چاہا ۔ اور بولی ۔

" ارے کیا اس ذرا سی بات کا بتنگڑ بنا دوگے تم ۔ ؟ میں تم سے اس سمے اس بات کی صفائی کرنا چاہتی ہوں کہ کیوں میں نے صبح تمہیں دیکھ کر منہ پھیر لیا تھا ۔ وہ بات ہوئی ۔ کہ ۔۔ "

ہرلیش نے فوراً منہ پھیر کر کہا ۔

"میں کچھ سننا نہیں چاہتا ــــ"

چمیلی بالو سے لپٹ کر بولی "میں تم کو بتاتی ہوں۔ کیوں ہم اس وقت تمہارے سامنے سے چپ چاپ گزر گئے۔ اور بات تک نہ کر سکے۔"

بالو نے اسے ڈانٹ دیا۔ "چپ رہو جی۔ مجھ سے بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ــ"

پربھا نے ہریش کا بازو پکڑ لیا۔ بولی۔

"سنو تو ــ؟"

ہریش اپنا بازو جھٹک کر بولا "مجھ سے کچھ مت کہو۔"

چمیلی نے بالو سے اپنا آپ چھڑا لیا۔ ہاتھ کے اشارے سے دھتکارتے ہوئے بولا ــ

"اوں ہوں ــ"

پربھا زور سے بولی "ہریش"

"چمیلی بھی زور سے کہنے لگی "بالو"

ہریش اور بانو دونوں ایک ساتھ بول پڑے "نہیں"

"ذرا سنو تو" پربھا اپنے عاشق کی خوشامد کرنے لگی ــ

"ہشت" ہریش نے اسے ڈانٹ دیا۔

"ذرا ٹھہرو تو" چمیلی پھر بالو کے قریب جانے لگی ــ

"دھت ــ" بالو خفا ہو کر بولا ــ

"بس ایک بات" پربھا نے بے حد نرم لہجہ میں کہا۔

"پل کے پل میری بات سن لو —"

ہریش نے سر ہلا کر تین بار کہا "نہیں۔ نہیں۔ نہیں —"

جمیلی بولی "بالو ذرا دھیرج دھر کے میری بات ......"

بالو نے غرا کر کہا "چھی —"

اتنی منت سماجت کے بعد بھی جب پربھا نے دیکھا کہ ہریش بالو بدستور ماش کے آٹے کی طرح اینٹھے جا رہے ہیں۔ تو اسے بھی غصہ آ گیا۔ چمک کر بولی۔

"تو ٹھیک ہے۔ جتنا میں تمہیں منانے کی کوشش کرتی ہوں۔ اتنا ہی تم اکڑتے جاتے ہو۔ تو ٹھیک ہے جاؤ۔ جو جی میں آئے کرو۔ میں بھی تم سے نہیں بولوں گی —"

یہ کہہ کر پربھا نے ہریش سے منہ پھیر لیا۔ اور خفا ہو کر بڑی ادا سے کھڑی ہو گئی۔ ہریش نے کنکھیوں سے اسے خفا ہوتے دیکھا۔ تو اس کا دل پسیج گیا۔ نرم پڑتے ہوئے بولا۔

"خیر۔ اگر تم بتانا ہی چاہتی ہو۔ تو اب تو بتا سکتی ہو —"

پربھا نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔

"نہیں۔ اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔" اتنا کہہ کر ہریش سے ادھر دو قدم دور چلی گئی۔ ہریش دل میں ڈرا۔ کہیں پربھا بالکل ہی ناراض نہ ہو جائے۔ اس لیے جھجکتے ہوئے پربھا کی طرف بڑھا اور کہنے لگا۔

"مگر میں اب سننے کے لیے تیار ہوں —"

پربھا گردن ہلا کر بولی "تم سننے کے لیے تیار ہو مگر میں اب سنانے کے لیے تیار نہیں ہوں"

مارے خفگی کے پربھا کے کانوں سے آویزے ہل رہے تھے۔ ہریش کو ایسا لگا۔ کہ اس نے زیادہ ہی غصہ دکھایا ہے۔ اس لئے اب اس کے احساس سے نادم ہو کے بولا۔

"آخر بتا دینے میں ہرج ہی کیا ہے۔"

"اب فائدہ بھی کیا ہے۔؟"

"بتا دو نا۔" ہریش اس کے قریب سرکنے لگا۔ پربھا دور ہوتی گئی۔ گردن زور سے ہلاتے ہوئے انکار میں بولی۔

"ناں۔"

"پلیز۔"

"نو سر۔"

"چمیلی۔" بابو چمیلی کی طرف متوجہ ہوا۔

"دھت۔" چمیلی نے پھٹکار سنائی۔

ہریش نے پربھا سے کہا۔ "اچھا وہ بات مت بتاؤ۔ مگر میری طرف دیکھ تو لو۔"

"چھی۔"

"میرے دل کا شک تو مٹا دو۔"

"بھاڑ میں جائے تمہارا شک۔"

"میں جھلس رہا ہوں —"

"اور جھلسو" پربھا نے ہریش سے کہا۔

"جل کے خاک ہو جاؤ" چمیلی انگلیاں نچاتے ہوئے بالو سے کہنے لگی۔

ہریش نے آہ بھر کے کہا۔

"ٹھیک ہے پربھا یونہی سہی۔ اگر یہی تیرے دل میں ہے تو یہی ہوگا۔ آج کے بعد تم میری صورت بھی نہ دیکھوگی۔ میں۔ میں یہ شہر ہی چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ میں یہ ملک ہی چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ دور کہیں بہت دور۔ کسی گوشہ تنہائی میں۔ اکیلا روتے روتے مر جاؤں گا —"

تو بالو بولا "جدھر میرا مالک جائے گا۔ ادھر ہی میں بھی چلا جاؤں گا"

بالو بھی ہریش کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ بالو اور ہریش دونوں کو گھر سے جاتے دیکھ کر ایک ساتھ پربھا اور چمیلی چلائیں۔

"ہریش۔ .."

"بالو —"

ہریش نے رک کر پوچھا "ایں —؟"

بالو پلٹ کر بولا "ہمیں کس نے پکارا —"

پربھا بھاگی بھاگی ہریش کے پاس گئی۔ سہم کر بولی۔

"ہریش تم کہاں جا رہے ہو —؟"

چمیلی نے کہا "بالو تم کہاں —؟"

بالو بولا — "ہم جنگل میں جا رہے ہیں — شہر سے باہر — اکیلے مرنے کے لئے"

پربھا گھبرا کر بولی "ہریش کیا تم سچ مچ مرنے کے لیے جا رہے ہو۔؟"
ہریش نے آہ بھر کے کہا "ہاں میں مر جاؤں گا۔ اور تمہارے دل کی آرزو پوری ہو جائے گی۔
پربھا بولی۔ کون کہتا ہے۔ تمہارے مرنے سے میرے دل کی آرزو پوری ہو گی۔"
ہریش نے پلٹ کر پوچھا "تو صبح کے وقت مجھے دیکھ کر جس طرح تم نے منہ پھیر لیا تھا۔ کیا اس کا کوئی اور مطلب بھی نکل سکتا ہے۔؟"
پربھا نے جلدی جلدی کہنا شروع کیا۔
"مگر میری اس میں کیا خطا تھی۔ تم سنتے تو ہو نہیں۔ وہ بات یہ ہوئی"
پربھا ذرا رک کر بولی "کہ جس وقت چترویدی پان والے کی دکان کے سامنے سے تم میرے قریب سے گزرنے لگے۔ اس وقت بغل والی گلی میں سے موسی سمتی مجھے آتی دکھائی دی۔ اور موسی سمتی کو تم نہیں جانتے ہو۔ کتنی لگائی بجھائی کی عادت ہے۔ میں نے تمہیں اسی لیے دیکھتے ہی منہ پھیر لیا۔ ورنہ جانے گھر جا کر موسی سمتی پتا جی سے کیا کیا نمک مرچ لگا کے کہتیں۔؟"
"بس اتنی سی بات تھی۔؟" ہریش کے دل کو اطمینان سا آنے لگا۔
"اور کیا۔؟"
"سچ۔؟" بالو نے پوچھا۔
"تو کیا جھوٹ بولتی ہوں۔" چمیلی نے جواب دیا۔
ہریش نے خوش ہو کر ایکدم پربھا کو لپٹا لیا۔ پیار سے بولا۔

"میری پربھا"
اور بالو نے چمیلی کو گلے لگا کر کہا۔
"میری چمیلی ——"

دونوں جوڑے ایک دوسرے سے لپٹے محبت اور مسرت کے عالم میں خاموش کھڑے تھے۔ کہ اتنے میں اوپر سے کسی کے کھانسنے اور پھر سیڑھیاں اترنے کی آواز آئی - گھبرا کر دونوں جوڑے جلدی سے الگ ہو گئے۔ اور ان چاروں نے دیکھا کہ بڑی سیٹھانی سر جھکائے کسی سے نظریں نہ ملائے بڑی تمکنت سے دھیرے دھیرے سیڑھیاں اتر رہی ہیں - انہیں دیکھتے ہی دونوں جوڑے قاعدے اور قرینے سے الگ کھڑے ہو گئے - پربھا نے اپنی ساڑھی کا پلّو سر پر رکھ لیا - اور چمیلی نے بھی اپنا آنچل ٹھیک کر لیا - رکمنی کو سیڑھیاں اترتے دیکھ کر ہریش نے آگے بڑھ کر ہاتھ جوڑے اور جھک کر پاؤں چھوئے۔ سیٹھانی نے بڑے پیار سے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا۔

"اچھا ہوا بیٹا تم آ گئے۔" پھر پربھا کی طرف دیکھ کر بولیں۔
"تو یہاں کیا کر رہی ہے چل اوپر جا اپنے کمرے میں ۔"
اور پھر چمیلی کو ڈانٹ کر بولیں۔
"اور تم بھی چمیلی - چلو - جاؤ ——"

پربھا اور چمیلی دونوں سیٹھانی کا اشارہ پاتے ہی سہم کر سکڑ گئیں۔ پھر اپنے عاشقوں کو کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے رکتی رکتی اوپر جانے لگیں۔ سیڑھیوں پر سے سیٹھانی نے کہنا شروع کیا" دیکھو بیٹا ہریش۔ سچی بات تو یہ

ہے کہ میں تمہیں جانتی ہوں۔ تمہارے گھر کے لوگوں کو جانتی ہوں۔ مجھے یہ رشتہ پسند ہے۔ مگر ان کا کیا کروں۔ آجکل انہیں جنٹلمین بننے کا شوق چرایا ہے۔ خاندانی ہونے کا۔ کہتے ہیں میں اپنی لڑکی کسی دکاندار کے بیٹے کو نہیں دونگا۔ اب کون ان سے یہ کہے۔ کہ آخر ہم لوگ کس راجہ مہاراجہ کی اولا دہیں۔ کون سے بڑے خاندان سے آئے ہیں۔ میرے ماں باپ بھی ایسے ہی معمولی دکاندار تھے۔ تمہارے ماں باپ کو بھی میں جانتی ہوں۔ اچھے کھاتے پیتے لوگ ہیں۔ پر ہو تو تم بھی دکاندار کے بیٹے ــ ،،

"اس میں کیا بات یہ ہے "؟ ہرکشن بولا

ہم سبھی لوگ معمولی مڈل کلاس گھروں سے آئی ہیں۔ آج کل لوگ لڑکا لڑکی دیکھتے ہیں۔ سمے اور شرافت دیکھتے ہیں۔ کام کاج دھن دولت دیکھتے ہیں۔ سو ان سب باتوں کے متعلق میری ماتاجی آپ کی تسلی کرا چکی ہیں۔ رہا اونچا خاندان۔ سو جو چیز اپنے پاس ہے نہیں وہ کہاں سے لائیں"؟

بالو یہ سُن کر دھیرے دھیرے ہنسنے لگا۔ ہرکشن نے پلٹ کر ذرا غصّہ سے اس کی طرف دیکھا۔ اور کڑے لہجہ میں بولا ــ

"کیا بات ہے رے ــ ،،

بالو نے مسکرا کر کہا "ایک بات سمجھ میں آئی ہے جس سے سیٹھ کا بھی اعتراض نکل جاتا ہے۔ اور اپنا مطلب بھی پورا ہو جاتا ہے ــ ،،

یہ کہہ کر وہ پھر ہنستے لگا۔ جانے کس بات پر اس کے دل میں گدگدی ہونے لگی تھی۔

رکمنی بولی: "مؤا منہ سے جائے گا۔ بات نہیں بتائے گا۔"
بالو نے ہاتھ جوڑ کر کہا: "بات ابھی بتانے کی نہیں ہے بڑی سیٹھانی۔ دو چار روز میں ہم پھر حاضر ہوتے ہیں۔ مگر — ؟"
بالو رک گیا۔ ہریش نے تنک کر کہا: "مگر کیا — ؟"
بالو پھر ہنسنے لگا۔ "ابھی تو آپ میرے ساتھ چلئے، بعد میں بتاؤں گا۔" یعنی ایسی ہی کوئی بات ہوگی مالکن۔ کہ جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ مگر تھوڑا سا سمے دیجئے — "
بالو ہریش کو پکڑ کر گھر سے باہر لے گیا۔ رکمنی حیرت سے دونوں کو دیکھتی رہی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ کہ بالو کے کہنے کا کیا مطلب تھا۔

نواں باب

دکانوں کو گروی رکھ کے دیوان جی جو روپیہ لیا تھا۔ وہ توکب کا ختم ہو گیا۔ اب تو گروی کی میعاد بھی ختم ہونے والی ہے۔ وکیل کا نوٹس بھی آچکا تھا۔ ایک ماہ کے اندر اندر اگر روپیہ ادا نہ کیا تو دکانیں ضبط کر لی جائیں گی۔ حقِ ملکیت ہمیشہ کے لیے ختم۔ بازار کی دکانیں گئیں تو دیوان جی کی رہی سہی ساکھ بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔ مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ اب تو وہ مہینہ بھی ختم ہونے کو ہے۔ صرف دس دن باقی رہ گئے ہیں۔

ہو تو سکتا ہے۔ بستر پر پڑے پڑے رات کے سناٹے میں دیوان جی سوچتے ہیں۔ بس اب تو صرف ایک ہی ترکیب رہ گئی ہے۔ اگر کسی طرح سے مہارانی ہوڑا گڑھ سے شادی ہو جائے تو پو بارہ ہیں ورنہ تین کانے۔

گزشتہ چند ماہ سے دیوان جی اس کوشش میں مصروف ہیں۔ مگر افوہ۔ کس قدر آہستہ آہستہ ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑ رہا ہے۔ کہیں رانی جی کو شبہ نہ ہو جائے کہ میں ان سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ یا ان کی دولت کے پیچھے ہوں۔ ایک ذرا سا بھی شبہ آگیا دل میں اور وہ ہاتھ سے اکھڑ گئیں۔ مگر دن بھی تو صرف دس ارہ گئے ہیں۔

کل کی دعوت پر انحصار ہے بہت سی باتوں کا۔ ۔ ۔ ۔ مچھلی نے کہاں تک کانٹا نگلا ہے۔ یوں دیکھنے میں رانی جی کیسی کامنی سی، کیسی بھولی سی، کیسی نادان سی دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن روپیہ پیسے کے معاملے میں بے حد خبیث واقع ہوئی ہیں اور بزنس کی بھی کسی قدر پکی۔ اصل میں رانی جی تو اب تک گھیری جا چکی ہوتیں۔ مگر ان کی والدہ بے حد ہوشیار ہیں۔ دیوان جی نے یوں تو ان کی والدہ کو خوش رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اور ان کی والدہ ان سے بہت خوش بھی نظر آتی ہیں۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ سب کچھ دس دن میں کرنا ہے۔ اس پر اس احمق ڈھیر و مل کا جھنجھٹ ہے جس کے ہاں آج مہارانی صاحبہ کی دعوت ہے اور جنہیں ہر طرح مجھے یقین دلاتے رہنا چاہیئے کہ اصل میں جو کچھ میں کر رہا ہوں اپنے لیے نہیں بلکہ سیٹھ ڈھیر و مل کے لیے کر رہا ہوں۔ اب اس چغد ڈھیر و مل سے کوئی کیا کہے۔ کہاں مہارانی ہوڑا گڑھ۔ کہاں ڈھیر و مل۔ مگر ڈھیر و مل کو اپنی دولت سے زیادہ اپنی جوانی پر ناز ہے۔ اس کا خیال ہے کہ دولت کے آتے ہی جوانی بھی واپس آجاتی ہے۔ چاہے عمر پچاس کے اوپر نکل جائے۔ ۔ ۔

مگر ڈھیرومل کو سمجھانا فضول ہے۔ ایک طرح سے ڈھیرومل کے عشق کی آڑ میں تو دیوان جی کا عشق پروان چڑھ رہا ہے۔ یوں تو دیوان جی کو اپنی زندگی میں آج تک کسی سے عشق نہیں ہوا۔ زندگی بھر صرف عورتوں سے کھیلتے رہے اور اسے عشق کا نام دیتے رہے۔ مگر اب معاملہ دگرگوں ہے۔ اب تو انہیں اپنے خاندانی وقار اور وراثت کو بچانے کے لیے مہارانی ہوڑاگڑھ سے شادی کرنی ہی پڑے گی۔

مہارانی ہوڑاگڑھ کا بیڈروم حالانکہ اپنی والدہ کے بیڈروم سے الگ تھا۔ لیکن ماں بیٹی دونوں ایک ہی کمرے میں سوتی تھیں۔ اس وقت رات کے سناٹے میں بستر پر لیٹے لیٹے مہارانی کی ماں دھیرے دھیرے اپنی بیٹی کو سمجھا رہی تھیں۔

دس ماہ سے تنکلے کا کرایہ نہیں دیا ہے۔

بھگوان کی کرپا ہے کہ شمالی ہند کے اس شہر سے مدھیہ پردیش بہت دور ہے۔ اور سبھی لوگ تمہاری سندرتا۔ تمہاری بات چیت اور ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر تمہیں سچ مچ ہوڑاگڑھ کی مہارانی ہی سمجھ بیٹھے ہیں۔ اور اگر کہیں سچ مچ کی مہارانی یہاں آجائے۔"

"تو کون اسے مہارانی سمجھ لے گا۔" بیٹی ماں سے کہنے لگی۔ "مہارانی تو میں لگتی ہوں۔ اسے دیکھ کر لوگ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ کسی چمڑ ٹولے آئی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔" ماں بولی۔

"مگر مہارانی کا یہ سوانگ کب تک چلے گا۔ دس مہینے سے اس بنگلے کا کرایہ نہیں دیا ہے۔ وہ تو خیریت گزری کہ مالک مکان یورپ گیا ہوا ہے پرسوں آنے والا ہے۔ آتے ہی سر پر سوار ہو جائے گا۔ اور کرایہ آئے گا کہاں سے۔؟"

"دیوان جی کی جیب سے اور کہاں سے۔؟"

بیٹی نے فوراً کہا "تو فکر کیوں کرتی ہے ماں"

"یہی تو مجھے بمبئی میں کہتی تھی۔ جہاں تو فلم ہیروئن بننے گئی تھی۔ تیرے اس فلمی چکر نے میری رہی سہی پونجی بھی ٹھکانے لگا دی۔ اب اگر تو نے دیوان جی جیسے امیر کبیر آدمی کو بھی اپنے ہاتھ سے جانے دیا۔

"اس کی فکر مت کرو ماں۔۔۔ میں مرد کی نگاہ پہچانتی ہوں بمبئی کی فلمی دنیا نے مجھے اتنا ضرور سکھا دیا ہے۔ کہ کون کیا ہے، اور کیا نہیں۔ بس دو چار دن کی دیر ہے۔ دیوان جی خود میرے جال میں پھنس کر مجھ سے شادی کرنے کے لیے اتاولے ہو رہے ہیں۔ لٹکا تو میں رہی ہوں انہیں۔۔۔۔ آخر ہوڑا گڑھ کی مہارانی کچھ تو ادائیں دکھائے گی کہ نہیں۔۔۔۔؟"

"بمبئی میں تو نے اپنے آپ کو سستا کر لیا تھا۔ یہاں آ کر یکایک اس قدر اونچے اڑنے کی قائل ہو چکی ہو۔ بیچ کا راستہ پکڑو۔ بیٹا۔ پیسے ختم ہو رہے ہیں۔

"تو فکر نہ کر ماں۔ بس دو چار دن کی دیر ہے۔ مچھلی خود ہی پنجرے میں آنے والا ہے۔ پھر تیری بیٹی دیوان کی لاکھوں کی جائداد کی مالک بن جائے گی۔۔"

گھوڑی دوڑتی ہے روپیہ سے۔ انگریزی کا مقولہ ہے۔ دیوکمار نے بستر پر پڑے پڑے سوچا۔ اب اگر ہرلیش بھی میری طرح امیر ہوتا۔ تو ڈھیرومل کو اسے اپنا داماد بنا لینے میں کیا اعتراض ہوتا۔ جبکہ ساری دنیا جانتی ہے اور ڈھیرومل خود بھی جانتا ہوگا۔ اس کی بیٹی پربھا دیوی دل ہی دل میں ہرلیش پر جان دیتی ہے۔ مگر اس بات کے باوجود سیٹھ ڈھیرومل نے اپنی بیٹی کی منگنی مجھ سے کر دینے کا وعدہ میرے پتاجی سے کر دیا ہے۔ تو اب بدلہ لینے کا وقت آگیا ہے۔ دیوکمار۔۔۔۔ شادی کے روز وہ ہرلیش کو ضرور بارات میں شامل کرے گا۔ لگن منڈپ پر ہرلیش کی صورت دیکھنے کے لائق ہوگی۔ اور سہاگ کی رات وہ پربھا کی آنکھوں میں دیکھنا چاہے گا۔ بس۔۔

چند دن کی بات ہے پھر اس کے دل کی مراد پوری ہو جائے گی۔ یہ تو نہیں ہے کہ اسے پربھا سے حسین لڑکی نہیں مل سکتی۔ مگر انتقام سے میٹھا نشہ اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔

دیوکمار نے مسکراتے ہوئے کروٹ بدلی۔ اور سو گیا۔

دوسرے دن کھانے کے کمرے میں سیٹھ ڈھیرومل شام سے منڈلانے لگے تھے۔ اور بار بار بد کھلائے ہوئے دعوت کی تیاریوں کو شک و شبہے کی

نگاہوں سے دیکھتے جاتے تھے۔ کہیں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی۔ اس قدر گھبرائے تھے مہارانی ہورا گڑھ کی آمد سے۔ کہ انہیں ہر شے غلط محسوس ہو رہی تھی۔ حالانکہ دیوان جی نے شہر کے بہترین باورچی اس دعوت کے لئے بلائے تھے۔ اور صبح سے وہ خود بھاگ دوڑ میں مصروف تھے۔ اور اس وقت مہارانی ہورا گڑھ کو بہ نفس نفیس لانے کے لیے چلے گئے تھے۔ پھر بھی سیٹھ ڈھیرو مل کی تسلی نہ ہوئی تھی۔ وہ بار بار کھانے کے کمرے میں آکر دعوت کا سامان دیکھ جاتے تھے۔ اور بات بے بات پر ادھو جی مادھو جی پر برس پڑتے تھے۔

اتنے میں ایک نوکر آکر خبر دی "دیوان جی نیچے سے اوپر آرہے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک عورت بھی ہے ——"

یہ سنکر سیٹھ ڈھیرو مل ایکدم گھبرا گئے۔ اور اپنے کپڑوں پر جو نظر ڈالی۔ تو اپنے میلے دھوتی کرتے کو دیکھ کر ایک دم ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ جلدی سے وسیع و عریض ڈرائینگ روم سے نکل کر اپنے بیڈ روم کی طرف بھاگے۔ اور چلتے چلتے پلٹ کر ادھو جی مادھو جی کی طرف دیکھ کر بولے۔

"ارے میں تو بالکل ہی بھول گیا۔ میں نے تو اب تک کپڑے نہیں بدلے۔ خیر۔ . . . . . تم ایسا کرو ادھو جی تم ان دونوں کو ہال میں بھاؤ۔ میں ابھی آتا ہوں"

اتنا کہہ کر وہ اپنی دھوتی سنبھالتے ہوئے پھر بیڈ روم کی طرف بھاگے یکایک رک کر پھر پلٹے۔ مادھو جی کو آواز دے کر بولے۔

"مادھو جی تم کہاں جا رہے ہو۔ میرے ساتھ آؤ۔ میرا ڈریس مجھ کو پہناؤ۔"
مادھو جی لپک کر سیٹھ جی کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔

ادھو جی نے دیوان جی اور مہارانی صاحبہ کو سیڑھیوں کے قریب اوپر آتے دیکھا۔ کورنش بجا کر بولے۔ آیئے۔"

ادھو جی نے مہارانی اور دیوان جی کو بڑے ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا۔ اور خود آداب کر کے باہر چلا گیا۔

"اب تم واقعی مذاق کر رہی ہو" دیوان جی مسکرا کر بولے۔

"چونکہ تمہاری پہلی شادی کامیاب نہیں تھی۔ اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ دوسری بھی ناکام رہے گی۔"

مہارانی کو معلوم تھا۔ کہ وہ سب جھوٹ تھا۔ کہیں اس سلسلہ میں زیادہ سوال جواب نہ ہوں۔ اس سے ڈر کر مہارانی نے جلدی سے گفتگو کا رنگ بدل دیا۔ بولی۔

"مجھے تمہاری فضول خرچیاں بھی بالکل پسند نہیں ہیں۔ کتنا روپیہ آجکل تم مجھ پر صرف کر رہے ہو۔ افوہ۔ میں پریشان ہو چلی ہوں۔ جانے تم اسے کیسے افورڈ (AFFORD) کر رہے ہو۔؟"

"غضب کرتی ہو۔ پچیس پچاس ہزار روپلی کے خرچ کو تم بے جا سمجھنے لگی ہو۔ یہ تمہارے قدموں پر سے وار دیئے۔"

"نہیں۔ نہیں۔ میں خوب سمجھتی ہوں۔ اکیلے پچیس ہزار کا تو یہ نیکلس ہوگا۔"
مہارانی نے اپنے گلے میں پڑے ہوئے جھلملاتے ہوئے زیوروں کی

کی طرف اشارہ کیا۔ اتنے میں سیٹھ ڈھیرومل اپنے فاخرہ لباس میں داخل ہوئے یعنی بروکیڈ کی شیروانی۔ اس پر راجپوتی پگڑی اور پگڑی پر کلغی لال رنگ کا شال نما کپڑا کندھوں کے پیچھے لٹکتا ہوا چلا آرہا تھا۔ جسے اودھو جی دونوں کونوں سے پکڑ کر اٹھائے ہوئے تھے۔ اس ہیئت کذائی میں ایک عجیب حماقت بھری مسکراہٹ والے گول مٹول چہرے کو ایک بے ہنگم بدن پر ڈولتے دیکھ کر اور اور اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر مہارانی کسی قدر سراسیمگی کے عالم میں صوفے سے اُٹھ کر کھڑی ہوگئیں۔ اور اندر آنے والے آدمی کو حیرت سے دیکھنے لگیں۔

دیوان جی نے فوراً اُٹھ کر مسکرا کر کہا۔ "آیئے سیٹھ جی۔"

مگر سیٹھ ڈھیرومل نے دیوان جی کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ وہ تو مہارانی جی کو کورنش بجالانے کی فکر میں تھے۔ اور اسی شاہی طریقے سے جس طرح میر صاحب نے انہیں سکھایا تھا۔ چنانچہ وہ مہارانی کے قریب پہنچ کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔ پھر سکھائے گئے آداب کے مطابق دو قدم آگے بڑھے۔ مگر تیسرا قدم نہ اٹھا سکے۔ کیونکہ سامنے مہارانی کھڑی تھیں۔ اس لیے سیٹھ ڈھیرومل نے مہارانی کے سامنے ایک فٹ کے فاصلے پر کھڑے ہو کر بڑی رسانیت سے کہا۔

"ذرا ایک قدم پیچھے تو ہٹو۔"

مہارانی جی چونک کر بولی۔ "جی کیا فرمایا آپ نے۔؟"

"ذرا ایک قدم پیچھے۔؟"

"میں سمجھی نہیں۔؟"

"یہاں تیسرے قدم کے لئے جگہ نہیں ہے۔ ذرا پیچھے ہٹو"
مہارانی گھبرا کر پیچھے ہٹیں۔ تو سیٹھ ڈھیرو مل نے فوراً آگے بڑھ کر تیسرا قدم لیا۔ اور جھک کر کورنش کو مکمل کر دیا۔ اور پھر فاتحانہ انداز سے چاروں طرف دیکھنے لگے۔

دیوان جی فوراً مسکراتے ہوئے بولے۔
"دیکھا مہارانی صاحبہ۔ ہمارے سیٹھ ڈھیرو مل کتنے وضعدار آدمی ہیں۔ ذاتی آداب تکلفات کا پورا خیال رکھتے ہیں۔"

سیٹھ ڈھیرو مل نے پھر دیوان جی کی طرف مطلق توجہ نہیں دی۔ انہوں نے اپنی سوکھے ہونٹوں پر زبان پھیری۔ کیونکہ انہیں اب مہارانی صاحبہ کو اپنے گھر آنے پر خوش آمدید کہنا تھا۔ اور اس سواگت کے لیے ہی انہوں نے نہ صرف یہ ڈریس سلوایا تھا بلکہ ایک تقریر بھی رٹ لی تھی۔

پہلے تو دو تین مرتبہ کوشش کرنے کے بعد بھی ان کے منہ سے کوئی آواز تک نہ نکلی۔ آخر کسی نہ کسی طرح جب حلق سے آواز نکلی۔ تو پہلے تو ایک دم کمزور پھر ایکدم اس قدر بلند جیسے حلق میں پھنسا ہوا ڈاٹ ایک دم نکل گیا ہو۔

"مہارانی صاحبہ۔ آپ نے غریب خانے پر درشن دے کر جس طرح میری ہمت بندھائی ہے اس کا شکریہ یہ خاکسار کس منہ سے ادا کرے۔ یہ میری انتہائی خوش قسمتی ہے کہ اس خاکسار کی دعوت قبول فرماتے ہوئے۔ فرماتے ہوئے۔ فرمایا۔ کہ۔ کہ میری خاک۔ آپ کا منہ یعنی میری قسمتی آپ کی خوش انتہائی قدم رنجہ۔ رنجہ رنجہ۔۔۔۔۔"

دیوان جی نے جو سیٹھ ڈھیرو مل کو اپنی رٹی ہوئی تقریر بولتے دیکھا۔ تو فوراً ہاتھ ہلا کر بولے۔

"بس بس رہنے دو سیٹھ جی مہارانی کو خوب علم ہے کہ تم بے حد خوش ذوق اور خوش اخلاق انسان ہو۔"

پھر ذرا الگ سے مہارانی کو مخاطب ہو کر سرگوشی میں کہنے لگے۔

"ایکدم مسخرا ہے مسخرا۔"

مہارانی بھی سیٹھ ڈھیرو مل کی ہیئت کذائی دیکھ کر مسکرا دیں۔ سیٹھ جی اس مسکراہٹ پہ نہال ہو گئے۔ باچھیں کھلنے لگیں۔

سیٹھ جی کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر دیوان جی نے مہارانی صاحبہ سے کہا۔

"اس شہر میں یہ میرا بہترین دوست ہے۔"

"ہے! ہے!! ہے!!!" پوری بتیسی کھل گئی سیٹھ جی کی۔

مہارانی نے اپنا نازک ہاتھ آگے بڑھایا۔ کہنے لگیں "بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔"

سیٹھ ڈھیرو مل نے ہاتھ پکڑ کر فوراً ہی چھوڑ دیا۔ بولے

"میری قسمتی بھی بڑی خوش ہے۔ کہ۔ کہ۔ آپنے اپنے۔ یعنی کہ۔ گویا کہ۔

سیٹھ ڈھیرو مل پھر بولنے لگے۔ جلدی سے دیوان جی انہیں ہاتھ کے اشارے سے ذرا الگ لے گئے۔ بولے۔

"کچھ بھی کہو۔ مگر اپنے دیئے ہوئے جواہرات کے بارے میں کچھ مت کہنا مہارانی جی سے۔"

سیٹھ ۔" کیا میں اتنا بھی نہ پوچھوں کہ مہارانی صاحبہ کو یہ ہیرے پسند آئے کہ نہیں ۔"

دیوان جی ۔" ارے بالکل نہیں ۔ بالکل نہیں ۔ اس سے وہ خیال کریں گی۔ کہ تم کتنے چھچھورے اور اتھلے ہو۔"

پھر دیوان جی نے مہارانی کی سوالیہ نگاہوں کو اپنی طرف گڑی دیکھ کر جلدی سے انہیں کہا۔

"سیٹھ جی مجھ سے کہہ رہے ہیں۔ کہ وہ آپ کی آمد سے کس قدر خوش ہیں۔"

"مہارانی ۔" عنایت ہے ۔"

سیٹھ جی نے زور زور سے دیوان جی سے ہاتھ ملا کر دیوان جی سے سرگوشی میں کہا۔

"اچھا ہوا آپ نے بتا دیا۔ ورنہ میں تو پوچھنے والا تھا۔"

دیوان جی مزید سرگوشی کی۔ بولے۔

"وہ تو نہیں آ رہی تھیں۔ میں بڑی مشکل سے منا کے لایا ہوں ۔"

"سیٹھ جی . . . . ایسی مہربانی میں جنم بھر یاد رکھوں گا تمہاری . . ."

دیوان جی نے جب یہ دیکھا کہ مہارانی الگ کھڑی کھڑی ان کی سرگوشیوں سے پریشان ہو رہی ہیں۔ تو فوراً بلند آواز میں بولے۔

سیٹھ جی بے حد شرمیلے ہیں۔ مگر مجھ سے کھل گئے ہیں۔ کہتے ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں آپ جیسی حسین عورت نہیں دیکھی۔"

اتنا کہہ کر انہوں نے سیٹھ جی کا ہاتھ زور زور سے دبا دیا۔ سیٹھ نے بھی

خوش ہو کر ان کا ہاتھ دبا دیا۔

اتنے میں ایک ملازم نے اندر آ کر کہا۔

کھانا میز پر لگ گیا ہے سرکار۔"

سیٹھ ڈھیر و مل نے پھر کورنش کر کے کہا۔ ا اور خیریت گزری کہ اب کے اور مہارانی کے درمیان خاصا فاصلہ تھا۔ آئیے ڈائیننگ ہال میں کھانا کھانے کو چلیں۔ ڈائیننگ ہال کا دروازہ ڈرائینگ روم کے اندر ہی کھلتا تھا۔ جاتے سیٹھ جی نے چٹکی بجا کر اودھو جی سے کہا۔

" نیچے کے ہال میں دیکھو۔ اگر میر صاحب اور تجیر نارووے والے آ گئے ہیں۔ تو ان کو بولو۔ ڈرائینگ روم میں بیٹھیں۔ اور وہ فضیحتہ شروع کر دیں۔ جو مہارانی صاحبہ کی شان میں۔"

مہارانی نے دیوان جی سے پوچھا۔

" یہ فضیحتا کیا ہے۔"

" غالباً قصیدہ ہو گا۔"

مہارانی جی ہنس پڑیں۔ سیٹھ جی بہت خوش ہوئے۔ کہ ان کی کسی کارگزاری پر خوش ہو رہی ہیں۔ ان کی محبوبہ بلکہ ہونے والی محبوبہ مہارانی اور دیوان جی کو لے کر کھانے کے کمرے میں پہنچے۔ تو میز یہاں سے وہاں تک انواع و اقسام کے کھانوں سے سجی تھی۔

مہارانی نے خوش ہو کر کہا۔

" آپ نے تو شاہی دعوت کر دی۔" اتنا کہہ کر میٹھی میٹھی نظروں سے

کچھ اس طرح سیٹھ ڈھیرومل کی طرف دیکھا۔ کہ مارے مسرت کے سیٹھ جی کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔ جلدی سے ایک کرسی پر بیٹھ کر بولے۔

"بیٹھئے بیٹھئے۔ شروع کیجئے۔ مجھے بہت بھوک لگی ہے۔"

"واقعی؟" مہارانی بولیں "اس میز کو دیکھ کر تو کسی کی بھی بھوک چمک اٹھے گی۔"

اتنا کہہ کر مہارانی نے ایک ڈش کی طرف ہاتھ بڑھائے۔

سیٹھ ڈھیرومل نے آہ بھر کر کہا "ہائے کتنے خوبصورت ہاتھ ہیں۔"

"اجی نہیں۔ ان ہاتھوں میں کیا خاص بات ہے۔"

"ہاں" اپنی ہیرے کی انگوٹھی دکھاتے ہوئے۔"

"اگر آپ اس کی تعریف کرتے۔"

سیٹھ جی ایک دم گھبرا گئے۔ اپنے سامنے اپنے ہی تحفہ کی انگوٹھی چمکتے دیکھ کر اور دیوان جی کی بات یاد کر کے فوراً بات ملا کر بولے۔

"بھگوان نہ کرے میں کبھی تعریف کروں ان ہیروں کی" اب ان کی نظر ان کے دیئے ہوئے پنڈنٹ پر پڑ رہی تھی۔ جو مہارانی کے گلے میں چمک رہا تھا۔

"ناں۔ ناں۔" وہ سر ہلا کے بڑی سنجیدگی سے کہنے لگے۔

"ناں جی۔ میں ان کا ذکر کبھی نہیں کروں گا۔"

دیوان جی جلدی سے ایک ڈش مہارانی کی طرف بڑھا کر بولے۔

"اسے چکھئے تو۔"

مہارانی نے چاندی کے چمچے سے ذرا سا چکھ کر خوشی کے تاثرات اپنے

چہرے پر پیدا کر کے اس حیرت اور مسرت سے سیٹھ ڈھیرو مل کی طرف دیکھا جیسے یہ ڈش خود انہوں نے تیار کی ہو۔

"اوں - ہوں - سیٹھ جی - یہ ڈش تو بے حد مزیدار ہے ۔"

سیٹھ ڈھیرو مل حسرت بھری نگاہوں سے مہارانی کی طرف تکتے ہوئے بولے۔

"سب سے بڑی مجبوری تو کوئی اور ہی چیز ہے یہاں پر ۔"

مہارانی شوخ نگاہوں سے بڈھے سیٹھ جی کو تاکتے ہوئے ہنس دیں پھر دیوان جی سے مخاطب ہو کر بولیں - آپ کے دوست تو "وہ" ہیں۔

سیٹھ ڈھیرو مل بولے۔

"کاش مہارانی جی آپ ہم کو وہ سمجھیں - جو سچ مچ ہم ہیں ۔"

دیوان جی نے برجستہ جواب دیا۔

"گھبرائیے نہیں - مہارانی صاحبہ آپ کو بالکل وہی سمجھ رہی ہیں۔ جو دراصل آپ ہیں۔

مہارانی جی نے دیوان جی کے اس برجستہ طنز کا بے حد لطف لیا۔ اس پر جب دیوان جی نے مہارانی کی طرف جھک کر ذومعنی لہجہ میں کہا۔

"میرے دوست تو بڑی چھپی ہوئی خوبیوں کے مالک ہیں ۔"

"اور وہ بولو تو ہم ابھی آپ کو دکھا دیں ۔"

"ہیں جی ۔ ؟"

"ناں - ناں ۔" مہارانی زور سے ہنس کر بولیں ۔

"مجھے تو معاف ہی کیجیئے ۔۔۔"

"دیکھا آپ نے کس قدر خوش ذوق ہیں سیٹھ جی ۔۔؟"

مہارانی نے سر ہلایا۔ اور کسی دوسری ڈش کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ کہ اتنے میں سیٹھ ڈھیرو مل کے ہونٹوں سے پھر ایک آہ بلند ہوئی۔ جو آہ کے بجائے بھینس کے ڈکرانے سے زیادہ مشابہ تھی۔

"ہائے یہ ہاتھ ۔۔۔" سیٹھ جی پھر بولے۔

مہارانی نے ان کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ بولیں۔

"اچھی طرح دیکھ لیجئے ۔"

کانپتے ہاتھوں سے سیٹھ جی نے مہارانی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور اس پر اپنی انگلیاں پھیرنے لگے۔

عین اسی وقت ان کی بیوی رکمنی داخل ہوئی۔ اور میز پر نظر ڈال کر کمر پر ہاتھ رکھ کر کڑک کر بولی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے ۔۔۔؟"

سیٹھ ڈھیرو مل نے جو چونک کر دیکھا تو گھبرا کر مہارانی کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ پھر ایسا لگا۔ جیسے سیٹھ ڈھیرو مل ابھی کرسی پر ڈھیر ہو گئے ہوں۔ ان کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ مگر ان کے منہ سے کوئی آواز نہیں نکل رہی تھی۔

رکمنی نے گرج کر کہا "اوہ۔ کیسی شاندار دعوت کا کھانا سجا ہے معلوم ہوتا ہے کسی کی شادی ہے آج" پھر وہ مہارانی کی طرف چبھتی ہوئی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"بہت خوب مجھے گھر سے باہر بھیج دیا۔ کہہ دیا۔ میں اپنی بہن سے ملنے چلی جاؤں۔ تاکہ میرے پیچھے دوسری عورتوں کے سنگ گل چھرّے اڑائے جائیں۔"

مہارانی ایک دم کھانا چھوڑ کر غصّے میں تن کر کھڑی ہو گئیں۔ چلّا کر بولیں۔

"کیا بکتی ہو — ؟"

دیوان جی کڑک کر بولے۔

سوچ سمجھ کر گفتگو کریئے سیٹھانی جی — آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ دعوت سیٹھ جی نے نہیں کی۔ میں نے کی ہے۔ صرف آپ کا گھر چند گھنٹوں کے لیے سیٹھ جی سے عاریتاً لے لیا ہے۔ کیونکہ ہمارے ڈرائینگ روم میں رنگ وروغن ہو رہا ہے۔ محض اس لیے۔ ورنہ —"

یکایک سیٹھ جی کو ہوش آیا۔ جلدی سے بول پڑے۔ "ہیں جی — ؟ ہاں جی۔ سچ مچ دیوان جی نے اسی لیے مہارانی صاحبہ کی دعوت ہمارے گھر میں رکھی ہے۔ ان سے ملو رکمنی یہ — آپ ہوا گڑھ کی مہارانی ہیں۔ ان کی تشریف فرمائی سے میرے قدم رنجہ کی قسمتی خوش ہو گئی۔

سیٹھ جی پھر رٹی ہوئی تقریر کا ایک حصّہ بولنے لگے۔ اور حسب دستور بھولنے لگے کہ رکمنی نے ڈانٹ کر کہا۔

"چپ رہو۔ میں سب جانتی ہوں۔ سب سمجھتی ہوں۔"

"آپ بالکل نہیں سمجھ رہی ہیں۔" دیوان جی نے سیٹھانی کو ٹھنڈا کرنا چاہا۔

رکمنی نے آزردہ ہو کر کہا۔ "نہیں دیوان جی۔ میں نہیں سمجھ رہی ہوں۔ آپ غلط راستے پر لے جا رہے ہیں میرے بھولے بھالے سیٹھ کو اپنے جال میں پھنسا کر۔

اس جنانی کو یہاں لاکر۔" وہ بڑی نفرت سے مہارانی کی طرف دیکھ کر بولیں۔

"ہوگی کوئی رانی مہارانی۔ میں نہیں جانتی۔ مجھے تو کسی فلم کی ایکٹریس لگتی ہے۔"

پھر مہارانی سے مخاطب ہو کر چیخیں۔

"شرم نہیں آتی تم کو۔ میرے بڈھے گھر والے کو بیوقوف بنانے کے لئے یہاں آئی ہو۔ جو عمر میں تیرے باپ کے برابر ہے۔"

مہارانی نے ایک دم بھڑک کر کہا۔

"یہ کیا حماقت ہے۔" پھر شعلہ باز نگاہوں سے دیوان جی کی طرف مخاطب ہو کر بولیں۔

"تم مجھے کہاں لے آئے ہو۔ میں ابھی اسی دم جا رہی ہوں یہاں سے۔"

مہارانی نے گھور کر اپنے اصل عاشق کی طرف دیکھا۔ اور پلٹ کر چل دیں۔ دوڑ کر کمرے سے باہر نکل گئیں۔ ان کے پیچھے پیچھے دیوان جی بھی بھاگتے گئے۔

"ارے مہارانی صاحبہ سنئے تو۔ رکیئے تو۔ ٹھہریئے تو۔۔۔؟"

دیوان جی بھی کمرے سے باہر نکل گئے۔

ان دونوں کے جاتے ہی سیٹھ جی نے ہاتھ مل کر کہا۔

"یہ کیا ہو گیا۔ غضب ہو گیا۔ یہ تم نے کیا کر دیا رکمنی۔ عجیب عورت ہو۔ دوسروں کے سامنے میری بے عزتی کر دی۔ اور اتنے اونچے خاندانی لوگوں کو گھر سے باہر نکال دیا۔"

"ہونہہ۔" رکمنی انگوٹھا دکھا کر بولی۔ "بڑے آئے خاندان والے میرے ٹھینگے سے۔ میں کیا پرواہ کرتی ہوں۔ ہاں۔ اگر دوبارہ اس پلی نے اور اس کے بھڑوے نے میرے گھر میں قدم رکھے۔ تو۔ منہ جھلس دوں گی دونوں کا۔"

غصے میں دانت پیستی ہوئی رکمنی بھی کمرے سے باہر نکل گئی۔
سیٹھ ڈھیرو مل نے چاروں طرف دیکھا۔ دونوں چمچے اور دھوجی مادھو جی سر جھکائے ایسے کھڑے تھے جیسے کسی نے ان کے سر پر پچاس جوتے مار دیئے ہوں یہی حال کھانا پکانے والے نوکروں کا تھا۔ سب دم سادھے ہاتھ باندھے سر جھکائے چپ چاپ کھڑے تھے۔
سیٹھ جی بڑبڑاتے ہوئے اٹھے۔
"سب چوپٹ کر دیا۔ اس بیوقوف رکمنی نے۔ ابھی میں کھانا کھانے کے بعد مہارانی کو بجیر نار دے والے کی گیل سنانے والا تھا۔ کمال کا فضیحتہ لکھا ہے اس نے۔ مگر۔ پھر بے بسی سے سر ہلایا اور بولے۔
"سب چوپٹ ہو گیا۔

دسواں باب

"کہ تم دیوان جی سے لڑ کیوں لیں" ماں نے اپنی بیٹی سے پوچھا۔
دونوں رات کی تنہائی میں بستر پر آمنے سامنے پڑی تھیں۔ دن بھر کے کام پر اس وقت نظر ثانی کی جاتی تھی، اور اگلے دن کا پلان بھی انہی لمحوں میں تیار ہوتا تھا۔

"وہ جانے کس احمق کہ گھر مجھے لے گیا۔ مہارانی برافروختہ ہوتے ہوئے بولیں۔
"ایک موٹا بے ہنگم سیٹھ تھا۔ ایسی بری بری نظروں سے مجھے گھور رہا تھا۔
"بری نظروں کی تو تم عادی ہو" ماں نے کہا۔
"ہر خوبصورت عورت کو مرد کی بری نگاہوں کا عادی ہونا پڑتا ہے۔ یہ اس کا اعلان ہے۔ کہ ابھی تم جوان ہو۔ خوبصورت ہو۔ چاہے جانے کے لائق ہو"
وہاں پر اس کی بیوی آگئی۔"

"وہ میں سن چکی ہوں۔ آگے کی بات کرو۔ دیوان جی سے کب صلح ہو گی۔؟"

"دو دفعہ ان کا ٹیلی فون آ چکا ہے۔ مگر میں ڈانٹ کر رسیور رکھ دیتی ہوں۔"

"مگر اب ہم بہت زیادہ ڈانٹنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ اگر کسی کو معلوم ہو گیا کہ تم ہوراگڑھ کی مہارانی نہیں ہو۔ اگر تم پر چار سو بیس کا مقدمہ چلایا جائے۔"

"کیسے چل سکتا ہے۔" مہارانی اٹھ کر بستر پر بیٹھ گئی۔ "کیا میرے ماں باپ نے میرا نام بچپن ہی سے "مہارانی" نہیں رکھا۔؟"

"رکھا تھا۔"

"کیا میں ہوراگڑھ کی رہنے والی نہیں ہوں۔؟"

"ہو۔"

"تو پھر اگر میں اپنے آپ کو ہوراگڑھ کی مہارانی کہتی ہوں۔ تو کیا غلط کہتی ہوں!"

ماں ہنسنے لگی۔

"مگر وہ دیوان جی۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے پھر رٹ لگائی۔

اپنے بالوں کی ایک لٹ کو کان کے پیچھے کھسکتے ہوئے بڑے بیزار لہجہ میں مہارانی نے کہا۔

"وہ جائے گا کہاں۔؟"

کل صبح اس کا پھر ٹیلی فون آئے گا کر لوں گی صلح۔ ہو جائے گی شادی۔ ماں تم گھبراتی کیوں ہو۔ اسی ہفتے تم ایک لاکھ پتی داماد کی ساس بن جاؤ گی۔"

ماں نے بستر سے اٹھ کر اپنی بیٹی کا منہ چوم لیا۔

دو دن سے رکمنی نے سیٹھ جی سے بات نہیں کی تھی۔
سیٹھ جی بھی خاموش احتجاج پر تلے ہوئے تھے۔ روز رات کو رکمنی سے بات کئے بغیر خواب گاہ میں آکر کروٹ بدل کر سو جاتے تھے۔
تیسرے دن انہوں نے خواب گاہ کی چھت کو مخاطب کر کے کہا۔
"آج سے ٹھیک دو دن بعد میں پربھا کی منگنی دیو کمار سے کر رہا ہوں۔"
سیٹھ کو رکمنی کا کمزور پہلو معلوم تھا۔ وہ اپنی اکلوتی بچی کا دل توڑنا نہیں چاہتی تھیں۔ رکمنی کا خیال تھا کہ وہ سیٹھ کو ایک نہ ایک دن راہ راست پر لے آئیں گی۔ اور انہیں آمادہ کر لیں گی۔ کہ وہ پربھا کی شادی ہرلش سے کر دیں۔ سیٹھ کی بات سن کر اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ وہ تڑپ کر بستر سے اٹھ گئی۔ جیسے کسی نے اس کے پیٹ پر گھونسا مار دیا ہو۔ پھر گھبرا کر بستر پر بیٹھ گئیں۔ اور تیز نگاہوں سے اپنے شوہر کو گھورتے ہوئے بولیں۔
"اپنی اکلوتی بیٹی کا دل توڑ کر تمہیں کیا مل جائے گا۔ ٹھیک ہے۔ دیو کمار رئیس زادہ ہے۔ مگر ہرلش شریف زادہ ہے۔ میں ہرلش کو ہر حال میں دیو کمار سے بہتر سمجھتی ہوں۔"
سیٹھ من ہی من میں مسکرا دیئے۔ چلو بات تو شروع ہوئی۔ سیٹھانی دو دن سے روٹھی بیٹھی تھیں۔
پھر سر کھجا کے بولے "مگر اب کیا ہو سکتا ہے۔ دیو کمار کے پتی جی کے کئی دفعہ ٹیلیفون آئے۔ آجکل لڑکے والوں کے دماغ کتنے خراب ہو جاتے ہیں۔ تم تو جانتی ہو۔

اور پھر اتنے بڑے خاندانی رئیسوں میں میری بیٹی بیاہ کے جا رہی ہے مجھے تو اسی بات کی خوشی ہے۔"

"میں یہ رشتہ ہرگز ہرگز نہیں ہونے دوں گی۔" رکمنی جھلا کے بولی۔

"مگر میں تو زبان دے چکا ہوں۔ دیو کمار کے باپ سے ٹیلیفون پر میں نے آج سے دو دن بعد منگنی کی رسم طے کرنے کی بات بھی کر دی۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔" رکمنی نے دانت پیس کر کہا۔

"میں دیکھ لوں گی۔ کیسے تم میری اور میری بچی کے خلاف یہ شادی کرتے ہو۔"

"کیوں تم کیسے اس شادی کو روک سکتی ہو۔؟ سیٹھ نے بات بڑھانے کی خاطر رکمنی سے پوچھا۔ انہوں نے ابھی منگنی کی بات بالکل طے نہیں کی تھی۔ مگر خاموشی توڑنے کا اس سے بہتر طریقہ انہیں اس وقت اور کوئی نہ سوجھا تھا۔

"میں بارات کو دروازے سے لوٹا دوں گی۔"

رکمنی انگلیاں نچاتے ہوئے بولی۔

"ایسا ہی تمہیں میں شادی کرنے کا شوق ہے تو خود ڈولی میں بیٹھ کر ان کے گھر پہنچ جاؤ۔"

سیٹھ ہنس پڑے۔ رکمنی کو بھی اپنی عقل پر ہنسی آ گئی۔ واقعی خیال اچھا ہے۔

"ہنسی تو پھنسی۔" سیٹھ نے دل ہی دل میں مسکرا کر کہا۔ "اب خود بخود من مناؤ ہو جائے گا۔"

رات کی اس گفتگو کے بعد دوسرے دن سیٹھ جی اپنے اوپر کے ڈرائینگ روم میں بیٹھے ہوئے اپنی ڈائری دیکھ رہے تھے۔ جس میں وہ نئے لوگوں کے خاص کوڈ جسے "لنڈے" کہا جاتا ہے۔ اپنا حساب کتاب درج کرتے تھے۔ یہ ڈائری ہر وقت ان کی جیب میں رہتی تھی۔

اس وقت وہ اس ڈائری کے مطالعے میں منہمک تھے۔ کہ کمرے میں اطلاع دیئے بغیر ایک عجیب وغریب آدمی خاموشی سے داخل ہوا۔ اس کی ہیئت کذائی عجیب تھی۔ سر کے اوپر مور پنکھ اور دوسرے پرندوں کے پر ایک مضبوط دھاگے سے باندھ کر لگائے گئے تھے۔ سینہ اور بازو ننگے تھے۔ مگر گردن میں مختلف رنگوں کی مالائیں لٹک رہی تھیں۔ اور کمر کے گرد گھاس کے لمبے لمبے تنوشوں کا گھاگرا تھا۔ اور چہرے پر۔ اور بازوؤں اور سینے پر اس آدمی نے طرح طرح کے رنگ تھوپ رکھے تھے۔ چہرے پر سفید داڑھی بھی تھی۔ اس آدمی نے اندر آتے ہی سوال کیا۔

"کیا آپ ہی سیٹھ ڈھیرو مل ہیں —؟"

سیٹھ نے حیرت زدہ ہو کر کہا۔

"آپ کون ہیں —؟"

اس آدمی نے ہنس کر کہا "اوہ —— بے شک آپ ہی سیٹھ ڈھیرو مل ہیں۔ حالانکہ جب میں نے پہلے پہل آپ کو دیکھا تھا۔ اس وقت آپ" اس آدمی نے جھک کر اپنے گھٹنوں تک ہاتھ لے جا کر کہا۔ "آپ بس اتنے سے تھے۔"

"کون ہیں — ؟"

"مگر بڑے بھولے بیچے تھے۔ آپ بڑے پیارے گڈو سے۔ عورتیں آپ کو دیکھتے ہی چھاتی سے لگا لیتی تھیں۔ اور منہ چومنے لگ جاتی تھیں۔"

"مجھے چومتی تھیں۔۔؟" سیٹھ نے حیرت سے پوچھا۔ اور اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگے۔

"ان دنوں میں اکثر آپ کے گھر آیا کرتا تھا۔"

چرب زبان بالو کہنے لگا "آپ کو یاد بھی نہیں ہو گا۔ بس اتنے چھوٹے سے تھے۔ مگر میں آپ کے پتا سیٹھ بھیرو مل کا گہرا دوست تھا۔ افسوس کہ اب ان کا دیہانت ہو چکا ہے۔ مرحوم کا شمار ہمارے شہر کے معزز رئیسوں میں ہوتا تھا۔"

"کیا کہا۔" سیٹھ چونک کر بولے۔

"رئیس۔؟ کون۔؟ میرا باپ۔؟"

"ذرا پھر تو کہنا۔ میرا باپ رئیس تھا۔؟"

"جی ہاں" بالو نے بڑے مضبوط لہجہ میں کہا۔

"میں قسم کھا کر کہنے کو تیار ہوں۔ سیٹھ ڈھیرو مل کے پتا سیٹھ بھیرو مل اپنے شہر کے معزز رئیس تھے۔"

سیٹھ جی کچھ ہچکچا کر بولے "مگر کچھ لوگ میرے باپ کو بدنام کرنے کے لیے بولتے ہیں۔ کہ وہ ایک معمولی دکاندار تھا۔"

"دوکاندار۔؟ چھی" بالو نے تضحیک سے کہا۔

"کیا ہوا آپ کو۔؟"

"آپ کے پتا اور ایک معمولی دکاندار۔ ہرگز نہیں۔ اجی صاحب اصل بات یہ ہے کہ سیٹھ پھیرومل کا علم کپڑوں کے بارے میں بہت وسیع تھا۔ دن میں کئی پھیرے مارکیٹ کے لگاتے تھے۔ اور وہاں سے سیمپل یعنی کپڑوں کے نمونے لے کر واپس اپنے آفس میں آجاتے تھے۔ وہاں خریدار لوگ خود آکر نمونے دیکھ کر انہیں آرڈر دے جاتے تھے۔ اور ساتھ میں ایڈوانس دے جاتے تھے۔ اس کو آپ دکانداری کہیں گے۔؟ چھی۔ اجی آپ کے پتاجی تو سچے اور رئیس تھے۔ صحیح معنوں میں جنٹلمین۔"

سیٹھ نے باغ باغ ہو کر مسرت کے عالم میں بار بار بالو سے ہاتھ ملایا اور کہا۔

"میں آپ سے مل کر بہت خوش ہوں۔ تم پہلے آدمی ہو جس نے مجھے بتایا ہے کہ میرے پتاجی صحیح معنوں میں جنٹلمین تھے۔ اچھا اب بتائیے کیسے کرپا کی۔؟"

"قصہ یہ ہوا۔ بالو لولا" آپ کے پتاجی سے آخری بار ملاقات کرنے کے بعد میں دنیا کے سفر پہ نکل گیا۔ ساری دنیا گھوم کر اب لوٹا ہوں۔"

"ساری دنیا ــــ؟"

"جی ہاں ــ"

"تب تو بڑا لمبا چکر رہا ہو گا ــ"

"جی ہاں۔ ابھی چار پانچ روز ہوئے یہاں آیا ہوں۔ اور چونکہ آپ کے پتاجی کا پرانا دوست ہوں۔ اور آپ کے خاندانی مرتبے کا مجھے ہمیشہ خیال رہا ہے۔ اس لیے میں سب سے سیدھا آپ کو ایک خوش خبری دینے آیا ہوں ــ"

"خوشخبری۔۔؟ کیسی۔۔؟" سیٹھ نے حیران ہو کر پوچھا۔

"آپ یہ تو جانتے ہوں گے" بالو بولا۔ "کہ آجکل سارے شہر میں دی گریٹ گرانڈ گفتی آف ہانولولو آئے ہوئے ہیں ــــ"

"ہیں جی۔۔؟" سیٹھ کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"کون ہے وہ ــــ ؟"

"ارے آپ نہیں جانتے" بالو نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔ "یہاں سارے شہر میں ان کی امارت اور دولت اور خاندانی وجاہت کے چرچے ہیں۔"

سیٹھ بولے "میں آجکل دوسرے بزنس میں لگا رہا ہوں۔ اس لیے معلوم نہیں کر سکا جی ــــ"

"لیکن اس سے بھی حیرت کی بات یہ ہے سیٹھ جی۔ کہ ہز ہائی نس دی گریٹ گرانڈ گفتی آف ہانولولو نے کہیں آپ کی لڑکی کو دیکھ لیا ہے" بالو نے اتنا کہہ کر سیٹھ جی طرف غور سے دیکھا۔ اور لمحوں کے توقف کے بعد کہا۔

"کہیں کالج سے آتے جاتے دیکھ لیا ہے۔ اور وہ آپ کی لڑکی پر فدا ہو گئے ہیں۔ لیس پرکھیا پر ــــ"

"ہیں جی ــــ ؟" سیٹھ کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"کیا بولتے ہو جی۔ ؟"

"وہ چاہتے ہیں۔ آپ انہیں اپنا داماد بنا لیں ــــ"

"داماد ــــ ؟" سیٹھ خوش ہو کر پوچھنے لگے۔۔

"کیا کہا تم" ہز ہائی نس گرانڈی گفتی لولو میرا داماد بن جائیں گے۔؟

پر بہا سے شادی کر لے۔۔۔؟"

"جی ہاں شادی کا یہی نتیجہ ہو سکتا ہے اور انہوں نے بھی یہی فرمایا۔ میں اپنے سفر کے دوران میں اکثر ان سے ملتا رہا ہوں۔ اور جب میں نے معلوم کیا کہ وہ آجکل ہمارے شہر میں تشریف فرما ہیں۔ تو میں نے ان کے حضور میں باریابی چاہی۔ ہز ہائی نس مجھ سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ کچھ ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد بولے۔

"آکیم کراچے۔ جولہ اوتچا تالہ گڑبڑ جھالہ اکڑے لیسا ڈھیرومل دھوسا لیمل کھوسا چے۔ یعنی کیا تم سیٹھ ڈھیرومل جو اس شہر کا معزز رئیس ہے۔ اس کی حسین و جمیل بیٹی کو جانتے ہو۔"

"اس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ وہاں کی زبان میں۔۔۔؟" سیٹھ نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔۔" سفید داڑھی والے بزرگ نے جو بالو کے سوائے اور کوئی نہ تھا۔ سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"تو اس کے بعد میں نے جب انہیں بتایا کہ میں ان کے سارے خاندان کو جانتا ہوں۔ تو ہز ہائی نس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر درد کی آہ کھینچی۔ اور بولے۔

"ہاڈ ھملا گنگ۔" یعنی تم نہیں جانتے میں اس شہر کی خوبصورت لڑکی سے کس قدر محبت کرتا ہوں۔"

"ہاڈ ہملا گنگ کا مطلب ہے۔ تم نہیں جانتے میں اس معزز شہر کی خوبصورت

لڑکی سے کتنی محبت کرتا ہوں" دو لفظوں میں اتنی بڑی بات کہہ دی ۔ ؟"
سیٹھ نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا ۔

"دراصل بات یہ ہے" بالو نے انہیں بتایا ۔

"ہانو لولو کے لوگ بولنے میں ایک طرح کا شارٹ ہینڈ استعمال کرتے ہیں"

"بہت اچھا ہوا" سیٹھ جی نے کہا ۔ تم نے مجھے بتا دیا ۔ ورنہ میں کبھی نہ سمجھ پاتا ۔ کہ ڈھمبلا گنگ کا مطلب ہے ۔ تم نہیں جانتے اس شہر کی خوبصورت لڑکی سے کس قدر محبت کرتا ہوں" کیسی سندر بھاشا ہے ۔"

"جی ہاں" بالو نے رد اجمایا ۔

"ہانو لولو کی زبان میں اس قسم کے بہت سے حسین جملے ۔ فقرے اور لفظ مل جاتے ہیں ۔ مثال کے طور پر آپ کو معلوم ہو گا ۔" کارا کارا کُم کُم بودم" کس کو کہتے ہیں ۔ ؟"

"کس کو کہتے ہیں ۔ ؟"

"معشوق کو ۔"

"کارا کارا کُم کُم بودم" کا مطلب ہے معشوق ۔ ؟"

"جی ہاں ۔"

سیٹھ جی نے حیرت سے سر ہلایا" کارا کارا کُم کُم بودم" کا مطلب معشوق ہوا ۔ اب یہ کون جان سکتا ہے ۔ ؟"

"خیر ۔ بالو نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا ۔

"خیر ۔ ۔ ۔ تو مجھے ہز ہائی نس نے آپ کے ہاں یہ کہنے کو بھیجا ہے کہ وہ

آج یہ نفسِ نفیس آپ کے گھر آ کے آپ کی دختر نیک اختر کماری پربھا کا رشتہ طلب کریں گے۔ مگر ہز ہائی نس یہ رشتہ مانگنے سے پہلے آپ کو کسی بڑے خطاب سے نوازنا چاہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ آپ کی حیثیت یا خاندان کی عظمت سے ناواقف ہیں۔ بلکہ کچھ بے سروپا قسم کی باتیں کرنے والے شہریوں کا منہ بند کرنے کے لیے وہ اپنے ہونے والے خسر کو زدی سے پہلے ہانولولو کے سب سے بڑے منشائی خطاب" ماماموچی" سے آپ کو نوازنا چاہتے ہیں ـــ!"

"ماماموچی ـــ؟"

"بہت بڑا خطاب ہے۔ آپ پہلے ہندوستانی ہوں گے۔ جنہیں یہ خطاب دیا جائے گا۔ یہ خطاب اتنا بڑا ہے کہ اسے حاصل کرتے ہی آپ کی حیثیت یورپ کے کسی بڑے سے بادشاہ کے برابر ہو جائے گی۔ اور جہاں بادشاہتیں ہیں۔ وہاں اس کی حیثیت راج دولت کے برابر ہوگی۔ اس خطاب کے بعد آپ اپنے دیش کی اونچی سے اونچی سوسائٹی میں گھوم سکیں گے۔ اور ہر راج دربار میں آپ کی کرسی پہلی صف میں ہوگی۔ کیونکہ اس وقت آپ صرف ڈھیرو مل نہیں ہوں گے۔ بلکہ سیٹھ ڈھیرو مل ماماموچی ہوں گے ـــ"

سیٹھ ڈھیرو مل کا چہرہ مسرت سے منور ہو گیا۔ ہونٹ وفورِ شوق سے پھڑکنے لگے۔

بولے "تب تو یہ بڑی عجیب بات ہے۔ پہلی کرسی میں میری صف

ہوگی۔۔"

پھر لیکا یک سلان کے دل میں شبہ گزرا کہ اتنا بڑا خطاب ان کے ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ اس لیے گھبرا کر بول اُٹھے۔

"تو مہاراج جی۔" وہ بالو کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولے۔

"مجھ کو تو ابھی ہیچ ہوئی نس لوبو ہانو کے پاس لے چلو۔۔"

بالو بولا" آپ سمجھے نہیں شاید۔ آپ کو وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ خود یہاں آرہے ہیں۔۔۔"

"یہاں آرہے ہیں۔؟ خود۔؟" مسرت اور حیرت سے سیٹھ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"جی ہاں۔" بالو نے جواب دیا۔۔ اور پھر اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"وہ یہیں آپ کے گھر پر اس خطاب کی رسم ابھی ادا کریں گے۔۔"

"یہ رسم کیا ہوتی ہے۔؟"

"جیسے بادشاہوں کی تاجپوشی ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ کی ماماموچ پوشی ہوگی۔"

ان تابڑ توڑ حملوں سے سیٹھ جی گھبرا گئے۔ حیرت زدہ ہو کر بولے۔

"بڑی جلدی ہو رہا ہے یہ سب کچھ۔۔"

"ہانو لولو کے لوگ ایک منٹ بھی ضائع نہیں کرتے۔ جس بات کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اسے فوراً کر ڈالتے ہیں۔۔"

سیٹھ جی نے ہاتھ ملتے ہوئے کسی قدر ہچکچاتے ہوئے کہا" اور تو سب ٹھیک

ہے۔ مگر مجھ کو پربھا کی طرف سے شبہ ہے پتہ نہیں اس کو یہ رشتہ پسند ہو گا کہ نہیں۔ کیونکہ آپ کو تو معلوم ہے نہیں۔ مگر مجھ کو معلوم ہے کہ وہ دل ہی دل میں کسی دوسرے کو پیار کرتی ہے۔ اس کا نام ہریش ہے۔"

بالو نے ہنس کر اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "آپ گھبرائیں نہیں جب آپ کی لڑکی پربھا ہمارے ہز ہائی نس کو دیکھے گی تو وہ ہریش وریش سب کو بھول جائے گی۔ ایک اور حیرت کی بات آپ کو بتا دوں۔ ہمارے ہز ہائی نس دی گریٹ گرانڈ گفتی آف ہانولولو اپنی شکل وصورت میں داڑھی کے باوجود ہریش بابو سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ اس لئے پربھا۔

"ہیں جی۔؟" مگر آپ کو پربھا اور ہریش کا قصّہ کیسے معلوم ہوا۔ ؟"

بالو نے ہاتھ گھما کے کہا۔ اجی وہ سب جانتے ہیں۔ یہ بڑے لوگ ہر طرح کی خبر رکھتے ہیں۔ جو دل لینے کا ڈھب جانتے ہیں وہ ترکیب ورکیب سب جانتے ہیں۔ وہ لوگ سب انکواری پہلے سے کر کے اپنے پاس رکھتے ہیں جناب۔"

اتنا کہہ کر بابو نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھا اور جیسے کچھ سننے کی کوشش کر رہا ہو۔ نیچے سیڑھیوں سے بہت سے لوگوں کے اوپر آنے کی آواز بلند ہوتی جا رہی تھی۔

بالو ایک دم مسکرا کر کہنے لگا۔ لیجئے۔ میرا خیال ہے۔ ہز ہائی نس خود ہی تشریف لے آئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

یکایک ایک گیت کی آواز بلند ہوئی۔ اونچے سروں میں گاتی ہوئی گھاس کے گھاگرے پہنے کچھ لڑکیاں دف بجاتی ہوئی۔ ناچتی اور گاتی اندر داخل

ہوئیں۔ ان کے پیچھے پیچھے تلوار ہلانے والے نوجوانوں کا ایک قافلہ جس نے گھاس کا لباس پہن رکھا تھا۔ داخل ہوا۔ لڑکیاں ناچتی گاتی ایک غالیچے کو کھولتی گئیں۔ اور اسے فرش سے باہر کوریڈور تک بچھا دیا۔ پھر وہ دو زانو ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے لگیں۔ جیسے کسی عظیم ہستی کی آمد کی منتظر ہوں۔ یکایک ڈھول بجاتے ہوئے چند نوجوانوں کی معیت میں ہز ہائی نس دی گریٹ گرانڈ گفتی آف ہانولولو۔ ایک چوکی پر بیٹھے نظر آئے۔ اس چوکی کو چار کہاروں نے اٹھا رکھا تھا۔

یہ چوکی لا کر ڈرائینگ روم کے بیچ میں رکھ دی گئی۔ چوکی پر سے ہز ہائی نس اٹھے۔ فوراً بالو ان کے سامنے دو زانو ہو گیا۔ پھر تعظیم دیتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ ہز ہائی نس نے اس کے سر پر سیدھا ہاتھ رکھ کر کہا۔

"امبائی بھوشیم زراف گراف کرٹ کرٹ جھپٹ۔۔"

بالو نے جواب دیا "ہاشم بھائی بھوشم بھائی اڑسٹر ٹانڈہ لیپٹے۔"

سیٹھ نے ذرا آگے بڑھ کر بالو سے پوچھا۔

"کیا۔ ؟"

"ہز ہائی نس کہہ رہے ہیں" بالو نے ترجمہ کرتے ہوئے بتایا، کہ آپ کے خاندان پر اڑمٹر بھوشم کا سایہ سدا سلامت رہے۔"

"یہ اڑمٹر بھوشم کون ہے۔ ؟"

"ہز ہائی نس کا خاندانی دیوتا ہے۔"

"ہیں جی۔ ؟ اچھا جی۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔"

بالو نے پلٹ کر پھر ہز ہائی نس کو تعظیم دی اور کہا۔ اوسا بنیا منیا بالی بالی کف کف ۔۔"

ہز ہائی نس نے فوراً جواب دیا۔

"بیلا نیا ۔۔"

سیٹھ جی نے پھر آگے بڑھ کر بالو سے پوچھا۔

"اب مہاراج کیا کہہ رہے ہیں ۔۔؟"

"ہز ہائی نس فرماتے ہیں۔ آپ اسی وقت ان کے ہمراہ ماما موچ پوشی رسم ادا کرنے کی تیاری کے سلسلے میں ان کے ساتھ نیچے ہال میں چلے جائیے۔ تاکہ جب آپ وہاں سے لوٹیں تو یہاں سب تیاریاں مکمل ہو جائیں۔ اور آپ کو آج ہی یہ خطاب عطا ہو جائے۔

سیٹھ نے بھونچکا ہو کر کہا۔ بیلا۔ نیا۔ ان دو لفظوں کا اتنا لمبا مطلب ہوتا ہے۔۔"

"میں کہہ چکا ہوں نا سیٹھ جی کہ ہانولولو کے لوگوں کی زبان بڑی معنی خیز ہوتی ہے۔ ایک لفظ کے ایک ہزار معنی نکلتے ہیں۔ خیر۔۔۔۔ اب آپ زیادہ دیر نہ کریں۔ ہز ہائی نس انتظار کرنے کے عادی نہیں ہیں۔" بالو نے سمجھایا۔ پھر جلدی جلدی ہاتھ ہلا کر بولا۔

"جائیے جائیے دیر نہ لگائیے ۔۔"

حیرت زدہ سیٹھ ڈھیرو مل کو پرنس آف ہانولولو نیچے ہال میں لے گئے۔ ان کے جاتے ہی بالو نے اپنے ماتھے سے پسینہ پونچھا۔ اور انتہائی بیزاری کے

لہجہ میں اپنے آپ سے کہا۔
"اف۔ کیسے احمق سے پالا پڑا ہے۔"
پھر ربڑ کے دھاگے سے بندھی ہوئی داڑھی نکال کر اپنے منہ سے پسینہ پھونچنے لگا۔

اتنے میں دیوان جی مہارانی جی کے ساتھ بے آواز قدموں سے ڈرائینگ روم میں داخل ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی بالو نے جھٹ پٹ داڑھی پھر اپنے منہ پر جمالی۔ مگر دیوان جی اتنے ہی میں اسے پہچان چکے تھے۔ حیرت زدہ ہو کر بولے۔
"بالو تم یہاں کیسے۔؟"

بالو بہت حاضر جواب تھا۔ اس نے سوچا۔ اب دیوان جی مجھے پہچان تو لیا ہے۔ اب ان سے کچھ چھپانا بے سود ہو گا۔ بہتر یہ ہے کہ انہیں ساتھ میں لے لیا جائے۔ اس لیئے ذرا جھک کر اور ان کے گھٹنوں کو ہاتھ لگا کے بولا۔
"معاف کیجئے گا۔ دیوان جی۔ آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔"
"مگر تم اس لباس میں یہاں کیا کر رہے ہو۔؟"
"اچھا لگتا ہے نا۔؟" بالو نے پوچھا۔
"مگر یہ کیا مذاق ہے۔؟"
"کھیلے بازی کا سلسلہ ہے۔ اس کھیلے بازی میں سیٹھ ڈھیر و مل کی لڑکی کی شادی ایک جگہ کر رہا ہوں۔"

دیوان جی ہنس کر بولے۔ خیر۔۔۔۔ جس طرح کا بھی یہ کھیلا ہے۔ تم اس میں ہو تو وہ ضرور کامیاب ہو جائے گا۔"

بالو نے کہا۔ آپ تو اس غلام کو جانتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے لیے آپ
دونوں اس اسکرین کے پیچھے چھپ کر تماشہ دیکھئے۔ باقی بعد میں بتاؤں گا۔
نیچے سیڑھیوں سے موسیقی کا شور بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ بالو کے اصرار پہ
پھر دلیوان جی اور مہارانی جی اسکرین کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ اور
تماشہ دیکھنے لگے۔ اتنے میں لڑکے اور لڑکیوں کا وہی قافلہ جو سیٹھ جی کو لیے
نیچے گیا تھا۔ موسیقی اور ڈھول باجے کے شور کے درمیان پھر ڈرائنگ روم
میں واپس آیا۔ اب انہوں نے سیٹھ ڈھیر ومل کو بھی وہی گھاس کے تنکوں والا
گھاگرا پہنا دیا تھا۔ اور کمر کے اوپر کے جسم کو ننگا کر کے اس پر طرح طرح کے
تنکوں کی مالائیں پہنا دی تھیں۔ اور ننگے بدن پر مختلف جگہوں پر رنگا رنگ
پینٹ کے برش لگا دیئے تھے۔ اور اس کے بعد نوجوان لڑکوں اور
لڑکیوں کے گروپ باری باری سیٹھ جی کے گرد ناچتے اور گاتے ہوئے ہر توڑے
پر اس کے سر پر زور کی دھپ لگاتے ماما موچی۔ ماما موچی۔

دل کے محل پر قلعی کر لو ہات میں لے کر کوچی۔

ماماموچی۔

ماماموچی۔

آخری توڑے پر سب نے ایک ہاتھ سے سیٹھ ڈھیر ومل کے سر پر دھپ
جمائے اور اسے اٹھا کر فرش پر بٹھا دیا۔ پھر بغل میں ہاتھ دے کر ایکدم
کھڑا کر دیا۔ پھر مجمع اس سے الگ ہو گیا۔ یکایک برنش آگے بڑھا اور اس نے
سر جھکا کر سیٹھ کو عجیب طریقے سے سلام کیا۔ جس کے بعد بالو نے کورنش بجا

لاکر کہا۔" اب آج سے آپ ماماموچی ہو گئے۔ سیٹھ جی ۔۔۔"
اتنے میں ڈھول تاشے کی آواز سن کر رکمنی دوڑی دوڑی اندر آئی۔ اور سیٹھ کو خالی چڈی اور چڈی پر گھاس کا گھاگرا پہنے دیکھ کر بھونچکی رہ گئیں۔ اپنا ماتھا پیٹ کر بولی۔

"ہے بھگوان ۔۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ ارے تم کس لیے یہ مداری کے کھالو کا لباس پہنے کھڑے ہو۔

سیٹھانی کو آتے دیکھ کر ہرلیش اور بالوا پنے قافلے کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گئے۔

سیٹھ نے اسے فوراً ڈانٹ کر کہا۔" خاموش بدزبان عورت تو جانتی نہیں تو اس وقت ماماموچی سے بات کر رہی ہے ۔"

"ایں ۔۔ ؟" رکمنی نے حیران ہو کر کہا۔ اچھے بھلے سیٹھ ہوتے ہوئے تم موچی کیسے بن گئے ۔ ؟"

سیٹھ نے پھر اسے ڈپٹ کر کہا۔

"عزت سے بات کرو۔ ہم موچی نہیں ماماموچی ہیں۔ یہ ہونولولو کا سب سے بڑا خطاب ہے۔ ابھی ہماری ماماموچ پوشی ہو چکی ہے ۔"

"تاج پوشی ۔"

"تاج پوشی نہیں۔ ماماموچ پوشی ۔"

"پاگل ہو گئے ہو کیا ۔ ؟ سچ مچ پاگل ہو گئے ہیں۔ ہوش جاتے رہے ہیں۔ چمپا۔ انہیں ان کے کمرے میں لے چلو۔ اور پربھا کو کالج سے بلا بھیجو۔ فوراً ۔"

"اپنی زبان کو لگام دو۔ تم ماماموچی سے کلام کر رہی ہو۔ با ادب باملاحظہ ہوشیار۔"

رکمنی نے چمپلی سے کہا "اب ان کو ان کے کمرے میں رکھنا پڑے گا۔ اب ان کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتی۔ چلو۔"

سیٹھ ڈھبر ومل چونکہ ماماموچ پوشی سے تھک بھی گئے تھے۔ اس لیے بآسانی رکمنی کے ساتھ چلے گئے۔

ان کے جاتے ہی مہارانی اور دیوان جی دونوں اسکرین کی اوٹ سے نکل کر زور زور سے ہنسنے لگے۔

آخر دیوان جی کسی نہ کسی طرح اپنی ہنسی پر قابو پا کر بولے "اگر میں نے یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہوتا۔ تو مجھے یقین نہ آتا۔ خوب مذاق ہو رہا ہے۔ مگر ہمیں کیا۔؟ اس بہانے سیٹھ کی لڑکی کی شادی ایک اچھے نوجوان سے ہو جائے گی۔"

مہارانی بولیں۔ "وہ تو ٹھیک ہے لیکن اگر تم اس شادی میں مدد کر رہے ہو۔ تو کیوں نہ اس شادی کے موقع کا فائدہ اٹھا کر ہم لوگ بھی شادی کر لیں۔ دوبارہ سب ٹھاٹا کرنے میں بہت خرچ ہوگا۔ اور مجھے فضول خرچی بالکل پسند نہیں ہے۔"

دیوان جی مسکرا کر بولے۔

"شکل کے ساتھ ساتھ بھگوان نے تمہیں عقل بھی کیا دی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ لوگ اب شادی کا سامان اور پنڈت کو بلانے گئے ہیں۔

اس لیے ایک پنتھ دو کاج - ان کی شادی کے ساتھ ساتھ ہماری شادی کیوں نہ ہو جائے - مگر یہ یاد رہے ڈارلنگ کہ شادی کے بعد حالات بہت بدل جائیں گے - ''

اتنے میں سیٹھ ڈھیرو مل جھومتے جھامتے پھر اندر آئے۔ فوراً دیوان جی نے آگے بڑھ کر کورنش بجا کر کہا -

''مبارک ہو سیٹھ جی ہم دونوں آپ کو ماما موجی بن جانے پر مبارک باد دینے آئے ہیں - - ''

مہارانی نے مسکرا کہا - بدھائی ہو سیٹھ جی ہمیں اس بات کی سب سے زیادہ خوشی ہے۔ کہ آپ کو بدھائی دینے والوں میں ہمارا نمبر پہلا ہے ''

سیٹھ جی گھگھیا کر بولے '' بڑی مہربانی مہارانی صاحبہ اس تشریف فرمائی کی اور معافی اس بات کی کہ وہ جو میری سیٹھانی نے آپ سے حرکت کی۔ بہت بری بات ہو گئی - ''

'' جانے دیجئے سیٹھ جی '' مہارانی شوخ نظر سے سیٹھ جی کو تاکتے ہوئے بولیں -

'' سیٹھانی تو کیا کسی عورت کا دل بھی آپ کو دیکھ کر قابو میں نہیں رہ سکتا ''

مہارانی کے منہ سے اتنی بات سن کر سیٹھ جی بالکل ریشہ خطمی ہو گئے۔ منہ کھول کر انتہائی بے ڈھنگے پن سے ہنسنے لگے -

'' ہے ! ہے ہے !! ہے ہے ہے !!! ہے ہے ہے ہے !!! ''

دیوان جی نے مہارانی سے کہا۔

"آپ نے ملاحظہ فرمایا مہارانی صاحبہ۔ ہمارے سیٹھ ڈھیرو بہ خطاب حاصل کرکے بھی اپنی اوقات نہیں بھولے ہیں۔ نہ ہی اپنے پرانے دوستوں کو؟"

"یہی تو شرافت کی نشانی ہے۔" مہارانی نے کہا۔

"مگر وہ ہز ہائی نس ہیں کہاں۔؟"

"سیٹھ نے کہا" بس آتے ہی ہوں گے۔ اور ان کے بعد میری لڑکی بھی کالج سے آجائے گی۔ میں نے اسے بلا بھیجا ہے۔"

اتنے میں ہز ہائی نس گریٹ گرانڈ گفتی آف ہانولولو اپنے مخصوص لباس میں مسکراتے ہوئے اندر آئے۔ انہیں دیکھتے ہی دیوان جی نے مہارانی کو آنکھ مار کر اشارہ کیا۔ پھر دونوں آگے بڑھ گئے۔ اور ذرا گردن خم کرکے اور تھوڑا سا جھک کر بولے۔

"حضور والا مدار کی خدمت میں ہم دونوں جو آپ کے ہونے والے سسر اور نئے ماما موچی صاحب کے پرانے دوست ہیں۔ حضور کی بارگاہ میں کورنش بجالاتے ہیں۔"

ہز ہائی نس کچھ جواب دینے ہی والا تھا۔ کہ اسے یاد آیا کہ وہ تو فی الحال ہانولولو کا رہنے والا ہے۔ اس لیئے یہاں کی بولی نہیں سمجھتا۔ اس لیئے جان بوجھ کر اپنے چہرے اس طرح کے تاثرات پیدا کیئے جیسے وہ بالکل نہیں سمجھا کہ ابھی دیوان جی نے اس سے کیا کہا ہے۔ اسے بات سمجھانے کے لیے جلدی سے سیٹھ ڈھیرو مل آگے بڑھے۔ پھر انہیں خود خیال آیا کہ وہ ایک تو

ہانولولو کی زبان نہیں سمجھتے۔ اس لیے پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

"ارے وہ ان کی بات سمجھ کر ہمیں سمجھانے والا۔ میرے باپ کا پرانا۔ دوست کہاں گیا۔

پھر بالو کو کہیں نہ پا کر خود ہی ہنر ہائی نس کو سمجھانے کی کوشش کرنے لگے۔ دیکھو حضور۔ یہ دیوان جی ہیں۔" (ہرلیش حیرت سے تکتا ہے)۔

"دیوان جی۔ دیوان۔ یعنی دیوانہ۔ بہت بڑا دیوانہ۔ جیسے تمہارے ہانولولو میں ماماموجی ہوتا ہے۔ ایسے ہی یہ ہندوستانی ماماموجی ہیں۔"

پھر مہارانی کی طرف اشارہ کر کے بولے

"یہ ہماری مہارانی ہیں۔ مہارانی۔ نہیں سمجھے؟ اُف" سیٹھ جی نے اپنا سر پکڑ لیا۔ پھر کچھ سوچ کر بولے۔

"ارے یہ ادھر کی مہاموجن ہیں۔ موجن سمجھے۔ ؟"

"نہیں سمجھے۔ ؟ اُف۔ کیسے سمجھاؤں۔ ؟" ہرلیش حیرت زدہ بنا ہوا سیٹھ جی کی طرف دیکھتا رہا۔ اتنے میں بالو آ گیا۔ اسے دیکھتے ہی سیٹھ جی اس کی طرف لپکے۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بولے۔

"ارے اچھا ہوا۔ تم ٹھیک وقت پر آ گئے۔ ذرا ان کو سمجھاؤ۔ ہنر ہائی نس کو بتاؤ۔ یہ دونوں کون ہیں۔ یہ دیوان جی ہیں۔ شہر کے بہت بڑے رئیس۔ اور یہ مہارانی ہیں ہوراگڑھ کی۔۔"

پھر سیٹھ جی نے بالو کو ہرلیش کی طرف دھکیل دیا۔ اور خوشی سے چہکتے ہوئے دیوان جی سے بولے۔

"اب سننا ان دونوں میں کیسی باتیں ہوں گی۔"

بالو نے انتہائی سنجیدگی سے ہریش سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اِل ہالا پولو رام بلبلا لاکتھے کتھے ۔"

ہریش نے دیوان جی اور مہارانی کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"کاتالی وسہٹم رائیسم ایھتے ایھتے۔"

سیٹھ جی نے خوشی سے تالی بجا کر کہا

"سنا آپ نے ؟"

بالو نے مڑ کر دیوان جی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہز ہائی نس آپ سے مل کر بہت خوش ہیں۔ کہتے ہیں۔ خدا آپ کو خرگوش کی عقل اور چوہے کی بہادری عطا کرے۔"

سیٹھ جی نے فخر سے دیوان جی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"دیکھا آپ نے۔ یہ ہز ہائی نس کی بھاشا کا ایک ایک لفظ سمجھتے ہے۔"

اتنے میں پربھا اندر آ گئی۔ اسے دیکھتے ہی سیٹھ ڈھیرو مل خوشی سے دوڑے دوڑے اس کے پاس گئے اور بولے۔

"بہت اچھا ہوا تم آ گئیں بیٹا۔ تمہارا ہی انتظار ہو رہا تھا۔ لو۔ اپنے ہونے والے پتی سے ملو۔"

مگر پربھا کی نگاہیں بدستور اپنے باپ کے مضحکہ خیز لباس پر تھیں۔ وہ گھبرا کر کہنے لگی۔

"پتا جی آپ کو ہوا کیا ہے۔؟ یہ کیا پہن رکھا ہے آپ نے کیا کسی تھیٹر

میں جو کر نینے کا ارادہ ہے۔"

سیٹھ بولے" فضول باتیں مت کرو۔ ایسے موقعے عزت کے۔ مان کے روز روز نہیں ملا کرتے۔"

پھر وہ پربھا کو لے کر بھیس بدلے ہوئے ہریش کے پاس لے جاکر بولے۔" اپنے ہونے والے پتی کو سو یکار کرو۔"

پربھا بھڑک کر بولی" میرا ہونے والا پتی۔؟ یہ ڈیڑھ بھیل۔۔؟"

" ہاں۔ ہاں یہی" سیٹھ جی نے اصرار کیا" ہار ڈالو اس کی گردن میں۔

اتنا کہہ کر سیٹھ جی نے پربھا کے ہاتھ میں ایک ہار تھما دینا چاہا۔ جو بالو نے انہیں دیا تھا۔"

پربھا بولی" پتا جی۔ سچ مچ کیا آپ پاگل ہو گئے ہیں۔ میں اس جنگلی سے شادی کروں گی۔؟"

"میں کہتا ہوں اسی سے تمہاری شادی ہو گی"

"میں نہیں کروں گی" پربھا نے پیر ٹیک کر کہا۔

" ہار ڈالو ان کے گلے میں" سیٹھ نے حکم دیا۔

"جوتیوں کا" پربھا نے غصے سے کہا۔

چپ بے ہودہ لڑکی۔ جیسا میں کہتا ہوں۔ ویسا ہی تمہیں کرنا ہو گا۔ اب میں ماما موجی ہوں"

اس گفتگو کے دوران ہریش بالو بابا دونوں باری باری کبھی اکٹھے اپنی اپنی داڑھیاں ایک لمحے کے لیے اتار کر زور زور سے پربھا کو

اشارہ کرتے رہے سیٹھ سے نظر بچا کر۔ تاکہ وہ انہیں پہچان نہ لے۔ مگر پربھا اس قدر غصے میں بھری ہوئی تھی۔ کہ اس نے ان بہروپیوں کو آنکھ اٹھا کے بھی نہ دیکھا۔ بس اپنے باپ کو مخاطب کر کے نڈر نڈر ہو کر سے بولنے لگی۔

"نہیں پتا جی۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں اس جنگلی سے یا کسی دوسرے سے شادی نہیں کروں گی۔ یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔ اور اگر میں زندگی میں کسی سے شادی کروں گی تو صرف ہریش سے۔ اور کسی سے نہیں۔ چاہے آپ میرے جسم کی بوٹی بوٹی الگ الگ کر دیں۔ مگر میں پھر بھی یہ کہوں گی۔"

یکایک وہ ایک لمحہ کے لیے چپ ہو گئی۔ کیونکہ اس کی نظر اتفاق سے ہریش پر پڑ گئی۔ جو بار بار اپنی داڑھی اتار کر اسے اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا۔ یکایک پربھا نے اسے پہچان لیا۔ اور اب سارا معاملہ اس کی سمجھ میں آ گیا۔ فوراً اسی لہجہ میں مگر بات بدل کر بولی۔

"پھر بھی میں یہی کہوں گی۔ کہ۔ کہ کچھ بھی ہو ہر لڑکی کا دھرم یہی ہے کہ وہ اپنے پتا کی آگیا کا پالن کرے۔ اور وہی کرے جو اس کا پتا کہتا ہے۔"

سیٹھ جی ایکدم خوشی سے باغ باغ ہوتے ہوئے بولے۔ "دیکھا میں نہیں کہتا تھا۔ کہ میری بیٹی آخر میری ہی بیٹی ہے۔ وہ وہی کرے گی جو اس کا پتا کہے گا۔"

اس موقع پر پربھا شرما گئی۔

اور ہریش نے آگے بڑھ کر پربھا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

عین اسی وقت رکمنی داخل ہوئی۔ اور پربھا کا ہاتھ ایک داڑھی والے جنگلی کے ہاتھ میں دیکھ کر بھونچکی رہ گئی۔ بولی۔

"ارے یہ کیا ہو رہا ہے۔ میں سنتی ہوں تم میری پربھا کا بیاہ کسی ہانولولو کے جنگلی سے کر رہے ہو۔"

سیٹھ نے پریشان ہو کر کہا۔ "اگر تم اپنا منہ بند رکھو تو کیا ہرج ہے ہمیشہ غلط وقت پر آتی ہے۔ اور کوئی نہ کوئی الٹی سیدھی بات کرتے ہوئے چلی جاتی ہے۔"

رکمنی بولی۔ "الٹی بات میں کرتی ہوں۔ یا تم کرتے ہو۔ اب یہ نٹ بھانڈ کا ہے کو جمع کر رکھے ہیں یہ گھر ہے یا تھیٹر ہے۔"

سیٹھ نے گردن پھلا کر کہا۔

"میں اپنی بچی کی شادی ہز ہوئی نس دی گریٹ گرانڈ گفتی آف ہونولولو سے کر رہا ہوں۔"

"اس بندر سے۔؟" رکمنی نے ہریش کی طرف اشارہ کیا۔

سیٹھ نے ایکدم ڈانٹا "چپ رہ خاموش۔ جھک کر نمسکار کر۔ ہز ہوئی نس دی گریٹ گرانڈ گفتی کو۔"

اس گفتگو کے دوران نہ صرف ہریش اور بالو بلکہ دلوان جی، مہارانی۔ پربھا۔ سب لوگ سیٹھ جی کے سوائے الگ الگ سیٹھانی کو سمجھانے کے

لیے اشارہ کرتے رہے۔ اور بالو اور ہریش سیٹھ کے پیچھے جا کر بار بار اپنی داڑھی اتارتے نظر آتے رہے۔ مگر رکمنی کچھ نہیں سمجھی۔ وہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر زور زور سے کہتی رہی۔

"میں تم کو بتا دیتی ہوں سیٹھ جی۔ اور تم کو بھی۔" وہ ہریش کی طرف مخاطب ہو کر بولیں۔

"ارے مسٹر لولو۔ میں اپنی بچی کی شادی تم سے نہیں کر رہی ہوں۔"

"شش شش۔" سیٹھ ڈھیرو مل گھبرا کر بولے۔

دیوان جی نے آگے بڑھ کر معاملے کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "سیٹھانی جی یہ میں کیا سن رہا ہوں۔ آپ اتنے بڑے آدمی کو اپنی بیٹی کا ہاتھ دینے سے انکار کر رہی ہیں۔"

رکمنی نے کہا۔ "تم دخل مت دو۔ دیوان جی یہ میرے گھر کا معاملہ ہے۔"

"مگر ایسے موقع بار بار نہیں آتے۔"

"آپ سے کون صلاح مانگ رہا ہے۔"

دیوان جی بولے۔ "یہ تو ہم لوگوں کی محبت ہے آپ لوگوں کے لیے جو ہمیں یہ مشورہ دینے پر مجبور کر رہی ہے۔"

"دھنیہ واد۔ مجھے نہیں چاہیئے آپ کی محبت۔" رکمنی نے بیزار ہو کر منہ پھیر لیا۔

"مگر آپ اپنی بیٹی سے کیوں نہیں پوچھتیں۔" دیوان جی نے کہا۔

"ہاں" مہارانی بولیں "میرے خیال میں تو آپ کی بچی کو انکار نہیں ہے اس شادی سے۔"

"ایں ——؟" رکمنی نے حیران ہو کر اپنی بیٹی کی طرف دیکھا "کیا سچ مچ وہ اس لنگور سے شادی کرے گی۔"

"بے شک۔" مہارانی بولیں۔

رکمنی نے پربھا کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ پربھا چپ کھڑی رہی۔ تو رکمنی ہاتھ مل کر بولیں۔

"تو بے چارے ہریش کا کیا ہوگا۔ اسے دھوکا دیا جائے گا۔؟"

"مگر یہ بھی تو سوچئے" مہارانی بولیں۔

"ہانو ولو کے خاندان میں شادی کرنے کے موقعے بار بار نہیں ملتے۔"

رکمنی نے شعلہ بار نگاہوں سے پربھا کی طرف دیکھا اور کہا "اگر پربھا ایسا دھوکا کرے گی۔ تو میں اس کا گلا گھونٹ دوں گی۔"

ڈھیر ویل تلخ ہو کر بولے۔

"اسی لیے تو کہا گیا ہے۔ کہ عورت کی عقل اس کی کھوپڑی میں نہیں اس کی ایڑی میں ہوتی ہے۔ بس آگئی ہے۔ رنگ میں بھنگ ڈالنے۔"

"تم چپ رہو جی۔ تمہاری عقل خود گھاس چرنے چلی گئی ہے۔"

یکایک پربھا نے عجیب نگاہوں سے رکمنی کو دیکھ کر کہا۔

"ماں ——"

رکمنی نے اسے وہیں ڈانٹ دیا" تم تو بیوقوف ہو۔ میں تمہاری بات نہیں سنوں گی ــــ"

ڈھیرومل بولے" اچھا اب وہ بے وقوف ہے۔ کیونکہ اپنے باپ کا کہنا مان رہی ہے"

رکمنی بولی" وہ صرف تمہاری لڑکی ہی نہیں ہے ــ میری بھی ہے"

یکا یک بالو نے معاملے کو بگڑتے دیکھ کر سیٹھانی کے قریب کھسک کر آہستہ سے کہا۔

" سیٹھانی جی ــ ؟"

" کیا ہے ــــ ؟"

" ایک منٹ میری بات سن لو ــ "

" میرا وقت ضائع مت کرو" سیٹھانی سر ہلا کر بولیں۔

بالو نے ملتجیانہ نگاہوں سے سیٹھ جی کی طرف دیکھ کر کہا" سیٹھ جی اگر آپ کی سیٹھانی جی صرف ایک بار الگ ہو کر میری بات سن لیں گی۔ تو میں یقین دلاتا ہوں کہ اس کے سارے شک و شبہے دور ہو جائیں گے ــ"

رکمنی غصے سے سر ہلا کر بولی" اور میں یقین دلاتی ہوں کہ نہیں ہوں گے ــــ"

" بس ایک منٹ کے لیئے" بالو رکمنی کی خوشامد کرتے ہوئے بولا ــ

"ایک پل بھی نہیں ـــ"

"اوہو ـــ" سیٹھ زچ ہو کر بولے "ایک بات سُن لینے میں کیا حرج ہے ـــ"

"میں سُننا نہیں چاہتی اس بارے میں ـ ـ"

"وہ سب سمجھا دے گا۔ وہ ہز ہائی نس کا انٹرپریٹر ہے" دیوان جی بولے۔

"وہ کچھ سمجھا نہیں سکتا" رکمنی نے انکار میں زور سے گردن ہلا دی۔

"دیکھا اسے کہتے ہیں تریاہٹ" سیٹھ بولے۔

پھر رکمنی کے قریب جا کر نرم لہجہ میں بولے۔

"اری بھاگوان ـــ آخر اس کی بات سننے میں تمہارا کیا جائے گا"

رکمنی نے بابو کی طرف دیکھا۔ مگر پہچان نہ سکی۔ آہستہ سے کہنے لگی۔

"اچھا تو پھر کہو کیا کہتے ہو ـــ ؟"

بابو سیٹھانی کو الگ ایک کونے میں لے جا کے کہنے لگا۔

"اجی سیٹھانی جی آپ تو کچھ سنتی ہیں نہ سمجھتی ہیں۔ یہ سب تو ایک چال ہے سیٹھ جی کو پھنسانے کے لئے۔ انہیں شادی کے لیے ہاں کرانے کے لئے ـــ ورنہ یہاں کون ہز ہائی نس ہے۔ وہ تو ہرشی بابو ہیں سوانگ بھرے بیٹھے ہیں ـــ"

اتنا سننے کے بعد رکمنی فوراً چونکی۔ جونہی اس کی نظر ہریش پر پڑی۔ ہریش نے داڑھی ہٹا کر اپنا اصلی روپ دکھایا۔ رکمنی مسکرا دی۔ اور پھر بالو کی طرف پلٹی۔ اتنے میں بالو نے بھی نظر بچا کر ایک لمحے کے لیے اپنی داڑھی ہٹا کر اپنا چہرہ سیٹھانی کو دکھا کر کہا۔

"اور میں آپ کا داس ہوں۔ بالو۔ اب تو سب کچھ سمجھ میں آگیا۔ پنڈت کو میں نے بلا لیا ہے۔ وہ نیچے بیٹھا ہے۔ آپ بھی ابھی حامی بھر لیجئے۔ تو کام ہو جائے گا۔ پربھا اور ہریش کی شادی ہو جائے گی۔ ورنہ زندگی بھر نہیں ہونے کی۔

رکمنی سب سمجھ کر خوش ہو گئی۔ واپس سیٹھ کی طرف جاتے ہوئے بولی۔

"ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے۔ یہ بات تو اگ ہوئی نا۔؟" پھر سیٹھ کے قریب جا کر بولی۔

"اس کے (بالو کی طرف اشارہ کر کے) اس کے سمجھانے کا طریقہ بہت اچھا ہے۔ میں شاید جلد بازی سے کام لے رہی تھی۔ میرا خیال ہے۔ مجھے اب اس شادی پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

سیٹھ خوش ہو کر بولے "یہ ہوئی نا بات۔ بہت اچھا۔ بہت اچھے ہے ہے۔ میرا خیال ہے یہ بات سمجھانے والا پرٹرانٹر۔ انٹر پریٹر انٹر نے ٹھیک سے تمہیں بتایا ہو گا۔ کہ ہمارے ہونے والے داماد ہزہائی نس کون ہیں۔؟"

رکمنی بولی "جی ہاں ۔ اور اب تک اس نے جو بتایا اسے سن کر تو میں حیران سی رہ گئی ۔ خیر ۔ ۔ ۔ ۔ اب زیادہ دیر نہ کرنا چاہیئے ۔ پنڈت جی کو بلا کے ابھی شادی کر دینا چاہیئے ۔ "

سیٹھ نے کہا " میں نے پنڈت کو بلانے کے لیے آدمی بھیج دیا ہے ۔ "

بالو بولا " پنڈت آ گیا ہے ۔ نیچے بیٹھا ہے ۔ "

" تو اسے اوپر بلا لو ۔ " رکمنی بولی ۔

دیوان جی آگے بڑھ کے بولے ۔

" یہ بہت اچھا خیال ہے ۔ ایک اور خیال میرے دل میں بھی آیا ہے کیوں نہ اسی وقت میری شادی مہارانی صاحبہ سے ہو جائے ۔ یہ بیوہ ہیں ۔ میں کنوارا ہوں ۔ پھر اس شادی سے سیٹھانی جی کے دل میں جو وسوسے پیدا ہو رہے ہیں ۔ وہ بھی مٹ جائیں گے ۔ اس شادی سے (سیٹھ کو آنکھ مار کر) تو اسی سمے پنڈت سے ہم دونوں بھی اپنا بیاہ رچائیں گے ۔

سیٹھ جی نے دیوان جی کو الگ لے جا کر سرگوشی کرتے ہوئے پوچھا ۔

" بہت خوب ۔ یعنی سیٹھانی کو اُلو بنانے کے لیے نا ۔ "

" اور کیا ۔ " دیوان جی نے مسکرا کر کہا ۔

" بہت اچھی ترکیب سوجھی ہے ۔ " سیٹھ جی آہستہ سے ہنس دیئے ۔

"اب میری سیٹھانی کبھی شبہ نہیں کریں گی۔ ہاہاہا۔"
بالو کے کہتی مارنے پر دیوان جی بولے "اور تو سب ٹھیک ہے پر بیچارے اس انٹرپرینر کا کیا ہوگا۔"
مہارانی بولیں "میرے خیال میں تو اس کی شادی چمیلی سے کر دینی چاہیئے۔"
"ہاں" سیٹھ سر ہلا کے بولے "یہ ٹھیک ہے۔ اس انتر منتر سے چمیلی کی شادی کر دیں گے۔ اور ہز ہائی نس کے سنگ میری لڑکی اور اس کی نوکرانی دونوں کی ڈولی اٹھ جائے گی۔"
رکمنی نے کہا "تو بلاؤ پنڈت جی کو۔"

چمیلی کی شادی بالو سے ہوئی۔ دیوان جی کی مہارانی سے۔ ہز ہائی نس آف ہانولولو کی پربھا سے۔ شادی کے بعد رکمنی نے کہا۔
"پربھا تم اور تمہارا پتی اب دونوں آگے بڑھ کر اپنے پتا کا آشیرواد لو۔"
ہز ہائی نس جونہی پربھا کو لے کر سیٹھ جی کی طرف آگے بڑھے۔ یکایک ان کی داڑھی کا ربڑ کا دھاگا ٹوٹ گیا۔ اور جھکنے کے بعد جو انہوں نے سر اٹھایا۔ تو داڑھی سیٹھ کے قدموں میں پڑی تھی۔ سیٹھ نے جو ہز ہائی نس کا اصلی چہرہ دیکھا تو چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔

دو تین دن تک سیٹھ

دو تین دن تک سیٹھ جی الگ اپنے کمرے میں پڑے رہے۔ انہوں نے سیٹھانی سے کوئی بات نہ کی۔ سیٹھانی بھی جان بوجھ کر ان کے سامنے نہیں پڑی۔ تیسرے دن سیٹھ جی نے اپنی بیوی کو اپنے کمرے میں بلایا۔

رکمنی زعفران رنگ کی ریشمی ساڑھی زر دوزی کے کام والی پہنے۔ اس ساڑھی کا کنارہ گہرا سرخ تھا۔ رکمنی کے لبوں پر پان کا لاکھا بھی ایسا ہی تھا۔ جوڑے میں پھول ٹکے تھے۔ آنچل سر پر لے کر زیوروں سے جھم جھماتی سیٹھانی اندر پہنچی۔

سیٹھ نے رکمنی کو غور سے دیکھا۔ پھر نظریں جھکالیں۔ آہستہ سے بولے۔

"میں غلطی پر تھا۔"

رکمنی کچھ نہیں بولی۔

"میں بوڑھا ہو کر جوانوں کی سی باتیں کرنے لگا۔ پر جوانی کے چوچلے جوانوں ہی کو اچھے لگتے ہیں۔"

رکمنی پھر بھی کچھ نہیں بولی۔

"ان تین دنوں میں میں نے بہت سوچا۔ بہت سوچا۔ اور سوچ کر اس نتیجے پر پہنچا۔ کہ بڑائی نہ دولت میں ہوتی ہے۔ نہ بڑے

خطاب میں۔ بڑائی تو شرافت میں ہوتی ہے۔ رکمنی پھر بھی کچھ نہیں بولی۔

سیٹھ نے کہا۔ "میں سمجھتا ہوں۔ ہریش بہت اچھے گھر کا لڑکا ہے۔ نٹ کھٹ ضرور ہے۔ پر شریف ہے۔"

رکمنی چپ رہی۔

سیٹھ نے آگے بڑھ کر اس کی بانہہ پکڑ لی۔ آہستہ سے بولے۔

"سیٹھانی کیا بات ہے۔ آج بہت اچھی لگ رہی ہو۔"

"ہٹو" رکمنی بناوٹی غصے سے بولی۔

"یہ چونچلے اچھے نہیں لگتے۔ اب اٹھو کپڑے پہنو۔ اور دفتر جاؤ۔ تین دن سے دفتر نہیں گئے ہو۔"

دفتر کیسے چلا جاؤں۔ پہلے اشنان کروں گا۔ پھر نئی دھوتی پہنوں گا۔ پھر پوجا کروں گا۔ پھر دفتر جاؤں گا۔"

پوجا کروگے۔؟" رکمنی کے لہجہ میں کچھ حیرت تھی کچھ مسرت کچھ دبی ہوئی شوخی۔

"ہاں رکمنی۔" سیٹھ پیار بھری نظروں سے سیٹھانی کو تکتے ہوئے بولے۔

"پوجا کروں گا۔ اس عمر میں دوسری عورتوں کو دیکھنا ٹیوسٹ ناچنا بڑا بھدا لگتا ہے نا۔"

سیٹھانی نے خوش ہو کر سیٹھ کے کندھے پر سر رکھ دیا۔ سکون

اور اطمینان کی ایک دبی دبی سی سانس اس کے سینے سے دھیرے دھیرے خوشبو کی طرح نکلنے لگی۔

ختم شد

عہدِ حاضر کے ذہین مؤرخ

جناب قمر تسکین کی کتابیں

اسلام کے نامور مجاہدین

اُن خلفائے راشدینؓ۔ صحابہ کرامؓ اور اولیائے اللہؒ کے دلچسپ مکمل حالات جنہوں نے کفّار سے جہاد کر کے اسلام کا نام اُونچا کیا:

قیمت: ۱۶/۰۰ روپے

اسلام کی نامور خواتین

اسلام کی اُن نامور خواتین کے دلچسپ حالات جنہوں نے اسلام کی سربلندی اور سرفرازی کے لیے مختلف کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ قیمت: ۱۸/۰۰ روپے

بنّتِ قریش

موجودہ دور کا پہلا اسلامی تاریخی ناول۔ بڑا سائز سفید کاغذ، عمدہ لکھائی چھپائی۔ قیمت
قیمت: ۳۶/۰۰ روپے